ملفوظات

خواجہ محبوبِ رحمانی
رحمۃ اللہ علیہ

تالیف وترتیب وپیشکش

بندہ عاجز محمد اختر الحق قادری چشتی صابری نظامی رحمانی
خلیفہ مجاز خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب صدر الصدور دلبند رسول
بحرِ معرفت شیخ طریقت غوث الوقت

خواجہ شاہ محمد فاروق

الملقب خواجہ محبوب رحمانی

قادری، چشتی، صابری، نظامی، قدوسی، رحمانی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات

تالیف وترتیب وپیشکش

بندہ عاجز محمد اختر الحق قادری، چشتی، صابری، نظامی، رحمانی
خلیفہ مجاز خواجہ محبوب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ

معاونین کتاب

سید حامد الدین ساجد رحمانی صاحب' ملک محمد ریاض حسین رحمانی بابا'
راجہ جمال حسین رحمانی صاحب' خلفائے مجاز خواجہ محبوب رحمانی ﷺ

اشاعت اول : مارچ ۱۹۹۶ء مطابق ذیقعد ۱۴۱۶ ہجری
تعداد : ۲ ہزار
کتابت : کمپیو کریشن' کراچی فون :۔ 219534
کتاب ملنے کا پتہ : (i) حلقہ رحمانی ۵۳/۸/۷ الفاروق'
خواجہ شاہ محمد فاروق اسٹریٹ جہانگیر روڈ کراچی
(ii) ملک ظہور احمد رحمانی صاحب نزد انگوری سینما'
شالیمار لنک روڈ' لاہور
(iii) راجہ جمال حسین رحمانی صاحب اسلام پورہ لاہور
(iv) کمانڈر محمد انور رحمانی صاحب بنگلہ نمبر ۱۵'
اسٹریٹ نمبر ۳۸۔ ایف ۶/۱ اسلام آباد
(v) محمد ریاض حسین رحمانی بابا۔ کوٹ ممتاز لاشاری'
ڈاک خانہ باماہ بالا براستہ رینالہ خورد' ضلع اوکاڑا
(vi) مقبول احمد رحمانی صاحب '
الفاروق ۹۹ ایکسٹینشن ڈی بلاک پیپلز کالونی فیصل آباد
(vii) مسز زاہدہ قدوس رحمانی صاحبہ
۴۳ کوہستان روڈ' بالمقابل علی میڈیکل سینٹر ایف ۸/۲
اسلام آباد

بہ اِجازت

جناب صاحبزادہ **محمد اقبال رحمانی** صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین خواجہ محبوب رحمانی

قادری چشتی، صابری، نظامی، قدوسی، رحمانی رحمتہ اللہ علیہ

الفاروق

خواجہ شاہ محمد فاروق اسٹریٹ جہانگیر روڈ کراچی ۵

فہرست

حمد باری تعالیٰ

از جناب یوسف ظفر رحمانی رحمتہ اللہ علیہ

کریما، داورا، پروردگارا
توُ ہی ہے بے سہاروں کا سہارا

توُ ہی خالق، توُ ہی حق، توُ ہی مالک
توُ ہی مسلک، توُ ہی رہ، توُ ہی سالک

حیاتِ انس و جان توُ، جانِ جاں توُ
حجابِ عقل و دل کے درمیان توُ

جہانِ ثابت و سیار بھی توُ
درونِ دل بھی توُ، دلدار بھی توُ

توُ ہی جان بخش، توُ ہی جاں عالم
نظر ہم پر بھی کر جانانِ عالم

اٹھا چہرے سے یہ پردہ دوئی کا
دکھا جلوہ خدائے طور و موسیٰؑ

خودی کی نیند سے بیدار کردے
مئے توحید سے سرشار کردے

دیا ہے دل تو دل کو زندگی دے
طلب دی، آگہی دے، روشنی دے

خداوندا گناہوں سے گذر کر
ہمارے دامنِ دل پر نظر کر

عطا کر آتش عشقِ دوامی
مٹادے حرص و نفرت کی غلامی

ترے احسان و توُ ہی جانتا ہے
توُ ہی دل توُ ہی دل کا مدعا ہے

نگاہِ شکر دے قلب تپاں دے
دہن کو عشق و مستی کی زبان دے

دلوں کو وسوسوں سے پاک کردے
تصور ہمسرِ افلاک کردے

ہمیں دے اپنے بندوں کی ادائیں
کہ جب بھی ہم تری محفل میں آئیں

دعا کو وا ہوں ابوابِ سعادت
زبانوں کیلئے ہوں وجہِ نصرت

بفیضِ مصطفیٰؐ ختمِ نبوت
دکھا دے طالبانِ حق کو صورت

درود مستقل اُنؐ پر ہمارا
کریما، داورا، پروردگارا

نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

از آرزو سہارنپوری

محمدؐ کی حقیقت ماورائے فہمِ انسان ہے
یہاں منطق بھی حیران، عقل بھی سردرگریباں ہے

رگِ جانِ دو عالم، مدعائے کنزِ پنہاں ہے
محمدؐ مقصدِ تخلیق ہے، مفہومِ انساں ہے

خطابِ رحمتِ عالم اسی کو زیب و شایاں ہے
محبت اس کی فطرت ہے، محبت اس کا احساں ہے

امام الانبیاء ﷺ فخرِ دو عالم، برزخِ کبریٰ
شہنشاہِ نبوت، تاجدارِ بزمِ امکاں ہے

کوئی سمجھے گا کیا اُس کے مقامات و منازل کو
وہ ہر بابِ کتابِ کثرت و وحدت کا عنواں ہے

جمالِ ایزدی کی جان اس کا جسم بے سایہ
شعاعِ سرمدی اس کے لب و عارض پہ رقصاں ہے

میانِ آب و گل تھا جب خمیرِ حضرت آدمؑ
جمالِ قدس اس کا اُس سے پہلے سے نمایاں ہے

مشیت ناز فرمائے نہ کیونکر اس کی ہستی پر
وہی کونین کا دل ہے، وہی کونین کی جاں ہے

محبت سے اسی کی زندگی اکسیر بنتی ہے
پیامِ درد ہی اس کا علاج دردِ پنہاں ہے

اسی کی ذات اقدس سے ملا ہے اہلِ عالم کو
وہ اک قانونِ ربانی کہ جس کا نام قرآں ہے

یہ میرا تجربہ ہے آرزو راہِ حقیقت میں
کہ اس کا عشق صادق ہی دلیلِ راہِ عرفاں ہے

منقبت خواجہ محبوب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ

جناب شبنم رومانی رحمانی صاحب

میری آنکھوں میں، مرے دل میں ہے اک دھوم حضور
حسن کیا ہے یہ مجھے اب ہوا معلوم حضور

آپ کی جنبشِ لب ہے میری قسمت سرکار
آپ کا دستِ دعا ہے مرا مقسوم حضور

کسی تفسیر میں ابلاغ نہیں ہے ایسا
دل میں رکھ دیتے ہیں قرآن کا مفہوم حضور

کرشمہ دکھایا یہ حق جوہری (۱) نے
نظر سے تراشے دلوں کے نگینے

حضور آپ کو ہم نے دیکھا تو جانا
فرشتوں کو دی ہے شکست آدمی نے

حرم ہے کہ سرکار کا آستانہ
ہم اس راستے ہی سے پہنچے مدینے

روح کو ترستا تھا جسم اک زمانے سے
زندگی ملی آخر ان کے آستانے سے

داغ بن کے آیا تھا بارگاہ اقدس میں
چاند بن کے نکلا ہوں اپنے پیرخانے سے

---

(۱) حضرت خواجہ محبوبِ رحمانیؒ جواہرات کی تجارت کرتے تھے

فتنۂ دہر ہے کیا، حشر کا منظر کیا ہے
میرے مرشد کی دعا ہے تو مجھے ڈر کیا ہے

آسماں ہے کہ مرے پیر کا شفقت بھرا ہاتھ
ایک سایہ سا یہ ہر دم مرے سر پر کیا ہے

مال و زر، علم و ہنر، منصب و اولاد و عزیز
جسم و سرمایہ جاں آپ سے بڑھ کر کیا ہے

اتنی فیاض ہے شبنم مرے سرکار کی ذات
جن کی فیاضی کے آگے یہ سمندر کیا ہے

------------○------------

سلام بخدمت
خواجہ محبوب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ

محمدؐ ابراہیم مسکین رحمانی صاحب

یا شہِ محبوبِ رحمانیؒ سلام
عاشقِ محبوبِ یزدانیؒ سلام

منظرِ نورِ خدائے ذُوالجلال
مظہرِ اوصافِ نورانی سلام

خواجگانِ چشت کے روشن چراغ
فخرِ جاں، انعامِ رحمانی سلام

یا امامِ جعفرِ صادقؓ کے لعل
یا شبیہِ غوث صمدانیؒ سلام

عاجز و مسکیں کا تحفہ ہو قبول
اے امیرِ بزمِ رحمانی سلام

پیش لفظ

شریعت رہبر صفات ہے۔ طریقت رہبر ذات ہے۔ شریعت قال ہے، قال سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے، طریقت حال ہے، حال سمجھایا نہیں جاتا، حال میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ "آگ" کاغذ پر لکھ دینے سے آگ کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی لیکن کوئی جلتا ہوا کوئلہ ہتھیلی پر رکھ دے تو بغیر کچھ کہے سنے آگ کی کیفیت سمجھ میں آجاتی ہے۔ اسی لئے اولیائے عظام رحمتہ اللہ علیہم میں سے بہت کم نے علم سلوک بیان کیا ہے۔ عام طور پر یہ حضرات اپنے طالبین کا تزکیہ نفس کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں محبت رسول اللہ ﷺ کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ یہ روشنی راہ بھی ہے، زادوراہ بھی ہے، رہبر جمال حق بھی ہے، آئینہ حق بھی ہے، ابتدائے منزل بھی ہے اور انتہائے منزل بھی ہے۔ یہ نور محبت جب کسی کے دل میں ظہور کرتا ہے تو اس کا تزکیہ نفس بھی ہوجاتا ہے اور اسے حشر کے میدان تک سب راہ نظر آنے لگتی ہے جس سے ایمان کامل نصیب ہوتا ہے۔ پھر اسے کوئی بھی راہ سے بھٹکا نہیں سکتا۔ دلیل کے یقین کو دلیل مٹادیتی ہے لیکن دید کے یقین کو موت بھی نہیں مٹا سکتی۔

۲۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ محبوب الٰہی، خواجہ نظام الدین اولیاء، زری زر بفت رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ مبارک میں حلقہ ہائے طریقت منعقد ہوتے تھے اور لنگر نور و تنور تقسیم ہوتا تھا۔ عوام الناس کو اولیاء اللہ کی بارگاہوں کا علم تھا۔ آپ کے مبارک دور کے بعد اولیاء اللہ عوام الناس کی رسائی سے باہر ہوگئے۔ جو تلاش حق میں صدق و خلوص کے مالک ہوتے تھے وہ جوئندہ یابندہ کے مصداق اولیاء اللہ کو ڈھونڈ لیتے اور اپنی منزل پالیتے۔ لیکن عوام الناس اولیاء اللہ کے فیضان سے محروم رہتے۔ پھر بیسویں صدی عیسوی کی تیسری دہائی میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے فریاد کی،

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

یہ دعا مقبول بارگاہ ہوئی اور پاکستان بننے کے فوراً بعد اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم پھر برملا خدمت خلق کرنے لگے۔ راقم الحروف نے سالار رحمانی، محبوبِ محبوب رحمانی، چمنِ رحمانی کے پھول، لعلِ رحمانی، شاہ محمد عارف خان، المعروف بہ بھائی جانِ قادری، چشتی، صابری، نظامی، رحمانی ؒ کی زبان مبارک سے یہ القائی ارشاد سنا کہ اب آخری دور ہے، اب اللہ کا متلاشی کوئی نہیں، اب اولیاء اللہ پردے سے باہر نکل کر جتنوں کو بچاسکتے ہیں بچالیں۔

۳۔ قیام پاکستان کے بعد جو حلقہ ہائے طریقت قائم ہوئے ان میں سب سے نمایاں حلقہ رحمانی ہے، جس کے بانی قطب الاقطاب، صدرالصدور، اعلیٰ حضرت صوفی شاہ انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری ؒ ہیں اور پاکستان میں اس حلقہ کی سربراہی اعلیٰ حضرت ؒ کے محبوب خلیفہ قطب الاقطاب، صدر الصدور، دلبند رسول، بحرِمعرفت، شیخ طریقت، غوث الوقت خواجہ شاہ محمد فاروق، الملقب خواجہ محبوب رحمانی، قادری، چشتی، صابری، نظامی، قدوسی، رحمانی ؒ کو سونپی گئی۔ اس حلقہ کے اجتماع ابتداء میں صابری مسجد رنچھوڑلائن میں اور بوہرہ پیر سے قریب ایک فلیٹ میں ہوتے تھے۔ طالبین کی تعداد مختصر تھی۔ اس کے بعد یہ اجتماع پہلے پاکستان کوارٹرز میں اور اس کے بعد جیکب لائن میں ہونے لگا۔ پھر جب آستانہ عالیہ صوفی شاہ محمد فاروق سٹریٹ جہانگیر روڈ میں تعمیر ہوا تو حلقہ رحمانی کے اجتماعات وہاں ہونے لگے اور اب تک وہیں ہوتے ہیں۔ یہ حلقہ بڑی تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ اس کے معتقدین پاکستان کے تقریباً ہر علاقے میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی حلقہ رحمانی سے منسلک احباب کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

۴۔ خواجہ محبوب رحمانی ؒ نے جہاں اپنے طالبین کا تزکیہ نفس کیا اور ان کے قلوب میں محبت رسول اللہ ﷺ کے چراغ روشن کئے وہاں اپنے منفرد انداز میں علم سلوک بیان فرمایا نیز قرآن شریف کی تفسیر صوفیانہ بھی بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بیشمار کیسٹوں میں محفوظ ہے نیز بعض طالبین کی کاپیوں میں بھی لکھا ہوا موجود ہے۔ آپ ؒ کے بیان کی ایک منفرد خوبی یہ ہے کہ بے نشان کی نشاندہی عام فہم الفاظ میں

کی گئی ہے اور طریقت کی مخصوص اصطلاحات، جو عوام الناس کی سمجھ سے باہر ہیں، انہیں استعمال نہیں کیا گیا۔

۵۔ خواجہ محبوب رحمانی ﷺ کی حیات مبارکہ اور تعلیمات پر مشتمل ایک جامع کتاب بعنوان "ربیع المجالس" ترتیب دی جاچکی ہے لیکن فی زمانہ وقت میں خیر وبرکت نہیں رہی اور دنیا کے ہنگامے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ بہت کم لوگ بڑی بڑی کتب کے مطالعے کیلئے وقت نکال سکتے ہیں۔ خواجہ محبوب رحمانی ﷺ کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کیلئے یہ مختصر کتاب ترتیب دی گئی ہے جس میں ان کے منتخب ملفوظات مختلف عنوانات کے تحت پیش کئے گئے ہیں تاکہ ان سے استفادہ کرنے میں آسانی ہو۔ ان ملفوظات میں علم سلوک بھی بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف اور احادیث مقدسہ کی تفسیر صوفیانہ بھی بیان کی گئی ہے۔ نیز اس مادہ پرستی کے دور میں جبکہ ابلیس دلیلوں سے انسانی ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کررہا ہے، یہ ارشادت ان کا مدلل جواب بھی ہیں، نشان راہ بھی ہیں اور نشان منزل بھی ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عاجزانہ کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اس مختصر کتاب کے ذریعے اپنی مخلوق کو نفع کثیر پہنچائیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

بندہ عاجز

محمد اختر الحق

قادری، چشتی، صابری، نظامی، رحمانی

خلیفہ مجاز خواجہ محبوب رحمانی ﷺ

عرض مولف

یہ بندہ عاجز کوئی خاص علم نہیں رکھتا۔ خوبی قسمت سے نوجوانی کے عالم میں اولیاء اللہ سے سر راہ ملاقات ہوگئی اور انہوں نے ازراہ ترحم میرا ہاتھ تھام کیا۔ ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ عالم دنیا میں بھی دیکھا گیا ہے کہ بڑے چھوٹوں کا ہاتھ تھام لیتے ہیں تاکہ وہ دنیا کے بازاروں میں کسی حادثے کا شکار نہ ہوجائیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ جانشین رسول اللہ ﷺ بھی اپنے طالبین کا ہاتھ تھام لیتے ہیں تاکہ ہنگامۂ حشر میں کسی حادثے کا شکار نہ ہوجائیں۔

۲۔ اس بندہ عاجز نے ۱۹۴۳ء میں ایف سی کالج لاہور سے انگریزی ادب میں ایم۔اے کا امتحان پاس کیا۔ ابتدائی تعلیم بھی انگریزی سکولوں اور کالجوں میں حاصل کی' اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کا بے پناہ کرم اور احسان ہے کہ اس معبود نے مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اور بچپن سے اپنے والدین کو نماز روزے کا پابند پایا۔ لیکن انگریزی تعلیم اور انگریزی سکولوں کے ماحول کی وجہ سے دین کی پابندی واجبی تھی۔ جب کالج سے نکلا تو یہ عالم تھا' ع

میری دانش ہے افرنگی مرا ایمان ہے زناری

۳۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل یہ عاجز ملازمت کے سلسلے میں دہلی گیا۔ وہاں حسن اتفاق سے سالارِ رحمانی' محبوبِ محبوب رحمانی' چمنِ رحمانی کے پھول' لعلِ رحمانی شاہ محمد عارف خان المعروف بہ "بھائی جان" قادری' چشتی' صابری' نظامی' رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس عاجز کی ملاقات ہوگئی۔ اس وقت وہ تلاش مرشد میں تھے اور اپنی بزرگی کو چھپایا ہوا تھا۔ ہماری طرح دفتر میں ملازمت کرتے تھے اور انگریزی لباس پہنتے تھے۔ میں ایک کھلنڈرا نوجوان تھا' نہ دین کا علم تھا نہ دنیا کا شعور تھا۔ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے میری اس طرح دیکھ بھال کی اور تربیت کی کہ مجھے احساس تک نہ ہوا کہ میری دیکھ بھال ہورہی ہے اور میں بہت سی برائیوں سے بچ بھی گیا اور میری تربیت بھی ہوگئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ سے مراسم

گہرے ہوتے گئے اور محبت پیدا ہوتی گئی۔ یہ بھی احساس پیدا ہوا کہ یہ کوئی اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندے ہیں جو دوسروں کی اسطرح فی سبیل اللہ نگرانی کرتے ہیں جو فی زمانہ والدین بھی اپنی اولاد کی نہیں کرسکتے۔ متواضع بھی بہت تھے، خدمتِ خلق کا ذوق و شوق بھی رکھتے تھے اور طبیعت طمع و لالچ سے یکسر پاک تھی۔ یہاں اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز سے جو حسنِ سلوک کیا وہ میری کسی خوبی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ان کا اپنا حسن عطا تھا اور ان سے جو محبت اس عاجز کے دل میں پیدا ہوئی وہ بھی انہوں نے ازرہِ لطف وکرم عطا فرمائی۔

۴۔ پاکستان بننے کے بعد ہم کراچی آگئے۔ یہاں آکر بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد کامل مل گئے جن کی انہیں ایک عرصہ سے تلاش تھی۔ میری مراد قطب الاقطاب، صدر الصدور، دلبند رسول، بحرِ معرفت، شیخِ طریقت، غوث الوقت، خواجہ محبوبِ رحمانی، شاہ محمد فاروق، قادری، چشتی، صابری، نظامی، قدوسی، رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ایک دن بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں اختر الحق اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے مرشد کامل مل گئے ہیں۔ تم بھی میرے ساتھ چل کر ان کی خدمت میں حاضری دو اور بیعت کرلو۔ میں نہ اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم کے بارے میں کچھ جانتا تھا نہ بیعت کی اہمیت سے واقف تھا۔ عرض کی کہ بھائی جان میں تو دنیا دار گنہگار انسان ہوں، اس راہ کے قابل نہیں۔ مسکرا کر فرمایا میاں میں تو تمہیں ایسے بزرگ کے پاس لے کر جارہا ہوں جن کے بیوی بچے بھی ہیں اور جو اپنا کاروبار بھی کرتے ہیں۔ وہ تم سے دنیا نہیں چھڑائیں گے۔ پھر فرمایا میاں اولیاء اللہ کے پاس جو جاتا ہے وہ نجات حاصل کرنے کیلئے جاتا ہے۔ اب ان نجات کی تلاش میں جانے والوں میں اللہ تعالیٰ چند ایک کو چن کر دوسروں کی نجات کا واسطہ اور وسیلہ بنا دیتا ہے۔ تمہیں نجات کی تو ضرورت ہے۔ چنانچہ میں بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی حضور یہ میرا دہلی کا دوست ہے وہاں ہم دنیا کے اشغال میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔ اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ازراہ لطف وکرم آپ کی غلامی کا شرف عطا فرمایا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس راہ میں بھی یہ میرا ساتھی رہے۔ حضرت محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا "میاں دوست کا

دوست بھی دوست ہوتا ہے''۔ اس ایک جملے نے میری داستانِ حیات بدل دی اور علامہ اقبال ؒ کا یہ شعر کچھ کچھ میری سمجھ میں آگیا۔ ع

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اب اس عاجز کے پاس جو کچھ ہے وہ عطائے نگاہِ دوست ہے' ظہور دعائے دوست ہے۔ یہ عاجز سرتاپا پروردہ فضل وکرم ہے۔

۵۔ بیعت کے فوراً بعد اس عاجز نے خواب دیکھا کہ اپنے سیدی و مرشدی کے ہمراہ آستانہ شہنشاہ ہند' غریب نواز' عطائے رسول' خواجہ خواجگاں' حضرت خواجہ معین الدین چشتی' اجمیری' ؒ پر حاضر ہوں۔ دیگر اہل حلقہ بھی حاضر ہیں۔ ہم سب قبر مبارک کے چاروں طرف حلقہ بناکر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ مزار مبارک سے آواز آئی ''جنت تمہاری ہوچکی۔ اب جنت کے حصول کی نیت سے کوئی عمل نہ کرنا بلکہ خوشنودی باری تعالی کی نیت سے عبادت کرنا''۔ اس کے بعد تو سیر رویا شروع ہوگئی اور بیشمار مقامات مقدسہ' خانہ کعبہ' اور مدینہ منورہ کے زیارتیں ہوئیں۔ یہ بندہ عاجز حیران تھا کہ نہ تو کوئی عمل پاس ہے اور نہ ہی مقامات مقدسہ کا خیال دل میں ہے۔ صرف مرشد کامل کا ہاتھ تھامتے ہی زیارتیں شروع ہوگئیں۔ حضور بھائی جان ؒ ہر معاملے میں میری رہبری اور رہنمائی فرماتے رہے کیونکہ سیدی مرشدی نے انہیں حلقے کی تعلیم و تربیت کیلئے مقرر فرمایا تھا۔

۶۔ ۱۹۷۰ عیسوی میں سیدی و مرشدی نے چند پیر بھائیوں کے ساتھ اس عاجز کو بھی دستار خلافت سے سرفراز فرمایا حالانکہ بندہ نہ اسکی طلب رکھتا تھا اور نہ ہی خود کو اس کا اہل سمجھتا تھا۔ یہ بھی سیدی و مرشدی کا حسنِ کرم ہے' حسنِ عطاہے' میرا حسنِ عمل نہیں۔

۷۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ؒ ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے باری تعالی میرے اہلِ حلقہ کو قوتِ گویائی عطا فرما' تاکہ یہ جو تعلیم مجھ سے حاصل کریں اسے آگے تیری مخلوق تک پہنچائیں۔ نجی محفلوں میں بھی اپنے غلاموں سے یہی ارشاد فرماتے تھے کہ اس فقیر نے تمہاری تعلیم و تربیت فی سبیل اللہ کی ہے۔ اس کا شکر اس طرح ادا کرو کہ تم بھی یہ تعلیم مخلوق خدا تک

فی سبیل اللہ پہنچاؤ۔ اسی ارشاد کی تعمیل میں یہ مختصر کتاب پیش کی جارہی ہے۔ اللہ تعالی اس عاجزانہ کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اس کے ذریعے اپنی مخلوقِ کو نفع کثیر پہنچائیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

بندہ عاجز

محمد اخترالحق

قادری، چشتی، صابری، نظامی، رحمانی

خلیفہ مجاز خواجہ محبوب رحمانی ﷺ

تقریظ

حضرت شبنم رومانی رحمانی صاحب

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت مختلف سطحوں پر اور مختلف حوالوں سے کرتا ہے۔ "وحی" ان میں سب سے ارفع و اعلیٰ ترسیل پیغام خداوندی ہے جو صرف پیغمبروں کے قلوب پر نازل کی جاتی ہے کیونکہ وہی اس بارِ عظیم کو سنبھال سکتے ہیں! وحی کے بعد ترسیلِ امر ربی کے اور بھی مدارج ہیں مثلاً الہام' القاء'وجدان' وغیرہ۔ شاعری کو "جزویست از پیغمبری" جو کہا گیا ہے اس میں یہی نکتہ مضمر ہے۔ اگر وہ واقعی شاعری ہے تو کارِ پیغمبری کی توسیع ہے۔ مگر واقعی شاعری کی شرط بہت کڑی ہے۔ اقبال ﷺ جو کہتے ہیں ع' مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ۔ اس سے مراد عام یا عامیانہ شاعری ہے' قرآن نے جس کی تکذیب کی ہے اور اقبال نے جس سے براءَت چاہی ہے' ورنہ شاعری شعور سے مشتق ہے اور شعور باطنی ایک حقیقی شاعر کا سب سے بڑا منبع فکر وخیال ہوتا ہے اور شعور باطنی کا سوتا "وجدان" سے پھوٹتا ہے اور وجدان ابلاغ وہبی ہے۔ غور کیجئے تو نیکیاں پھیلانے اور برائیوں کو روکنے' خود کو پہچاننے اور خدا کو پہچاننے کا سلسلہ از آدم علیہ السلام تا ایں دم جاری ہے اور قیامت تک جاری رہیگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے قلوب پر روشنی کس طرح نزول کرتی ہے' اور ان کے وجود میں خوشبو کسی طرح حلول کرتی ہے' مگر میں یہ ضرور سمجھ سکتا ہوں کہ کون کہاں سے بول رہا ہے۔ سرسے' یاگلے سے' یا سینے سے' یا قلب سے' یا پورے وجود سے۔ میں نے جن بزرگ کا ہاتھ پکڑا وہ پورے قد کے انسان اور پورے وجود کے درویش تھے۔ میں نے بیعت کئے بغیر زندگی کے کئی برس ان کی ارادت میں گذارے ہیں۔ زبان اور دل کے اقرار میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ دل کا اقرار زبان کے اقرار سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ سچ پوچھئے تو یہ سارا کھیل ہی دلوں کا ہے۔ پیر اپنے مرید کے قلب کو مٹھی میں لے لیتا ہے' اسی کا نام

بیعت ہے۔

میرے پیر و مرشد خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ میرا کڑا انتخاب تھے۔ میں خوبصورتی کا جویا تھا وہ مجسم حسن تھے۔ میں عمل پر نظر رکھتا تھا، وہ قرآن وسنت کے عامل کامل تھے۔ میں سیرت نبوی کو اپنی اِن گناہگار آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی تمام روشنیوں کے ساتھ جہان معنی میں اور مسندِ فقر پر موجود تھے۔

اولیاء اللہ اپنے مادی وجود کو راہِ خدا میں فنا کرکے روحانیت سے دمکتے ہوئے ایک نئے وجود میں ڈھل جاتے ہیں اور تب وہ جو سوچتے ہیں، جو کہتے ہیں، جو کرتے ہیں، وہ سب کا سب وجدانی، القائی اور الہامی ہوتا ہے۔ تب وہ بند آنکھوں سے دونوں جہانوں کا نظارہ کرنے اور کھلی آنکھوں سے اشیاء کے آرپار دیکھنے پر قادر ہوجاتے ہیں۔ تب ان کا کیا ہوا ہر کام حکم ربی کی تعمیل، اور ان کا کہا ہوا ہر لفظ رضائے الہٰی کی ترسیل ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ملفوظات اسی سبب محفوظ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ یہ تصوف کا کلچر ہے۔ جس طرح رسول ﷺ کا ہر قول منشائے الہٰی کا تابع ہوتا ہے، اسی طرح عاشقان رسول ﷺ کا ہر قول انشائے رسول ﷺ کی خوشبو سے مہکتا ہے۔ تلاش کرنے والے انکا ماخذ قرآن اور احادیث میں ضرور تلاش کریں مگر یہ ترجمہ نہیں، ترجمانی ہے اور عقیدت رکھنے والے بجا طور پر ان روشن ملفوظات کو قربِ الہٰی اور حبِ رسول ﷺ کا واسطہ اور راستہ ہی سمجھیں گے۔

خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کے قدموں میں بیٹھنے اور ان کی جاں نواز گفتگو سننے کا مجھے بھی اعزاز حاصل رہا ہے۔ ان کی مسند آسمان کا ٹکڑا اور ان کا روئے مبارک ماہ کامل تو تھا ہی، مگر ان کے ارشادات کا کچھ اور ہی عالم تھا۔ ایک ایک لفظ سچے موتی کی طرح چمکتا تھا اور ایک ایک بات سے حیات و کائنات کے اسرار کی گرہیں کھلتی چلی جاتی تھیں۔ ع

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

میں ادب کا آدمی ہوں اور حضرت پیر و مرشد جامع الادب تھے۔

ان کی لائبریری بہت قیمتی تھی مگر ان کا علم کسبی سے کہیں زیادہ وہبی تھا۔ کتابوں میں وہ نہیں لکھا ہوتا' اللہ والے جس کو پڑھ لیتے ہیں' سو ان کا ایک ایک فقرہ دل میں ترازو ہوجاتا تھا۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو سلوک سمجھایا بھی اور سلوک سے گزارا بھی۔ ان کے ارشادات عالیہ سے دماغ پر نہیں' دل پر چوٹ پڑتی تھی اور سائل تڑپ اٹھتا تھا۔ یہی فقراء کا اسلوب رہا ہے۔' سو حضرت گرامی فقیر بے نظیر تھے اور ادب کے تمام اسالیب ان کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ علائق دنیوی کو ترک کرنے کی بجائے وہ دنیا کو صحیح طور پر برتنے اور زندگی کو خوبی کے ساتھ گذارنے کا درس دیتے تھے۔ فرماتے ہیں :

"علم حاصل کرنا آسان ہے' عمل مشکل ہے۔ فتویٰ دینا آسان ہے' تقویٰ مشکل ہے۔

علم کی حقیقت عمل ہے' عمل کی حقیقت اخلاص ہے' اخلاص کی حقیقت قرب الٰہی ہے"۔

حیات اور مقصد حیات کے بارے میں وہ بڑا واضح تصور رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ کشف وکرامات سے متاثر کرنے کے بجائے عمل صالح اور اخلاقِ حسنہ کا آئینہ دکھاتے تھے۔ عمل اور اخلاق ہی سے زندگیَ جنت بھی بنتی ہے اور جہنم بھی۔ سو وہ تمام زندگی اپنے معتقدین کو صحیح سمت دکھاتے اور ان کا قبلہ درست کرتے رہے۔ حضرت کا ارشاد ہے کہ "مقصدِ حیات کسی کو کوئی شعبدہ دکھانا نہیں بلکہ خاموشی سے آگے آنے والے اندھیرے کیلئے روشنی پیدا کرنا ہے"۔

حضرت کے ارشادات عالیہ جگہ جگہ ادبیات عالیہ کا نعم البدل نظر آتے ہیں'

"پھول سے بھڑ بھی رس حاصل کرتی ہے اور شہد کی مکھی بھی رس حاصل کرتی ہے' مگر بھڑ زہر بناتی ہے اور شہد کی مکھی شہد بناتی ہے۔

ہمارا نام جو ماں باپ نے رکھا ہے وہ نام نہیں نشان ہے۔ نام تو وہ ہے جو اس عالم دنیا میں ہم اپنے حسن عمل سے پیدا کریں۔"

حضرت والا کے ان ملفوظات کا انتخاب ان کے مرید سحرنویداور خلیفہ خوش وظیفہ حضرت محمد اخترالحق رحمانی دامت برکاتہم العالیہ نے بڑی محنت اور ذہانت سے کیا ہے۔ پھران منتخب ملفوظات کو بہت احتیاط اور سلیقے کے ساتھ مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے تاکہ ان سے استفادہ کرنے میں آسانی ہو۔ یہ ایک تربیت یافتہ نگاہ اور مرتب ذہن کا کام ہے۔ ملفوظات خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کے اس انتخاب کے بارے میں حضرت محمد اخترالحق رحمانی نے جو کلمات تعارف "پیش لفظ" کے عنوان کے تحت لکھے ہیں ان سے شریعت اور طریقت، مشائخ و اولیاء اور سلسلہ رحمانی کی تاریخ اور فیوض و برکات پر بھر پور روشنی پڑتی ہے۔ یہ ایک اچھا نثرپارہ بھی ہے اور ایک بہت اچھے اور بہت بڑے کام کا آغاز بھی، جو توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

اللہ تبارک وتعالی برادر بزرگ حضرت محمد اخترالحق رحمانی کو صحت اور سلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے تاکہ وہ اس ہفت خوان کو طے کرسکیں اور بندگان خدا کی ہدایت کیلئے ادبیات دینی میں ایسی مزید کتابوں کا اضافہ کرسکیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

خواجہ محبوب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر و مرشد، قطب الاقطاب، صدر الصدور، اعلیٰ حضرت صوفی شاہ محمد انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات

اعلیٰ حضرت کا سلسلہ نسب اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے اور اسی نسبت سے آپ قدوسی کہلاتے ہیں۔ وطن مالوف سہارنپور شریف ہے۔ آپ کے والد محترم پیرجی محمد فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ خود بھی بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو علوم دین سے آراستہ کیا اور کسب معاش کیلئے نقشہ نویسی کا کام سکھا دیا۔

۱۹۱۵ء میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بمبئی تشریف لے گئے اور ایک دفتر میں ملازمت اختیار کی۔ اسی زمانے کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ایک دن دفتر پہنچنے پر انگریز افسر اعلیٰ نے بلاکر ایک نقشہ دے کر کہا کہ اسے فوراً بناکر لاؤ یہ بہت ضروری ہے۔ نقشہ کی تکمیل سے قبل ظہر کی اذان ہوگئی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نقشہ چھوڑکر نماز پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر انگریز افسر نے بلاکر نقشہ طلب کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نماز پڑھنے گیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر میں مکمل کرکے لاتا ہوں۔ افسر نے غصے سے کہا بابو انعام نوکری کروگے یا نماز پڑھوگے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے اپنی میز پر تشریف لائے اور نقشہ لپیٹ کر انگریز افسر کی میز پر جاکر رکھ دیا اور فرمایا صاحب انعام تو نماز پڑھے گا نوکری نہیں کریگا۔ یہ کہہ کر ملازمت چھوڑکر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اللہ والے صرف اللہ پر توکل کرتے ہیں اور غیراللہ کے سامنے کبھی نہیں جھکتے۔ پردیس میں کسب معاش کا کوئی متبادل انتظام نہ ہونے کے باوجود اس ملازمت کو چھوڑدیا جو

تعمیل احکام الٰہی میں حارج ہورہی تھی۔ انگریز افسر شام کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور معافی مانگی اور کام پر واپس بلالیا۔

اس امتحان میں کامیابی کے بعد بارگاہ رب العزت سے انعام عطا ہوا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام سے گذر رہے تھے کہ وہاں حضرت مولانا شاہ شبیر احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو ان دنوں دکن سے بمبئی تشریف لائے ہوئے تھے، کا وعظ ہورہا تھا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی وعظ سننے کھڑے ہوگئے۔ جونہی حضرت شاہ صاحب کی نظران پر پڑی پہچان لیا کہ یہ شہبازِ بلند پرواز ہے۔ اپنے پاس بلاکر فرمایا تم میرے پاس ہی رہو۔ اعلیٰ حضرت بھی یہی چاہتے تھے۔ پاس رہ کر اپنے پیر و مرشد کی پاکیزہ زندگی اور کرامات کا مشاہدہ کیا تو بے حد متاثر ہوئے اور والد ماجد کو خط لکھ کر اجازت بیعت لی اور حضرت شاہ صاحب نے انہیں شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور اپنی توجہ خاص سے تربیت کا اہتمام فرمایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلب تو پہلے ہی اللہ کی یاد سے معمور تھا مرشد پاک کی توجہ سے تکمیل میں دیر نہ لگی اور جلد ہی حضرت شاہ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تکمیل فرماکر خلافت سے سرفراز فرمایا اور اجازت بیعت اور مخلوق کی رشد وہدایت کی خدمت سپرد فرمائی اور خلیفہ مجاز بنایا۔

۱۹۳۱ء میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لے آئے اور معاش کیلئے تجارت کا آزاد پیشہ اپنایا۔ صبح سے لیکر شام تک دکان پر تشریف فرمارہتے اور کاروبار فرماتے لیکن زبان پر ذکراللہ جاری رہتا اور قلب یادِ الٰہی سے معمور رہتا۔ پورے قواعدِ شرعیہ کی پابندی کے ساتھ نہایت صاف گوئی اور سادگی سے کاروبار فرماتے۔ آپ کی دکان پر بیٹھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ تعلیمات معاملات کی درسگاہ ہے جہاں حلال دنیا حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ کسب حلال کی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مخلوق خدا کی خدمت اور رہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۲ء میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کاوبار اپنے بڑے صاجزادے جناب عطاء الرحمٰن صاحب کے سپرد فرماکر خانہ نشینی اختیار فرمائی اور پورا وقت اپنے رب کی عبادت اور معتقدین و مریدین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ آپ کے کشف وکرامات کے واقعات خواجہ محبوبِ رحمانی

رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک میں "عظمت اولیاء عظام رحمتہ اللہ علیہم" کے باب میں درج ہیں۔ لیکن کچھ واقعات جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) ۱۹۳۷ء میں سہارنپور شریف میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا بھائی یعقوب انگریز کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اب بہت جلد وہ جانے والا ہے۔ جب ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی رحمۃ اللہ علیہ نے جاکر عرض کیا حضور آپ درست فرماتے تھے۔ اب برطانیہ ختم ہوجائیگا۔ اور ہندوستان کو آزادی مل جائیگی۔ ہنس کر فرمایا نہیں بھائی۔ اس جنگ میں برطانیہ فاتح ہوگا جرمن تباہ ہوگا۔ پھر انگریز کو ہندوستان سے رخصت کردیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور برطانیہ جنگ جیت کر ۱۹۴۷ء میں خود ہی ہندوستان سے رخصت ہوگیا۔

(۲) جب حکیم محمد یعقوب قدوسی رحمۃ اللہ علیہ نے علم طب حاصل کرنے کے بعد سہارنپور میں اپنا مطب کھولا تو ان پر کچھ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ تھا کیونکہ ان کے والد محترم انتقال فرماچکے تھے اور مطب سے آمدنی واجبی تھی۔ چنانچہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی اللہ بڑا کارساز ہے وہ ضرور کوئی سبب پیدا فرمائے گا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محلے میں ایک ہندو سیٹھ رہتا تھا جس کی اکلوتی بیٹی ایک عرصے سے بیمار تھی۔ ہندوستان کے نامی گرامی ڈاکٹروں کو سہارنپور بلاکر ان سے علاج کرایا لیکن مریضہ کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ بالآخر سب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ ہر طرف سے مایوس ہوکر اس ہندو سیٹھ نے جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا بھیجا۔ حکیم صاحب نے جاکر دیکھا کہ اس لڑکی میں زندگی کے بہت کم آثار تھے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اب اس آخری مرحلے پر اسکا کیا علاج کیا جائے۔ آخر میں انہوں نے ہندو سیٹھ سے کہا کہ میں تھوڑی دیر بعد آکر بتلاؤں گا کہ میں علاج کرسکتا ہوں یا نہیں۔ فوراً ہی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام ماجرا بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا پھر حضرت آپ علاج بھی تجویز فرمادیں کیونکہ میری

تعمیل احکام الٰہی میں حارج ہورہی تھی۔ انگریز افسر شام کو اعلیٰ حضرت ﷫ کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور معافی مانگی اور کام پر واپس بلالیا۔

اس امتحان میں کامیابی کے بعد بارگاہ رب العزت سے انعام عطا ہوا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ ایک مقام سے گذر رہے تھے کہ وہاں حضرت مولانا شاہ شبیر احمد انصاری ﷫ جو ان دنوں دکن سے بمبئی تشریف لائے ہوئے تھے، کا وعظ ہورہا تھا اعلیٰ حضرت ﷫ بھی وعظ سننے کھڑے ہوگئے۔ جونہی حضرت شاہ صاحب کی نظران پر پڑی پہچان لیا کہ یہ شہباز بلند پرواز ہے۔ اپنے پاس بلاکر فرمایا تم میرے پاس ہی رہو۔ اعلیٰ حضرت بھی یہی چاہتے تھے۔ پاس رہ کر اپنے پیر و مرشد کی پاکیزہ زندگی اور کرامات کا مشاہدہ کیا تو بے حد متاثر ہوئے اور والد ماجد کو خط لکھ کر اجازت بیعت لی اور حضرت شاہ صاحب نے انہیں شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور اپنی توجہ خاص سے تربیت کا اہتمام فرمایا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کا قلب تو پہلے ہی اللہ کی یاد سے معمور تھا مرشد پاک کی توجہ سے تکمیل میں دیر نہ لگی اور جلد ہی حضرت شاہ شبیر احمد ﷫ نے اعلیٰ حضرت ﷫ کی تکمیل فرماکر خلافت سے سرفراز فرمایا اور اجازت بیعت اور مخلوق کی رشد وہدایت کی خدمت سپرد فرمائی اور خلیفہ مجاز بنایا۔

۱۹۳۱ء میں اعلیٰ حضرت ﷫ سہارنپور تشریف لے آئے اور معاش کیلئے تجارت کا آزاد پیشہ اپنایا۔ صبح سے لیکر شام تک دکان پر تشریف فرمارہتے اور کاروبار فرماتے لیکن زبان پر ذکراللہ جاری رہتا اور قلب یاد الٰہی سے معمور رہتا۔ پورے قواعدِ شرعیہ کی پابندی کے ساتھ نہایت صاف گوئی اور سادگی سے کاروبار فرماتے۔ آپ کی دکان پر بیٹھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ تعلیمات معاملات کی درسگاہ ہے جہاں حلال دنیا حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ کسب حلال کی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت ﷫ مخلوق خدا کی خدمت اور رہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۲ء میں اعلیٰ حضرت ﷫ نے کاوبار اپنے بڑے صاجزادے جناب عطاء الرحمٰن صاحب کے سپرد فرماکر خانہ نشینی اختیار فرمائی اور پورا وقت اپنے رب کی عبادت اور معتقدین و مریدین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ آپ کے کشف وکرامات کے واقعات خواجہ محبوبِ رحمانی

ﷺ کی زبان مبارک میں ''عظمت اولیاء عظام رحمتہ اللہ علیہم'' کے باب میں درج ہیں۔ لیکن کچھ واقعات جو اعلیٰ حضرت ﷺ کے عزیز جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ نے بیان فرمائے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) ۱۹۳۷ء میں سہارنپور شریف میں اعلیٰ حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بھائی یعقوب انگریز کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اب بہت جلد وہ جانے والا ہے۔ جب ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو جناب حکیم محمدیعقوب قدوسی ﷺ نے جاکر عرض کیا حضور آپ درست فرماتے تھے۔ اب برطانیہ ختم ہوجائیگا۔ اور ہندوستان کو آزادی مل جائیگی۔ ہنس کر فرمایا نہیں بھائی۔ اس جنگ میں برطانیہ فاتح ہوگا جرمن تباہ ہوگا۔ پھر انگریز کو ہندوستان سے رخصت کردیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور برطانیہ جنگ جیت کر ۱۹۴۷ء میں خود ہی ہندوستان سے رخصت ہوگیا۔

(۲) جب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ نے علم طب حاصل کرنے کے بعد سہارنپور میں اپنا مطب کھولا تو ان پر کچھ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ تھا کیونکہ ان کے والد محترم انتقال فرماچکے تھے اور مطب سے آمدنی واجبی تھی۔ چنانچہ وہ اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا بھائی اللہ بڑا کارساز ہے وہ ضرور کوئی سبب پیدا فرمائے گا۔ حکیم صاحب ﷺ کے محلے میں ایک ہندو سیٹھ رہتا تھا جس کی اکلوتی بیٹی ایک عرصے سے بیمار تھی۔ ہندوستان کے نامی گرامی ڈاکٹروں کوسہارنپور بلاکر ان سے علاج کرایا لیکن مریضہ کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ بالاخر سب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ ہر طرف سے مایوس ہوکر اس ہندو سیٹھ نے جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ کو بلا بھیجا۔ حکیم صاحب نے جاکر دیکھا کہ اس لڑکی میں زندگی کے بہت کم آثار تھے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اب اس آخری مرحلے پر اسکا کیا علاج کیا جائے۔ آخر میں انہوں نے ہندو سیٹھ سے کہا کہ میں تھوڑی دیر بعد آکر بتلاوں گا کہ میں علاج کرسکتا ہوں یا نہیں۔ فورا ہی اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام ماجرا بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا میاں زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا پھر حضرت آپ علاج بھی تجویز فرمادیں کیونکہ میری

تعمیل احکام الٰہی میں حارج ہورہی تھی۔ انگریز افسر شام کو اعلیٰ حضرت ﷫ کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور معافی مانگی اور کام پر واپس بلالیا۔

اس امتحان میں کامیابی کے بعد بارگاہ رب العزت سے انعام عطا ہوا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ ایک مقام سے گذر رہے تھے کہ وہاں حضرت مولانا شاہ شبیر احمد انصاری ﷫ جو ان دنوں دکن سے بمبئی تشریف لائے ہوئے تھے، کا وعظ ہورہا تھا اعلیٰ حضرت ﷫ بھی وعظ سننے کھڑے ہوگئے۔ جونہی حضرت شاہ صاحب کی نظران پر پڑی پہچان لیا کہ یہ شہباز بلند پرواز ہے۔ اپنے پاس بلاکر فرمایا تم میرے پاس ہی رہو۔ اعلیٰ حضرت بھی یہی چاہتے تھے۔ پاس رہ کر اپنے پیر و مرشد کی پاکیزہ زندگی اور کرامات کا مشاہدہ کیا تو بے حد متاثر ہوئے اور والد ماجد کو خط لکھ کر اجازت بیعت لی اور حضرت شاہ صاحب نے انہیں شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور اپنی توجہ خاص سے تربیت کا اہتمام فرمایا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کا قلب تو پہلے ہی اللہ کی یاد سے معمور تھا مرشد پاک کی توجہ سے تکمیل میں دیر نہ لگی اور جلد ہی حضرت شاہ شبیر احمد ﷫ نے اعلیٰ حضرت ﷫ کی تکمیل فرماکر خلافت سے سرفراز فرمایا اور اجازت بیعت اور مخلوق کی رشد وہدایت کی خدمت سپرد فرمائی اور خلیفہ مجاز بنایا۔

۱۹۳۱ء میں اعلیٰ حضرت ﷫ سہارنپور تشریف لے آئے اور معاش کیلئے تجارت کا آزاد پیشہ اپنایا۔ صبح سے لیکر شام تک دکان پر تشریف فرمارہتے اور کاروبار فرماتے لیکن زبان پر ذکراللہ جاری رہتا اور قلب یاد الٰہی سے معمور رہتا۔ پورے قواعدِ شرعیہ کی پابندی کے ساتھ نہایت صاف گوئی اور سادگی سے کاروبار فرماتے۔ آپ کی دکان پر بیٹھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ تعلیمات معاملات کی درسگاہ ہے جہاں حلال دنیا حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ کسب حلال کی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت ﷫ مخلوق خدا کی خدمت اور رہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۲ء میں اعلیٰ حضرت ﷫ نے کاوبار اپنے بڑے صاحبزادے جناب عطاء الرحمٰن صاحب کے سپرد فرماکر خانہ نشینی اختیار فرمائی اور پورا وقت اپنے رب کی عبادت اور معتقدین و مریدین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ آپ کے کشف وکرامات کے واقعات خواجہ محبوبِ رحمانی

ﷺ کی زبان مبارک میں ''عظمت اولیاء عظام رحمتہ اللہ علیہم'' کے باب میں درج ہیں۔ لیکن کچھ واقعات جو اعلیٰ حضرت ﷺ کے عزیز جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ نے بیان فرمائے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) ۱۹۳۷ء میں سہارنپور شریف میں اعلیٰ حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بھائی یعقوب انگریز کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اب بہت جلد وہ جانے والا ہے۔ جب ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ نے جاکر عرض کیا حضور آپ درست فرماتے تھے۔ اب برطانیہ ختم ہوجائیگا۔ اور ہندوستان کو آزادی مل جائیگی۔ ہنس کر فرمایا نہیں بھائی۔ اس جنگ میں برطانیہ فاتح ہوگا جرمن تباہ ہوگا۔ پھر انگریز کو ہندوستان سے رخصت کردیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور برطانیہ جنگ جیت کر ۱۹۴۷ء میں خود ہی ہندوستان سے رخصت ہوگیا۔

(۲) جب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ نے علمِ طب حاصل کرنے کے بعد سہارنپور میں اپنا مطب کھولا تو ان پر کچھ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ تھا کیونکہ ان کے والد محترم انتقال فرماچکے تھے اور مطب سے آمدنی واجبی تھی۔ چنانچہ وہ اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا بھائی اللہ بڑا کارساز ہے وہ ضرور کوئی سبب پیدا فرمائے گا۔ حکیم صاحب ﷺ کے محلے میں ایک ہندو سیٹھ رہتا تھا جس کی اکلوتی بیٹی ایک عرصے سے بیمار تھی۔ ہندوستان کے نامی گرامی ڈاکٹروں کو سہارنپور بلاکر ان سے علاج کرایا لیکن مریضہ کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ بالاخر سب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ ہر طرف سے مایوس ہوکر اس ہندو سیٹھ نے جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی ﷺ کو بلا بھیجا۔ حکیم صاحب نے جاکر دیکھا کہ اس لڑکی میں زندگی کے بہت کم آثار تھے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اب اس آخری مرحلے پر اسکا کیا علاج کیا جائے۔ آخر میں انہوں نے ہندو سیٹھ سے کہا کہ میں تھوڑی دیر بعد آکر بتلاوں گا کہ میں علاج کرسکتا ہوں یا نہیں۔ فوراً ہی اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام ماجرا بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا میاں زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا پھر حضرت آپ علاج بھی تجویز فرمادیں کیونکہ میری

سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا۔ ارشاد فرمایا میاں خمیرہ گاؤ زبان سادہ دو اور ان سے کہو کہ وقفے وقفے سے تھوڑا تھوڑا اس لڑکی کی زبان پر ملتے رہیں۔ کیونکہ وہ لڑکی نہ آنکھیں کھول سکتی تھی نہ منہ کھول سکتی تھی۔ چنانچہ حکیم صاحب نے علاج شروع کر دیا۔ خدا کی شان پندرہ بیس روز میں اس لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اعلیٰ حضرت ﷺ کے مشورے سے خمیرہ گاؤ زبان کی مقدار بڑھائی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ لڑکی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور اور اعلیٰ حضرت ﷺ کی تجویز کردہ دوا سے اس کا مکمل علاج ہوگیا۔ دوا کا تو پردہ تھا' شفا تو اعلیٰ حضرت ﷺ کی دعا اور توجہ سے ہوگئی۔ اس ہندو سیٹھ نے ایک چیک دستخط کرکے جناب حکیم صاحب کو دیدیا کہ جو جی چاہے اسمیں رقم بھرلو۔ حکیم صاحب پھر اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے مسکراکر فرمایا بھائی اللہ تعالی نے آپ کی گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ جو اخراجات آپ کو درکار ہیں وہی رقم اسمیں بھرلو' نہ کم نہ زیادہ۔ چنانچہ حکیم صاحب نے پانچ ہزار روپے بھرکر چیک بھنوا لیا۔ اس سیٹھ نے بلاکر کہا کہ آپ نے میری بیٹی کی زندگی بچائی ہے میں آپ کو اس سے زیادہ رقم دینا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے فرمایا زندگی بچانے والا اللہ ہے۔ مجھے اس سے زیادہ لینے کی اجازت نہیں۔

(۳) جب جناب حکیم محمد یعقوب قدوسی صاحب ﷺ نے پاکستان ہجرت کرنے کا فیصلہ کرلیا تو پھر اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور اب ہندوستان میں مسلمانوں کی جان' مال اور آبرو محفوظ نہیں مجھے پاکستان جانے کی اجازت دیجئے۔ ارشاد فرمایا میاں اگر تم اللہ کے باغی نہیں ہوتو ہندوستان میں بھی کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا اور اگر تم اللہ کے باغی ہو تو یاد رکھو وہ پاکستان میں بھی سزا دینے پر قادر ہے۔

اعلیٰ حضرت ﷺ کا وصال مبارک ۴ فروری ۱۹۵۴ ء بمطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۷۲ ھ کو سہارنپور شریف میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خواجہ محبوبِ رحمانی رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ زندگی

۱۔ ایک دفعہ اس عاجز نے ایک خواب دیکھا کہ سالارِ رحمانی، چمنِ رحمانی کے پھول، لعلِ رحمانی، محبوبِ محبوبِ رحمانی شاہ محمد عارف خان المعروف بہ بھائی جان ﷺ سے کسی بزرگ نے پوچھا کہ حضرت آپ کا سلسلہ کونسا ہے؟ بھائی جان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت میرا سلسلہ چشتیہ جعفریہ ہے۔ میں نے یہ خواب خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کو سنا کر عرض کیا حضور یہ چشتیہ جعفریہ کونسا سلسلہ ہے؟ مسکرا کر فرمایا بھئی میاں عارف نے میری نسبت کی وجہ سے یہ کہا کیونکہ اس فقیر کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کا روحانی شجرہ تو سرکارِ دوعالم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ سے ملتا ہی ہے، آپ کا نسبی سلسلہ بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا سرکارِ دوعالم ﷺ سے ملتا ہے۔

۲۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی خاندان کے بزرگوں نے پیشنگوئی فرمادی تھی کہ ہمارے خاندان میں ایک چراغ پیدا ہونے والا ہے۔ چنانچہ آپ کی والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا نے، جو خود بھی ولیہ، طاہرہ، عابدہ تھیں، آپ کی دیکھ بھال اور تربیت میں بڑی احتیاط برتی اور حرام تو درکنار، مکروہات تک سے بچا کر رکھا۔ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا نے بچپن ہی سے آپ کو نماز تہجد پڑھنے کی عادت ڈال دی۔ تہجد پڑھ کر جب آپ بچپن کی وجہ سے مصلے پر سوجاتے تو والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا آپ کے کان میں کلمہ طیب پڑھ پڑھ کر آپ کو بیدار کرتیں۔ پھر آپ فجر کی نماز اور اشراق کے نوافل پڑھ کر آرام فرماتے۔ تمام زندگی خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کا یہی دستورالعمل رہا۔ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کو خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ سے اپنی تمام اولاد سے بڑھ کر پیار تھا اور آپ کی تربیت اور دیکھ بھال پر خصوصی توجہ دیتی تھیں نیز ہر معاملے میں

رہنمائی بھی فرماتی تھیں۔ اس کی ایک دو مثالیں درج ذیل ہیں۔ ایک دفعہ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا قلب بند ہوگیا ہے۔ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا نے غور سے آپ کی طرف دیکھ کر کہا یہ کیا پہن رکھا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ نے پتلون پہنی ہوئی تھی۔ فرمایا جاؤ اسے فوراً اتار دو اس سے قلب بند ہوجاتا ہے اور اللہ کے ذکر کے قابل نہیں رہتا۔ چنانچہ آپ نے فوراً وہ لباس تبدیل کیا اور پھر ساری زندگی انگریزی لباس نہیں پہنا۔ ایک دفعہ نوجوانی کے عالم میں خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے عرض کیا کہ میرا قلب دنیا سے متنفر ہوگیا ہے اور دنیا کو کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا نے پوچھا آج کل کیا پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا "اللہ ھو" پڑھ رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا یہ وظیفہ عمر کے آخری حصے میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے پڑھنے سے دنیا سے خیال ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ تمہاری عمر ابھی یہ وظیفہ پڑھنے کی نہیں، اسے چھوڑدو ورنہ دنیاوی فرائض ادا نہ کرسکوگے۔ چنانچہ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کے کہنے پر خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے وہ وظیفہ چھوڑدیا۔

۳۔ حضرت محبوبِ رحمانی ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کی بڑی خدمت کی اور ان کی دعائیں لیں۔ آپ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کو تہجد کا وضو کرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کی ناک میں پھنسی نکلی اور رات کے وقت اس کا درد شدت اختیار کر گیا۔ علاج کیلئے عطرگل تجویز ہوا۔ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا نے خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ سے عطرِ گل لانے کیلئے کہا۔ اس وقت رات کے تقریباً دس بجے تھے۔ آپ فوراً ہی عطرِ گل لانے اپنے ایک عطار دوست کے گھر گئے۔ وہ گھر میں موجود نہیں تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ آیا تو آپ کو لیکر اپنے ایک بزرگ کے ہاں لے گیا جنہوں نے اسی وقت دکان پر جاکر عطرِ گل دیا۔ خواجہ محبوب رحمانی ﷺ رات کے تقریباً ۲ بجے عطرِ گل لیکر گھر پہنچے والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا آرام فرمارہی تھیں۔ ان کے قریب بیٹھ کر بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ فجر کی اذان کے وقت والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا بیدار ہوئیں اور فرمایا بیٹا تو کب سے میرے پاس بیٹھا ہوا ہے؟ مجھے جگایا کیوں نہیں؟ پھر عطرِ گل سونگھا اور بہت دعائیں دیں۔

۴۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے اپنے خاندانی کاروبار ہیرے جواہرات کی پہچان' تراش اور خرید و فروخت میں کمال حاصل کیا لیکن محض خدمت خلق کی نیت سے' اور مسلمانوں کو ہندو جوتشیوں سے بچانے کیلئے علمِ رمل اور جفر بھی حاصل کیا' اور مخلوقِ خدا کو ان علوم کی مدد سے فی سبیل اللہ مشورے دیتے رہے۔ اس کے علاوہ جہاں کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس میں کوئی کمال ہے تو اس سے جاکر ملتے اور معلوم کرتے کہ اس نے وہ کمال کیسے حاصل کیا۔ ایک جوگی سے جاکر ملے کیونکہ اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی روح کو جسم سے نکال کر دنیا میں جہاں چاہے جاکر معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ اسے اپنے ایک عزیز کا پتہ بتایا جو لاہور میں رہتا تھا اور بیمار تھا اور اس سے کہا کہ اس کی خیریت کی خبر لاؤ۔ وہ جوگی چادر تان کر لیٹ گیا۔ ایک منٹ بعد اس کا جسم کانپا اور ساکت ہوگیا۔ اس کی نبض ٹٹولی تو وہ بالکل بند تھی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس کا جسم کانپا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے حضرت سے ان کے عزیز اور اس کے گھر کا پورا نقشہ بیان کیا اور کہا کہ اب وہ رو بہ صحت ہے۔ دوسرے دن اس مضمون کا خط بھی لاہور سے آگیا۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ قدرت کیسے حاصل کی؟ اس نے کہا کہ ابھی تو میں نے کوئی گرو نہیں پکڑا۔ صرف اپنی جسمانی خواہشات کی نفی کی ہے۔ یعنی میرے جسم نے ٹھنڈا پانی پینے کی خواہش کی تو میں نے اسے گرم پانی پلایا۔ میرے جسم نے سونا چاہا تو میں بستر پر کانٹے بچھاکر لیٹ گیا۔ اسی طرح اپنی نفس کی خواہشات کی مخالفت کرتے ہوئے میں نے ایک دن دیکھا کہ میں اپنے جسم سے باہر کھڑا ہوں۔ یہ واقعہ ہمیں سناکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں میں یہ بات اس لئے بتارہاہوں کہ کسی کافرمیں ایسا کمال دیکھ کر اس سے متاثر نہ ہوجانا۔ ہر شخص اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ کرکے روحانی قوتیں حاصل کرسکتا ہے لیکن کافر کی روح میں بدبو ہوتی ہے کیونکہ خوشبو تو اقرار رسول اللہ ﷺ سے پیدا ہوتی ہے۔ نیز کافر کی روح کی رسائی عالمِ دنیا یعنی عالم فنا تک ہوتی ہے۔ وہ روح عالمِ بقا کی خبریں نہیں لاسکتی۔ جبکہ ایک مسلمان جب مرشد کامل کی رہنمائی میں جہاد فی النفس کرتا ہے تو اس کی روح کی پرواز عالمِ بقا تک ہوتی ہے۔ وہ روح عالمِ ملکوت میں جاکر فرشتوں کا ذکر سنتی ہے اور اس سے بے پناہ کیف و سرور حاصل

کرتی ہے نیز عالمِ جبروت یعنی عالمِ ارواح میں جاکر وہاں کے حالات سے واقف ہوتی ہے اور مقربین بارگاہ کی ارواح سے فیضان حاصل کرتی ہے۔ اور اس سے بھی آگے بقدر ظرف حجاب عظمت تک پہنچ کر اپنے رب کے احکامات سنتی ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کو ایک دفعہ معلوم ہوا کہ جمنا کے پار ایک گاؤں میں ایک شخص کچھ نذر لے کر چوری کے مال کی نشاندہی کردیتا ہے کہ کہاں سے برآمد ہوگا۔ آپ چند عزیزوں کے ہمراہ، جن کے ہاں چوریاں ہوئی تھیں، اس گاؤں میں پہنچے۔ اس نے گرم گرم تندوری نان اور لہسن کی چٹنی سے مہمانوں کی تواضع کی اور پھر ہر ایک سے نذر لیکر چوری کے واقعات کی تفصیل سنی اور کہا کہ کل صبح آپ کو بتادیا جائیگا کہ آپ کا مال کہاں رکھا ہے۔ دوسرے دن اس نے سب کو پورے پتے بتادئے جہاں چوری کا مال رکھا تھا۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے اسے ایک طرف لے جاکر پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ یہ طاقت تمہیں کیسے حاصل ہوئی۔ جب بہت مجبور کیا تو وہ انہیں جنگل میں ایک مقام پر لے گیا جہاں جھاڑیوں میں ایک مزار مبارک تھا۔ اس نے بتایا کہ میں بہت غریب تھا۔ ایک دن جنگل میں گھومتے گھومتے اس مزار مبارک کا پتہ چلا۔ میں یہاں کی صفائی کرنے لگا اور رات کو دیا جلانے لگا۔ ایک دن صاحب مزار مجھ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا تو بہت غریب ہے۔ لوگوں کے چوری کے مال کی نشاندہی کرکے اتنا ہدیہ لے لیا کر۔ تیرا گذارہ ہوجائیگا۔ چنانچہ لوگ مجھے اپنی چوری کی تفصیلات بتاتے ہیں۔ رات کو یہاں آتا ہوں تو یہ بزرگ مجھے سب کا پتہ بتادیتے ہیں۔ اب تو میرے حالات بہت بہتر ہوگئے ہیں اور دور دراز مقامات سے لوگ میرے پاس آنے لگے ہیں۔

۵۔ والدہ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا کے وصال کے بعد خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کو شدت سے رہبر کامل کی تلاش ہوئی کیونکہ اس سے پہلے تو ہر معاملے میں والدہٴ محترمہ رحمتہ اللہ علیہا ہی رہنمائی فرماتی تھیں۔ والد صاحب کے ایک دوست نے کچھ پڑھنے کو بتایا اور فرمایا کہ اس کے پڑھنے سے آپ کو خواب میں اپنے مرشدِ کامل نظر آجائیں گے۔ چنانچہ کچھ روز وہ اوراد پڑھنے کے بعد آپ کو اپنے مرشدِ کامل اعلیٰ حضرت قطب الاقطاب، صدر الصدور، صوفی شاہ انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے قریب بلاکر خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کو

سینے سے لگالیا اور ایک آواز آئی کہ یہی آپ کے رہبر ہیں۔ آنکھ کھلنے کے بعد یہ فکر لاحق ہوئی کہ خواب میں پیر و مرشد کا اسم گرامی اور پتہ تو بتایا نہیں گیا انہیں کہاں تلاش کروں۔ بے شمار بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے پاس بیٹھو لیکن حضرت دل میں سوچتے کہ جو من موہنی صورت خواب میں دکھائی گئی یہ وہ تو نہیں ہیں۔

۶۔ ایک دن خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ گھر سے کاروبار کیلئے نکلے تو راستے میں ایک دوست اور پیربھائی جناب منشی نورالعمر علیہ ملے اور فرمایا آؤ بھائی ہمارے ہاں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں ان کی زیارت کرلو خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ نے جاکر دیکھا تو وہی بزرگ جن کی زیارت کا شرف خواب میں حاصل ہوا تھا' تشریف فرماتھے۔ جناب منشی صاحب علیہ نے اعلیٰ حضرت علیہ سے عرض کیا کہ حضور یہ میرے برادر عزیز محمد فاروق ہیں۔ یہ علم رمل اور جفر میں ماہر ہیں۔ ان کی اکثر پیشنگوئیاں درست ہوتی ہیں۔ اور ہماری برادری انہیں پنڈت کہتی ہے" اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا "میاں محمد فاروق آپ کو تو بڑے علوم حاصل ہیں اب آپ اور کیا چاہتے ہیں؟"۔ خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ نے عرض کیا "حضور اب تک جو علوم حاصل کئے ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ہوگا یا نہیں ہوگا" اعلیٰ حضرت علیہ نے ارشاد فرمایا "میاں اب آپ کیا چاہتے ہو؟" خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ نے عرض کیا "حضور میں چاہتا ہوں کہ جو نہ ہونا ہو وہ ہو"۔ ارشاد فرمایا میاں تلاش کرو ایسے بھی مل جائیں گے۔ عرض کیا حضور مل تو گئے ہیں میرے سامنے ہی تشریف فرما ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ نے بہت شفقت فرمائی۔ اتنے میں کھانا کھلانے کا انتظام ہونے لگا۔ خواجہ محبوب رحمانی علیہ نے سوچا کہ میری دعوت نہیں اسلئے مجھے اب یہاں سے جانا چاہئے ہاں اگر اعلیٰ حضرت علیہ خود ہی ارشاد فرمائیں کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ تو پھر میں رک جاؤں گا۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ اعلیٰ حضرت علیہ نے ارشاد فرمایا "میاں محمد فاروق کھانا میرے ساتھ کھاکر جانا" اپنے پاس بٹھالیا کھانا کھاتے ہوئے فرمایا میاں محمد فاروق اگر کوئی آپ کے پاس سونا لے کر آئے تو پہلے کس لگاکر دیکھو گے یا ایسے ہی رکھ لو گے؟ عرض کیا حضور اب تو میں آہی گیا ہوں اب آپ کس لگائیں یا جو مزاج مبارک میں آئے کریں۔ اعلیٰ حضرت علیہ بہت محظوظ ہوئے اور اپنے دستِ

مبارک کا نوالہ حضرت کے منہ میں دے دیا۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ کا ارشاد ہے کہ وہ نوالہ کھاتے ہی گویا میں مسلمان ہوگیا ورنہ برسوں پنڈت کہلاتا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کے واقعات اور کرامات "عظمت اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم" کے باب میں درج ہیں۔

۷۔ پاکستان بننے سے پہلے ہی اعلیٰ حضرت ﷫ نے خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ کو بتادیا تھا کہ ایک نیا ملک وجود میں آنے والا ہے اور آپ کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ صرف تن کے کپڑوں میں دہلی سے ہجرت کرنا ہوگی۔ ہر طرف گولیاں برس رہی ہوں گی لیکن آپ (سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ الرَّحِيم) پڑھتے ہوئے جانا جسکی برکت سے گولیاں آپ پر اثر انداز نہ ہونگی۔ کسی دنیا دار کو یہ بات معلوم ہوتی تو وقت سے پہلے ہی تمام مال واسباب اور بیوی بچے پاکستان بھیج کر محفوظ کر دیتا۔ لیکن مقربین بارگاہ دنیا بچانے کی بجائے تسلیم ورضا کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ پاکستان بننے کے چند ماہ بعد بحکم شیخ لاکھوں کا گھر بار چھوڑکر تن کے کپڑوں میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ برستی گولیوں میں گھر سے نکلے اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے بالآخر ملتان پہنچ گئے۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی ﷫ کے مزار شریف پر اشارہ ہوا کہ آپ کی ڈیوٹی تو کراچی میں لگی ہے آپ وہاں جائیں۔ فوراً ہی بے سروسامانی کے عالم میں کراچی روانہ ہوگئے۔کراچی میں پہلے کسی اور مقام پر قیام فرمایا اور بعد میں رنچھوڑلائن میں واقع ایک پرانی عمارت "سلمٰی بلڈنگ" کی چوتھی منزل پر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہائش پذیر ہوئے۔ بے سروسامانی کا عالم تھا۔ ایک جوہری نے آپ کو ملازم رکھنا چاہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر نے ایک کی ملازمت اختیار کی ہے اب کسی اور کی ملازمت کی گنجائش نہیں۔

۸۔ سلمٰی بلڈنگ کے سامنے ایک کھلی جگہ تھی اسے صاف کراکے اور عارضی حدبندی کرکے صفیں بچھادیں اور اس کا نام صابری مسجد رکھا۔ چند برس میں وہ ایک عالیشان جامع مسجد بن گئی۔

۹۔ یہ ایک لمبی داستان ہے کہ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ کس طرح اپنا آبائی کاروبار چھوٹے پیمانے شروع کرکے رفتہ رفتہ پھر لاکھوں میں کھیلنے

لگے۔ لیکن دنیا کی طرف پھر بھی طبیعت مائل نہ ہوئی بلکہ تبلیغ دین اور خدمت خلق میں ہی زیادہ وقت صرف کرتے رہے۔ حالات اچھے ہوئے تو جہانگیر روڈ، صوفی محمد فاروق رحمانی سٹریٹ (جسے پہلے گل مہر اسٹریٹ کہا جاتا تھا) میں ایک پلاٹ پر آستانہ عالیہ رحمانیہ تعمیر ہوا۔ وہیں خدمتِ خلق اور تبلیغ دین کرتے رہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری و ساری رہیگا۔ پہلی ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۸۳ء بروز جمعرات وصال فرمایا اور جمعہ کے دن اپنے ہی حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے۔ انّا للّٰہِ وَانّا الَیہِ رَاجِعُون۔

۱۰۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کہ درویشی کی پہچان کرامت نہیں، استقامت ہے بہ ایں ہمہ کرامت بھی عطائے رب العالمین ہے اولیاء اللہ کی کرامتیں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی تصدیق ہیں۔ انہونی کو ہونی تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ خود ہی کرتے ہیں۔ جب وہ انبیاء علیہم السلام میں سمائے تو معجزات ظہورمیں آئے اور جب اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم میں سمائے توکرامتیں دکھائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جسے میں اپنی بارگاہ کا مقبول بندہ بنالیتا ہوں میں اسکی زبان بن جاتا ہوں، وہ میری زبان سے بولتا ہے۔ میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں وہ میری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں، وہ میرے کانوں سے سنتا ہے۔" اب اگر اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم سے خدائی قوتوں کا اظہار ہو تو اس میں کیا تعجب ہے۔ یہ عطائے رب العالمین ہے جس کا مبارک ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ ساتواں پارہ سورہ المائدہ سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ قوتیں عطا ہوئیں تھیں کہ مٹی کا پرندہ بناکر اس پر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا۔ مادر زاد اندھوں کو بینائی اور سفید داغ والوں کو شفا دیتے۔ اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کردیتے۔ اسی طرح پارہ نمبر ۱۹ سورہ نمل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک ولی کو، جو سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا، یہ قوت عطا فرمائی کہ پلک جھپکنے میں سینکڑوں میل دور سے ملکہ بلقیس کا تخت لے آیا۔ حدیثِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہوں گے۔ اس کا یہی مفہوم ہے کہ حضور ﷺ کی امت کے علمائے کرام کو ویسی ہی روحانی قوتیں عطا ہوں گی جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبروں کو عطا

ہوئیں۔ چنانچہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ؒ کا ایک لقب "زہدالانبیاء" بھی ہے کیونکہ آپ نے پیغمبروں جیسے مجاہدے کئے۔ اس طرح حضور ﷺ کی امت کے اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم نے اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ روحانی قوتون کا مظاہرہ کیا۔ مثال کے طور پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ اپنی روحانی قوتوں سے کیا۔ جادوگروں نے جادو کے ذریعے رسیوں کے سانپ بنادئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک پھینکا جو اژدہا بنکر ان سانپوں کو نگل گیا۔ اس پر فرعون کے جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے خدا پر ایمان لائے کیونکہ انہیں یقین ہوگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ قوتیں ہیں جن کے سامنے جادو کی شعبدہ بازی نہیں ٹھہر سکتی۔ اسی طرح شہنشاہ ہند' غریب نواز' عطائے رسول ﷺ' خواجہ خواجگان' حضرت خواجہ معین الدین چشتی ثم الاجمیری ؒ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر شریف میں قیام فرمایا۔ نہ ان کے ساتھ کوئی فوج تھی نہ کوئی مادی قوت۔ وہاں راجہ بھی ہندو تھا اور پرجا بھی ہندو تھی۔ راجہ نے اپنے جادوگروں کو آپ کا مقابلہ کرنے کیلئے بھیجا جو سب آپ کی روحانی قوتوں سے مات کھاگئے۔ پھر راجہ نے سب سے بڑا جادوگر آپ سے مقابلہ کرنے کیلئے بھیجا۔ اس نے ہوا میں پرواز شروع کردی ۔ آپ نے اپنی مبارک کھڑاوں اوپر کی جانب اچھال دیں وہ کھڑاوں اس جادوگر کے سر پر برسنے لگیں اور مار مار کر اسے نیچے لے آئیں نیچے آتے ہی اس نے سجدہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کے خدا پر ایمان لایا۔ آپ نے اسے مشرف بہ اسلام کیا۔ اور اپنی خلافت سے بھی نوازا۔ آپ نے لاکھوں کافروں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ بغیر روحانی قوتوں کے کفار کی باطل قوتوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کے مطابق اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم ہی ان کے صحیح جانشین ہیں۔ انہوں نے نہ صرف علمِ کتاب حاصل کیا بلکہ مرشدِ کامل کو تلاش کرکے اس سے نور باطنی بھی حاصل کیا اور باطل قوتوں کا مقابلہ کرکے تبلیغ دین کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم کو علمِ شریعت اور علمِ طریقت دونوں رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے راست حاصل ہوئے۔ اس کی ایک مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ سے ملتی ہے۔ اپنے

دورخلافت میں حضرت فاروق اعظم ﷛ ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے دوران تین مرتبہ فرمایا "یا سَارِیَۃُ الجَبل"۔ نماز کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ علیہم نے پوچھا اے امیرالمومنین آپ نے آج خطبہ میں ساریہ ﷛ کو آواز دی۔ وہ تو جہاد پر گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب ساریہ ﷛ واپس آئیں تو ان سے اس بارے میں پوچھنا۔ جب حضرت ساریہ ﷛ جہاد سے واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے میدان جنگ میں امیرالمومنین کی آواز سنی آپ نے تین مرتبہ فرمایا "یا ساریتہ الجبل"۔ چنانچہ میں فوج کو لیکر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ دیکھا کہ دشمن پہاڑ کی دوسری طرف جمع ہورہے تھے۔ میں نے فوراً حملہ کرکے ان پر فتح حاصل کی۔ ایک اور واقعہ آپ کے دور خلافت میں پیش آیا۔ دریائے نیل میں ہر سال سیلاب آتا تھا۔اور مصری ایک کنواری لڑکی کو ذبح کرکے اسکا خون دریا میں ڈالتے تھے۔ ان کاعقیدہ تھا کہ اس سے سیلاب رک جاتا ہے۔ جب مسلمانوں نے مصرفتح کیا تو مصر کے گورنر نے حضرت عمرفاروق ﷛ کو ایک خط لکھا جس میں اس رسم کا ذکر کرکے پوچھا کہ کیا اب بھی ایک کنواری لڑکی ذبح کرنے کی اجازت دی جائے؟ امیرالمومنین ﷛ نے جواب بھیجا کہ کسی لڑکی کو ذبح نہ ہونے دو اور ہمارا یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دو۔ اس پرچے پر کچھ اس قسم کی عبارت تھی "اے نیل رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ تجھے حکم دیتا ہے کہ اب تجھ میں سیلاب نہ آئے"۔ چنانچہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا گیا اور سیلاب نہ آیا۔ علامہ اقبال ؒ نے کیا خوب فرمایا ہے، ؏

آنکہ عشقِ مصطفیٰؐ سامان اوست
بحر وبر در گوشۂ دامانِ اوست

۱۱۔ اب یہ عاجز خواجہ محبوبِ رحمانی ؒ کی راہ حق میں استقامت اور ان کی کرامات کا مختصر ذکر کرتا ہے جو اپنی آنکھوں سے دیکھیں یا اپنے کانوں سے سنیں۔ استقامت کے بارے میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ خواجہ محبوبِ رحمانی ؒ نے راہ حق میں جو قدم بڑھایا پھر پیچھے نہیں ہٹایا۔ آپ کے روز مرہ کے معمولات یہ تھے کہ صبح اشراق کے نوافل پڑھ کر اور ناشتہ کرکے آرام فرماتے۔ پھر ڈیڑھ بجے کے قریب اٹھ کر نماز ظہر ادا

فرماتے۔ پھر دوپہر کا کھانا تناول کرکے اپنا کاروبار کرتے۔ شروع شروع میں تو کسب معاش کیلئے بازار جایا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالی کا ایسا کرم ہوا کہ حجرے میں ہی کاروبار ہونے لگا۔ یعنی جواہرات کی خرید وفروخت کرنے والے حجرے میں آجاتے۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ ان کے سودے کرادیتے اور دستور کے مطابق انہیں کمیشن مل جاتا۔ بعض جواہرات کے تاجر تو ہندوستان سے آتے تھے۔ کیونکہ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کو اللہ تعالی نے جوہر شناس نگاہ عطا فرمائی تھی۔ کسی بھی جوہر کو ایک نگاہ دیکھنے کے بعد اس کے اصلی یا نقلی ہونے کا تعین فرمادیتے اور قیمت کا بھی صحیح تعین فرمادیتے۔ کسی کو دھوکہ نہ دیتے بلکہ ایماندارانہ کاروبار کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتے۔ اسی لئے جواہرات کی خرید وفروخت کرنے والے آپ کے پاس آکر اپنے سودے طے کراتے۔

۱۲۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے درویشی کو گذر معاش نہ بنایا بلکہ خدمتِ خلق اور تبلیغ دین فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کے پاس بہت سے درویشی نسخے تھے جن کے مطابق اپنی جیب سے دوائیں بناکر ضرورت مندوں میں مفت تقسیم فرماتے تھے۔ کاروبار دنیا سے فارغ ہوکر عصر کی نماز ادا کرتے اور بعد میں بیماروں اور حاجت مندوں کو دیکھتے۔ کسی کو دم کرتے، کسی کا جھاڑا کرتے، کسی کو نقش تعویز دیتے اور کسی کو دوائی عطا فرماتے۔ یہ کام مغرب کے بعد بھی جاری رہتا اور اس کا کوئی معاوضہ نہ لیتے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک بیمار امیر شخص آیا آپ نے اس کا کامیاب علاج کیا تو اس نے ایک رقم پیش کی کہ اسے آپ اپنے میلاد شریف یا کسی اور ختم شریف میں استعمال کریں۔ آپ نے رقم واپس کر دی اور فرمایا تم سائل بن کر آئے ہو اس وقت ہمیں آپ سے کچھ لینے کی اجازت نہیں۔ ہاں کبھی بغیر غرض کے محافل ذکر اور اعراس میں شرکت کی نیت سے آئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کوئی ہدیہ پیش کیا تو پھر دیکھیں گے۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور پھر کبھی نہ آیا۔

۱۳۔ رات کو کھانا کھاکر اور عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرے میں تشریف فرماہوجاتے۔ چند طالبانِ حق آجاتے اور آپ علم سلوک اور قرآن شریف کی تفسیر صوفیانہ بیان فرماتے۔ اس وقت دنیا کی کوئی بات نہ سنتے نہ

کہتے۔ اپنے تمام طالبین سے کہہ رکھا تھا کہ اس وقت فقیر موجود ہے دین کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لو۔ یہ سلسلہ صبح ساڑھے تین بجے تک چلتا۔ پھر آپ تہجد کے نوافل ادا کرتے اور ذکرِ اذکار میں مشغول ہوجاتے۔ نمازِ فجر باجماعت ادا کرکے پھر ذکراذکار میں مشغول ہوجاتے اور اشراق کے نوافل پڑھ کر اور ناشتہ کرکے آرام فرماتے۔ پہلے شبِ جمعہ اور شبِ اتوار کو حلقہ ہوتا تھا۔ جب اتوار کے بجائے جمعہ کو تعطیل ہونے لگی تو صرف شبِ جمعہ کو حلقہ ہونے لگا۔ حلقہ میں حضرت محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے مراقبہ کرتے۔ اسکے بعد بیان فرماتے' پھر دعا فرماتے' اس کے بعد نعت خوانی اور صلواۃ وسلام ہوتا اور بعد میں لنگر کھاکر سب لوگ رخصت ہوتے۔ چند طالبین رہ جاتے جو حجرہ مبارک میں تہجد تک آپ کا خصوصی بیان سنتے اور اپنے دینی مسائل حل کراتے۔

۱۴۔ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا خصوصی اہتمام فرماتے جس میں عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان فرماتے۔ پھر نعت خوانی اور صلواۃ وسلام کے بعد نہایت ہی موثر دعا فرماتے اور اس کے بعد حاضرین کو لنگر کھلایا جاتا۔ پہلے اتوار کو دن میں یہ محفل منعقد ہوتی تھی۔ پھر جب ہفتہ واری چھٹی جمعہ کی مقرر ہوئی تو جمعہ کے دن یہ محفل ہوتی اور جمعہ کی نماز بھی وہیں پنڈال میں پڑھائی جاتی۔ ان محافل میں کئی حاضرین کو زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی محفل میلاد (جو غالباً ۱۹۴۸ میں ہوئی) میں چند دیگیں بریانی اور زردہ کی پکائی گئیں۔ ہرسال تبرک کی مقدار میں اضافہ ہوتا رہا اور اب تقریباً ۱۲۰ دیگیں پکائی جاتی ہیں اور آئندہ اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ (انشاء اللہ)۔ اسی طرح حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور شہنشاہ ہند غریب نواز عطائے رسول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ' آفتاب چشتیاں حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیری' رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب الاقطاب صدر الصدور صوفی شاہ محمد انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اعراس بھی باقاعدگی سے منعقد کراتے۔ رمضان المبارک میں آستانہ عالیہ پر نماز تراویح کا انتظام ہوتا۔ ۳ رمضان المبارک کو حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محفل ہوتی۔ ۲۱ رمضان المبارک ختم قرآن شریف کی محفل ہوتی تاکہ اعتکاف میں بیٹھنے والوں کو سہولت ہو۔ اسی شب امام الفقرا

حضرت علی المرتضیٰ شیرخدا ﷛ کی محفل منعقد ہوتی اور لنگر تقسیم کیا جاتا۔ نیز آستانہ عالیہ پر روزانہ افطاری کا اہتمام کیاجاتا۔ محرم کے مہینے میں امام عالی مقام حضرت امام حسین ﷛ اور شہدائے کربلا کی محفل منعقد ہوتی جس میں شہادت کابیان، نعت خوانی، مرثیہ خوانی، صلواۃ وسلام کے بعد دعا مانگی جاتی۔ نیز تین مبارک راتوں، شب معراج (۲۷ رجب)، شب برات (۱۵ شعبان)، اور لیلۃ القدر (۲۷ رمضان) کو رت جگا ہوتا اور علماء حضرات کے بیان ہوتے، نعت خوانی، صلواۃ و سلام کے بعد موثر دعا ہوتی۔ اور یہ سلسلہ سحری کے وقت تک جاری رہتا۔ حضرت محبوبِ رحمانی ﷬ کے جو معمولات اوپر بیان کئے گئے ہیں ان پر آپ تمام حیات مبارکہ کاربند رہے۔ سردی ہو یاگرمی، بارش ہو یا طوفان، نیز کیسی ہی بیماری یا بخار ہو، ان معمولات میں کبھی فرق نہ آیا۔ شریعتِ مقدسہ کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور تمام نمازیں اپنے محفل خانے میں با جماعت ادا فرماتے تھے۔ یہ آپ کی استقامت کا صدقہ ہے کہ وصال مبارک کے بعد بھی تمام محافل جاری وساری ہیں۔

۱۵۔ سالارِ رحمانی لعلِ رحمانی، چمنِ رحمانی کے پھول، محبوبِ محبوبِ رحمانی، شاہ محمد عارف خان، المعروف بہ بھائی جان ﷬ کی خواجہ محبوبِ رحمانی ﷬ کی بارگاہ میں پہلی حاضری سے ان کے وصالِ مبارک تک کے مختصر حالات۔ (جن میں سے زیادہ تر واقعات حضور بھائی جان ﷬ نے مولف کو بتائے۔)

(۱) بھائی جان ﷬ کو ایک عرصے سے مرشدِ کامل کی تلاش تھی جو ہاتھ تھام لے اور شرف بیعت عطا فرمائے۔ بہت سے بزرگ وقتاً فوقتاً ان سے ملتے رہے۔ انہوں نے صدق وخلوص کے امتحانات بھی لئے، باطنی نعتیں بھی عطا فرمائیں لیکن ہاتھ نہ تھاما۔ یہی فرمایا کہ ہمیں آپ کا ہاتھ تھامنے کی اجازت نہیں۔ آپ کو ہاتھ تھامنے والا وقتِ معین پر خود بخود مل جائے گا۔ پاکستان آکر یہی تلاش جاری رہی۔ ایک دن انہوں نے کراچی سے ملتان جانے کا فیصلہ کیا کہ وہ اولیاء اللہ کا شہر ہے شاید وہاں ہاتھ تھامنے والا ملے۔ چھوٹے بھائی سے کہا میرا سامان تیار رکھنا میں شام کا کھانا کھاکر رات کی گاڑی سے ملتان چلا جاونگا یہ کہہ کر کلفٹن چلے گئے۔ دہلی میں

بھائی جان ؒ کو ایک مجذوب بزرگ ملتے تھے۔ ان کی یہ شان تھی کسی نے انہیں چلتے پھرتے نہ دیکھا تھا۔ جہاں نظر آتے لیٹے ہوئے نظر آتے۔ بھائی جان ؒ پر بڑی شفقت فرماتے اور ان سے چائے لے کر پی لیتے اور دعائیں دیتے۔ ساحل سمندر پر بھائی جان ؒ کو وہی مجذوب بزرگ لیٹے ہوئے نظر آئے۔ بھائی جان ؒ چائے کی پیالی لے کر ان کے پاس پہنچے تو فرمانے لگے ”اب میں تیری چائے نہیں پیوں گا کیونکہ تو اب نماز نہیں پڑھتا“۔ بھائی جان ؒ نے عرض کیا”میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھونگا جب تک صحیح نماز پڑھانے والا نہ مل جائے“۔ مجذوب بزرگ نے مسکراکر چائے کی پیالی لے لی اور فرمایا ”جا اب تجھے گھر بیٹھے نماز پڑھانے والا مل جائیگا“۔ ادھر کلفٹن میں یہ واقعہ پیش آیا ادھر چھوٹا بھائی بستر باندھ کر روئی لینے بازار گیا تو وہاں حضرت محبوبِ رحمانی ؒ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ انہیں دہلی سے جانتا تھا۔ حضرت نے فرمایا ” میں حال ہی میں کراچی آیا ہوں، آوَ میرا گھر دیکھ لو“ یہ کہہ کر سلمٰی بلڈنگ کی چوتھی منزل پر اپنے فلیٹ میں لے گئے۔ وہاں جاکر پوچھا ”میاں تمہارا کوئی بڑا بھائی بھی ہے؟ بھئی اسے میرا یہ پیغام دے دینا کہ مجذوبوں کے پیچھے کب تک پھروگے کبھی سالک کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھو“۔ جیسے ہی یہ پیغام بھائی جان کو ملا انہوں نے ملتان جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور خواجہ محبوبِ رحمانی ؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضور نے پوچھا میاں آپ کا نام کیا ہے؟۔ بھائی جان ؒ نے عرض کیا حضور مجھے محمد عارف خان کہتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”میاں عارف تو عارف باللہ ہی ہوتے ہیں“۔ بقول بھائی جان ؒ یہ کہتے ہی خواجہ محبوب رحمانی ؒ نے بھائی جان ؒ کو عارف باللہ بنادیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ہر طرح سے ان کی تکمیل فرماکر اہل حلقہ کی تعلیم و تربیت کی ڈیوٹی سپرد کر دی۔ اللہ اکبر! خواجہ محبوبِ رحمانی ؒ کی کیا شان ہے۔ اپنے ہونے والے مرید کی ساحل کلفٹن پر ایک مجذوب بزرگ سے گفتگو سلمٰی بلڈنگ رنچھوڑلائن میں بیٹھے سن رہے ہیں اور رہبری فرمارہے ہیں۔ پھر پہلی ہی نظر میں انہیں عارف باللہ بھی بنادیا۔

(ii) کچھ لوگوں نے خواجہ محبوبِ رحمانی ؒ سے پوچھا کہ حضرت آپ نے اس بچے میں کیا بات دیکھی جو آتے ہی نواز دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میاں یہ آتے ہی نہیں نوازے گئے۔ یہ تو ساری زندگی تلاش

حق میں رہے ہیں۔ آج جو کچھ انہیں اس فقیر سے ملا یہ ان کی ساری زندگی کی تگ ودو کا ثمرہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے تجویز فرما رکھا تھا۔

(iii) اس زمانے میں بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ عالم تحیر میں تھے۔ آنکھوں میں ایسی مستی اور چمک کہ جیسے بطون میں پورا میخانہ سماگیا ہو اور زبان میں لکنت لیکن جود و سخا کا یہ علم تھا کہ اس حال میں باری باری اپنے تمام دوستوں کے گھر گئے اور ایک ایک شب وہاں جاگ کر عبادت کی اور پتہ نہیں انہیں کیسی کیسی دعاؤں سے نوازا۔ عام طور پر جب پہلی دفعہ حجابات اٹھتے ہیں تو اولیاء اللہ تخلیئے میں چلے جاتے ہیں۔ مولف کتاب ھذا کے غریب خانے پر بھی ایک شب گزاری۔ فرمایا میاں اختر الحق تم اندر جاکر سوجاؤ مجھے ایک جائے نماز ایک لوٹا پانی وضو کیلئے اور ایک گلاس پانی پینے کیلئے دے دو۔ میں رات بھر سویا رہا اور بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ میرا بخت خفتہ بیدار کرتے رہے۔ جب بھائی جان ایک شب اپنے چھوٹے بھائی کے دوست کے ہاں گئے تو ان کے گھر کے تمام افراد نے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اڑایا اور کہا کہ آپ اسطرح لڑکھڑا لڑکھڑا کر باتیں کرکے ہم پر اپنی ولایت کا رعب نہیں جماسکتے۔ وہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت کو سمجھے ہی نہیں اور اپنے پرانے بے تکلفانہ تعلقات کی بنا پر ایسی باتیں کرتے رہے۔ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے بہت چاہا کہ وہ انہیں ایک الگ کمرے میں جاکر عبادت کرنے اور ان کے لئے دعائے خیر کا موقعہ دیں لیکن انہوں نے اسکا موقعہ نہ دیا اور مذاق اڑاتے رہے۔ آخر بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا میں آئندہ تمہارے گھر کبھی نہیں آؤں گا۔ انہوں نے کہا جایئے جایئے ہم میں طاقت ہوگی تو آپ کو بلالیں گے۔ وہاں سے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ سیدھے سیدی و مرشدی کی خدمت میں رنچھوڑ لائن پہنچے۔ خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا "میاں عارف آپ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں اور ان سے کہیں کہ میں رات کا کھانا ان کے ساتھ کھاؤں گا اور بعد میں محفلِ نعت منعقد کریں گے اور دعا مانگیں گے آپ بھی وہیں رہنا۔ چنانچہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ حکم شیخ کی تعمیل میں وہاں اسی وقت واپس چلے گئے۔ انہوں نے پھر مذاق اڑایا لیکن بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ رات کو خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے اور بڑی اچھی محفل نعت ہوئی اور حضرت نے دعا بھی فرمائی واپسی پر حضرت نے

بھائی جان ﷺ کو اپنے ساتھ ایک گھوڑا گاڑی پر بٹھایا اور گھر روانہ ہوگئے راستے میں بھائی جان ﷺ کا سر اپنے شانے پر رکھ کر اور پیار سے تھپک تھپک کر فرمایا میاں عارف اچھوں سے اچھا سلوک کرنے میں کیا کمال ہے؟ میاں کمال تو یہ ہے کہ بروں سے اچھا سلوک کرو۔ (بھائی جان ﷺ نے اپنے مرشدِ کامل کے اس مبارک ارشاد کو دل وجان سے قبول کیا اور جب وہ خود مسند ارشاد پر بیٹھے تو فرمایا کہ جب تک کوئی اپنے دشمن کے حق میں دوست بن کر دعا نہیں کرتا اسے درویشی کے کوچے کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ بھائی جان ﷺ کو تو سالار رحمانی، لعلِ رحمانی، چمنِ رحمانی کا پھول اور محبوبِ محبوبِ رحمانی کے خطابات ملے لیکن ان کا مذاق اڑانے والوں کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔

(iv) اس واقعے کے چند ماہ بعد حضرت نے ارشاد فرمایا میاں عارف اپنے بھائیوں کی تعلیم وتربیت کا کام آپ سنبھالو اور مجھے گوشہ نشین ہوجانے دو۔ بھائی جان ﷺ نے عرض کیا حضور میں تو آپ کی اولاد کی جوتیاں سیدھی کرنے کے قابل نہیں میں ان کی تربیت کیا کروں گا۔ حضرت نے ارشادفرمایا نہیں میاں عارف یہ اوپر سے حکم ہے اور یہ کام آپ ہی کو کرنا ہے۔ آپ ہی سب کا ہاتھ پکڑو آپ ہی سب کی تعلیم وتربیت کرو۔ جو آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ میں گوشہ نشین ہوکر اپنی توجہ اور دعاؤں کے ذریعے آپ کے ساتھ رہوں گا۔ بھائی جان ﷺ نے عرض کیا حضور آپ کی گوشہ نشینی مجھے منظور نہیں۔ میں آپ کے بے پناہ فیضان سے مخلوق کو محروم نہیں کرنا چاہتا۔ آپ باہر تشریف فرماہوں۔ اپنے دستِ مبارک پر سب کو بیعت کریں پھرانہیں میرے پاس بھیج دیں۔ میں آپ کا خادم اور غلام ہوں آپ کے بچوں کے برتن مانجھ مانجھ کر صاف ستھرے کروں گا اور آپ ان پر قلعی کرتے جائیں۔ چنانچہ جو بھی بیعت کی غرض سے آتا بھائی جان ﷺ اسے خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے حضرت ﷺ انہیں شرف بیعت عطا فرماتے پھر انہیں بھائی جان ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے کا مشورہ دیتے خود بھی ہفتہ واری حلقے بھائی جان ﷺ کی قیام گاہ پہلے پاکستان کوارٹرز اور بعدمیں جیکب لائن پر منعقد فرماتے اور وہیں تشریف لے جاتے۔ حکم شیخ کے تحت بھائی جان ﷺ اپنے پیر بھائیوں کی اصلاح کیلئے انہیں ہدایت دیتے رہتے پیر بھائیوں کو شیخ اور محبوبِ شیخ کے

مابین جو دستور العمل طے ہوا تھا اسکا علم نہ تھا۔ بعض بھائیوں کو شکایت پیدا ہوئی کہ ہمارا شیخ جب موجود ہے تو بھائی جان ﷺ ہمیں ہدایات کیوں دیتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد اعلی حضرت قطب الاقطاب، صدر الصدور شاہ انعام الرحمان قدوسی سہار نپوری ﷺ کا خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کے نام ایک دعا نامہ آیا جس میں منجملہ اور باتوں کے یہ لکھا تھا ہمارے محبوب کے محبوب، چمن رحمانی کے پھول، محمد عارف خان رحمانی کو ہمارا سلام پہنچاؤ حضرت نے یہ دعا نامہ جیکب لائن میں ایک حلقے کے بعد سب کو سنوا دیا۔ دعانامہ سنتے ہی کچھ بھائی خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کے قدموں میں گر پڑے اور رو رو کر معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ بھائی جان ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

(v) اس واقعہ کے تھوڑے عرصے کے بعد خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے بھائی جان ﷺ کو خلافت عطا فرماکر اپنا خلیفہ اول بنایا۔ بھائی جان ﷺ نے مولف کو بتایا کہ خلافت ملنے سے چند روز پہلے ایک بزرگ معہ اپنے چالیس مریدین کے عالم ارواح سے تشریف لائے اور میرے حجرے میں تشریف فرما ہوکر ارشاد فرمایا میاں یہ تو بتائیے کہ آپ کے مرشد نے علم مجاہدہ میں آپ کو کہاں تک تعلیم دی ہے بھائی جان ﷺ نے عرض کیا حضور آپ نے یہ سوال غلط مقام پر پوچھا۔ میں تو پروردۂ نگاہ شیخ ہوں، پروردۂ مجاہدہ نہیں ان بزرگ نے اٹھ کر بھائی جان ﷺ کو سینے سے لگا لیا اور پیار کرکے رخصت ہوگئے بھائی جان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں لیکن میں اپنے پیر بھائیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس راہ میں کیسے کیسے امتحان لئے جاتے ہیں۔ اور اگر ذرا سی بھی انا پیدا ہوجائے تو مزید ترقی کے دروازے بند کردے جاتے ہیں۔

(vi) بھائی جان ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے آخری برس شدید بیمار رہے آخری ایام ۳۰۷ پشاور روڈ راولپنڈی میں گزارے۔ ۲۱ جنوری ۱۹۷۳ء بروز جمعتہ المبارک مطابق ۶ ذی الحج ۱۳۹۲ھ کو قبل اذانِ فجر خالق حقیقی سے جا ملے آپ کا مزار شریف اسلام آباد کے قبرستان میں ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ع

بنا کر رند خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(vii) بھائی جان ﷫ کے وصال مبارک کے وقت خواجہ رحمانی ﷫ حج پر گئے ہوئے تھے۔ آپ کی واپسی کے بعد ایک روز خلفائے رحمانی نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ تجویز پیش کی کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں کہ آپ تو ہزاروں بھائی جان بنا سکتے ہیں۔ آپ ہفتہ میں ایک دن خلفاء کا خصوصی حلقہ لیں اور ہمیں بھائی جان بنائیں۔ مولف کتاب ھذا بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس وفد میں شامل نہیں ہوسکتا۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ بھائی جان ﷫ جن مصائب وتکالیف اور آزمائشوں میں سے گذرے میں انہیں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ (اس کے علاوہ وہ باتیں جنہوں نے مجھے اس وفد سے شامل ہونے سے روکا وہ یہ تھیں (ا) آج تک ہمارے پیشواؤں میں سے کسی نے اپنے شیخ سے کوئی مقام طلب نہیں کیا۔ شیخ نے جو مناسب سمجھا مختلف طالبین کی ہمت اور ظرف کے مطابق ہر ایک کیلئے مختلف مقام تجویز فرمائے۔ (ب) حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتی ﷫ کا واقعہ اس ضمن میں مشعل راہ ہے آپ مقام ناز پر تھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے شرف علی ہم سے کچھ مانگو۔ عرض کیا علیؓ بنا دو۔ ارشاد ہوا کہ علیؓ تو ایک ہی ہیں چلئے آپ کو علیؓ کی خوشبو عطا فرمائی یہ بھی اس وقت ہوا جب جناب قلندر صاحب ﷫ ۱۴ برس پانی میں کھڑے ہو کر مجاہدہ کر چکے اور مچھلیاں گوشت کھا گئیں۔) بہر حال خلفائے رحمانی کا وفد خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تو ہزاروں بھائی جان بنا سکتے ہیں ہمارا خصوصی حلقہ لے کر ہمیں بھی بھائی جان بنائیں۔ حضرت نے خلفاء کے خصوصی حلقے کیلئے ہفتہ کا دن مقرر فرما دیا اور ۲، ۳ برس وہ حلقہ لیتے رہے اور تمام علمِ سلوک ان حلقوں میں بیان فرما دیا لیکن سب سے پہلے حلقہ میں یہ ارشاد فرمایا۔ مکھن تو لے گئے میاں عارف اب چھاچھ باقی ہے یہ بھی کوئی نصیب والا ہی لے گا۔ ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ ”حسن بیان عارف پر ختم ہوا اور حسن سماع ایاز محمد رحمانی پر ختم ہوا۔“ ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ ”جو کچھ اس فقیر کو دینا تھا عارف کو دے دیا۔ نہ اب ایسا لینے والا آئے گا نہ ایسا دینے والا آئے گا۔“

(viii) ۸۲-۱۹۸۱ء میں قاری ممتاز احمد رحمانی ﷺ کی طرف سے بھائی جان ﷺ کے عرس مبارک میں شرکت کیلئے تمام حلقہ رحمانی کیلئے دعوت نامہ آیا۔ اس موقعہ پر خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرے مرحوم و مغفور محمد عارف خان رحمانی' جو سالار رحمانی ہیں' یہ انہیں کا باغ لگایا ہوا ہے جو آپ رحمانیوں کے اندر کوئی سلوک کی' اور شیخ کی پہچان کی' اور حلقے میں بیٹھنے کی صلاحیتیں حاصل ہوئی ہیں۔ آپ اس بات کو غور فکر کے ساتھ سمجھ لو۔ جو ان کے نام پر کچھ دیتا ہے اور ان کا عرس مناتا ہے وہ مجھ کو خوش کررہا ہے۔ میں اسکے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں۔ قاری ممتاز احمد رحمانی صاحب آپ کے وصال کی تاریخ پر عرس منارہے ہیں باوجودیکہ یہ کام حلقۂ رحمانی کا ہی ہے' وہ بھی حلقۂ رحمانی ہی ہے' لیکن واہ رے نصیب بازی لے گئے' بازی لے گئے' جس روز عرفات میں حج ہوگا وہی تاریخ عرس کی ہے آپ حضرات اس میں شرکت کریں اگر میرے اندر اتنی ہمت اور قوت ہوگی تو میں بھی شریک ہوں گا ورنہ میری دعا ہمہ وقت جاری ہے۔ ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ فقیر ۱۹۴۷ء سے حلقہ رحمانی کی خدمت کررہا ہے۔ جس کی خاطر میں نے یہ حلقے لینے شروع کئے اور سلسلہ جاری کیا' وہی میرا محبوب تھا جیسے اللہ تعالیٰ جل شانہ' نے وقت سے پہلے اپنے ہاں بلا لیا' جس کا نام نامی اسم گرامی محمد عارف خان رحمانی' جو اس حلقہ رحمانی کی خدمت جس انداز میں کرگئے ہیں وہی تشکیل اب تک جاری وساری ہے۔

۱۶- خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کی وہ کرامات جن کا مولف خود گواہ ہے یا جو اس نے چشم دید گواہوں سے سنیں۔

(i) حلقہ رحمانی کے ابتدائی دور میں بعد نماز جمعہ حضرت ﷺ کے فلیٹ واقع سلمیٰ بلڈنگ میں ایک پیاری نشست ہوتی تھی حضرت ﷺ مختصر ارشادات فرماتے دعا مانگتے اور بعد میں اہل حلقہ کو چائے پلائی جاتی۔ ایک جمعہ کو نماز کے بعد اہل حلقہ گلی میں اکٹھے ہورہے تھے خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ چوتھی منزل پر تشریف لے جاچکے تھے۔ اس زمانے میں ایک صاحب آتے تھے جن پر حضرت کی توجہ سے ہر وقت گریہ طاری رہتا تھا۔ وہ کسی

بھائی پر ناراض ہو کر فرمانے لگے ''میں شمشیر بے نیام ہوں۔ میرے ساتھ ہوش میں رہ کر بات کرو۔'' خیر بھائیوں نے صلح کرادی اور ہم سب چوتھی منزل پر خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ ہمارے بیٹھتے ہی حضور نے ارشاد فرمایا ''اولیاء اللہ جانشین رسول اللہ ﷺ جب اس عالم دنیا میں ہوتے ہیں تو شمشیر در نیام ہوتے ہیں اور جب اس عالم سے پردہ فرماتے ہیں تو شمشیر بے نیام ہوتے ہیں۔'' یہ بھی کرامت تھی کہ حضور نے چوتھی منزل پر بیٹھے بیٹھے بازار کے شور وغل میں کہی گئی بات سنی اور اپنے غلاموں کی اصلاح فرمادی۔

(ii) مولف حلقہ رحمانی کے ابتدائی دور میں دمہ کی شدید تکلیف میں مبتلا ہوگیا۔ رات ۱۲ بجے سے صبح ۶ بجے تک بستر پر بیٹھا کھانستا رہتا۔ پھر ایک دو گھنٹے آرام کرکے دفتر چلا جاتا۔ تقریباً دس برس تک یہ تکلیف رہی اور میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ ان ایام میں بھی حضور کی نظر کرم کا یہ کرشمہ دیکھا کہ دفتر میں سب سے زیادہ اور سب سے اچھا کام اس عاجز کا ہی مانا جاتا حالانکہ رات بھر کا جاگا ہوا نڈھال ہو کر دفتر پہنچتا تھا۔ نیز زبان پر سوائے استغفار کے کوئی ناشکری کا کلمہ نہ آتا۔ حضرت کے خدمت میں حاضر ہوتا تو فرماتے اللہ کرم کرے گا۔ فلاں حکیم کا علاج کراؤ۔ میں حسب الارشاد علاج کراتا رہتا۔ گھر والے طعنے دیتے کہ اب تمہارا آخری وقت ہے اب کیوں راتوں کو حلقے میں جاتے ہو میں یہی جواب دیتا کہ اگر میرا آخری وقت آگیا ہے تو پھر تو حلقے میں جانا بہت ضروری ہے کیونکہ آخرت کی تیاری تو وہیں کرائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ سرشام دمہ کی تکلیف شروع ہوگئی۔ میں آستانہ عالیہ جہانگیر روڈ پر حضرت سے دم کرانے گیا۔ دیکھا تو محفل خانہ مریضوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور حضور تن تنہا باری باری سب مریضوں کو دیکھ رہے تھے میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ حضرت خود بھی اس وقت دمہ کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ میرے شیخ تو خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی تکلیف کا مداوا کررہے ہیں ایسی حالت میں یہ مناسب نہیں کہ میں اپنی تکلیف بیان کروں۔ چلو جہاں اتنی راتیں تکلیف میں گذاری ہیں آج کی رات بھی گذار لوں گا۔ لیکن اب آیا ہوں تو قدم بوسی کرکے ہی جاؤں گا۔ یہ سوچ کر سب سے پیچھے بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی پہلی کرامت ظہور میں

آئی۔ تھکن سے چور ہونے کی وجہ سے دیوار سے ٹیک لگائی۔ ایک ٹیک لگاتے ہی جو آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ تمام محفل خانہ خالی ہے اور حضور بڑے پیار سے مجھے قریب آنے کا اشارہ فرما رہے ہیں۔ میں حیران ہوا کہ یا اللہ دیوار سے ٹیک لگاتے ہی سارا محفل خانہ مریضوں سے خالی کیسے ہوگیا۔ اگر میں سوگیا تھا تو دمے کی شدید تکلیف میں مجھے نیند کیسے آگئی؟ خیر میں فوراً ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور پر بڑی عجیب کیفیت وارد تھی۔ بڑے پیار سے فرمایا ''میاں اختر الحق آپ کو بھی سانس کی تکلیف ہوتی ہے؟'' شدید تکلیف کے باوجود میری ہنسی نکل گئی کہ اللہ اللہ اس تجاہل عارفانہ پر قربان۔ دس برس سے اپنی بپتا سنا رہا ہوں اور آج یہ فرمارہے ہیں لیکن میرا وقت اچھا تھا خدائے عزّوجلّ مہربان تھا۔ میرے مرشدِ پاک کی تعلیم ان ہی کی توجہ سے میری زبان پر بول اٹھی عرض کیا ''حضور مجھے بقدر ظرف تکلیف ہوتی ہے۔'' نہایت ہی شفقت بھرے انداز میں فرمایا ''میاں یہ تکلیف بقدرِ ظرف کیا ہوتی ہے؟'' عرض کیا ''حضور اولیاء اللہ پر بڑی بڑی تکلیفیں وارد ہوتی ہیں لیکن وہ کسی پر اپنی تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے۔ میں ذرا سی پدی ہوں۔ ذرا سی تکلیف میں میرا دم نکل جاتا ہے۔ بس حضور یہ ہے ظرف کی بات۔'' چہرہ مبارک گلاب کے پھول کی طرح کھل گیا فرمایا ''میاں تم تو خواہ مخواہ تکلیف اٹھارہے ہو جاؤ پمپ لے لو۔'' بخدا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے آقا و مولا نے فیصلہ ہی فرمادیا۔ قدم بوسی کرکے بازار گیا اور دمے کا پمپ (جسے میڈی ہیلر کہتے تھے) خرید لیا۔ ایک دفعہ استعمال کرنے سے تکلیف رفع ہوگی۔ پھر تو پمپ نے یہ کرشمہ دکھایا کہ پمپ کو سرہانے رکھ کر سوتا تھا تو رات بھر تکلیف نہیں ہوتی تھی اور اگر سرہانے رکھنا بھول جاتا تو پھر تھوڑی سے تکلیف ہوتی جو ایک دفعہ پمپ استعمال کرنے سے دور ہوجاتی۔ رفتہ رفتہ دمہ کی تکلیف بالکل جاتی رہی اور میں تندرست وتوانا ہوگیا۔ میں نے وہ پمپ دمہ کے کئی مریضوں کو دلوایا لیکن کسی کو خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ شفا پمپ میں نہ تھی بلکہ میرے پیر و مرشد کی زبان مبارک میں تھی۔

(iii) ایک افسر کو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہوگیا۔ باوجودیکہ میرے کام میں کوئی نقص نہ نکال سکتا۔ لیکن بہانے بنا بنا کر مجھے برا بھلا کہتا رہتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرتا تو فرماتے میاں تم اپنا کام کرواے

اپنا کام کرنے دو۔ ایک دفعہ اس افسر نے مجھے دھمکی دی کہ میں تمہاری ملازمت ختم کرا دوں گا۔ میں مضمحل اور پریشان ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے افسر کے ناروا رویئے کی شکایت شروع کر دی۔ اچانک حضور نے غصے سے ارشاد فرمایا۔ ''بھئی میں کیا کروں؟'' میں نے جو آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو حضور کسی عجیب و غریب عالم میں تھے۔ آپ کی آنکھوں کا رنگ گہرا سبزی مائل تھا ان آنکھوں میں اجنبیت تھی اور وہ مجھے پہچان نہیں رہی تھیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ آج تو کام آگیا۔ لیکن وقت اچھا تھا میں رونے لگا اور عرض کیا۔ ''حضور میں کب کہتا ہوں کہ آپ کچھ کریں۔ لیکن میں کیا کروں؟ میرے لئے تو یہی ایک در ہے جہاں فریاد کرکے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیتا ہوں۔'' میرا یہ کہنا تھا کہ حضور کی آنکھوں کا رنگ بدلا۔ ان میں شفقت ومحبت کی جھلک آئی۔ بخدا میں نے زندگی میں پہلی اور آخری بار وہ عجیب وغریب نظارہ دیکھا۔ فرمایا ''کون کمبخت تمہیں ستاتا ہے؟'' میں نے اپنے افسر کا نام بتا دیا۔ فرمایا ''کیوں ستاتا ہے'' عرض کیا ''حضور خود ہی غور فرمالیں میرے کام میں کوئی خرابی نہیں۔ وہ مجھے کسی تعصب کی وجہ سے ستاتا ہے۔'' ایک منٹ آنکھیں بند کیں اور پھر فرمایا ''کمبخت افسری بھول جائے گا۔'' میں فورا ہی قدم بوسی کرکے وہاں سے رخصت ہوگیا۔ دوسرے دن اس افسر پر دل کا دورہ پڑا اور اسے اٹھا کر اسپتال لے گئے۔ دوسرے دن میں پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور میرے افسر پر دل کا دورہ پڑا ہے۔ وہ بال بچوں والا ہے میں اس کا برا نہیں چاہتا۔ میں تو بس یہی چاہتا ہوں کہ مجھے ناحق نہ ستائے۔'' حضور نے فرمایا بھئی کون افسر؟ میں تو اسے نہیں جانتا۔'' عرض کیا حضور کل ہی تو آپ نے فرمایا تھا کہ افسری بھول جائے گا۔ مسکرا کر فرمایا ''میاں اختر الحق نہ معلوم آپ نے کون سے دربار میں اس کی شکایت کر دی۔ شکایت درست پائی گئی اور فیصلہ ہوگیا۔ اب میں کیا کرسکتا ہوں۔ اب تو ویسا ہی دربار لگے اور کوئی اس کی سفارش کرے تو شاید فیصلہ بدل جائے۔ لیکن تم کیوں پریشان ہوتے ہو فیصلہ تو یہ ہوا ہے کہ افسری نہیں کرسکتا موت تو اپنے وقت پر آئے گی چنانچہ وہ افسر دو تین ماہ اسپتال میں رہ کر دفتر آیا مجھے بلا کر چائے پلائی بڑی نرمی سے پیش آیا۔ لیکن سات دن بعد پھر دورہ پڑا اور ہسپتال چلا گیا۔ آخر ڈاکٹروں کے مشورے سے وہ

قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر گھر چلا گیا۔

(iv) ۱۹۸۰ میں یہ عاجز دل کے عارضہ میں مبتلا ہوا۔ دورہ بڑا شدید تھا دل رک رک کر دھڑک رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے گھر والوں کو دعا کیلئے کہہ دیا۔ رات ۲ بجے میری بڑی بیٹی عزیزی زاہدہ قدوس رحمانی سلمہا نے حضور کو اسلام آباد سے ٹیلیفون کیا اور عرض کیا حضور میرے والد بہت بیمار ہیں اور میں بے چین ہوں۔ مجھے نیند نہیں آرہی۔ حضور نے ارشاد فرمایا بیٹی سوجا فقیر جاگ رہا ہے۔ یہ الفاظ سن کر میری بیٹی پرسکون ہوکر سوگئی اور اسی وقت ہسپتال میں اس عاجز کے قلب کی دھڑکن درست ہوگئی اور چند روز بعد مجھے ہسپتال سے رخصت کر دیا گیا۔

(v) ایک دفعہ میری منجھلی بیٹی عزیزی شاہدہ رؤف سلمہا اچانک شدید قسم کے بخار میں مبتلا ہوئی اور تیز بخار کے ساتھ ساتھ اس کے تمام جسم پر سفید نشان پڑ گئے۔ اس وقت ہمارے علاقے میں کوئی مطب کھلا نہ تھا۔ میری سمجھ میں اور کچھ نہ آیا۔ فوراً ہی آستانہ عالیہ جہانگیر روڈ پر حاضر ہوگیا۔ معلوم ہوا حضرت کے آرام کا وقت ہے اور جب تک بیدار نہ ہوجائیں کوئی تعویز یا دوا بھی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ یہ چیزیں بھی حضور کے حجرے میں ہیں۔ میں حجرہ مبارکہ کے دروازے میں بیٹھ گیا اور حضور کا تصور کرکے عرض کیا میری بیٹی شاہدہ بیمار ہوگئی ہے اس وقت کوئی مطب بھی نہیں کھلا ہوا ہے۔ میں آپ کے درِ اقدس پر حاضر ہوگیا ہوں اب آپ میری بیٹی کا خیال فرمائیں۔ جب میں گھر واپس پہنچا تو نہ صرف بیٹی کا بخار اتر چکا تھا بلکہ سفید نشان بھی غائب ہوچکے تھے۔

(vi) جناب منظور الحق رحمانی میرے پیر بھائی اور حضرت ﷺ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ بھی میری طرح غالباً ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء میں جناب بھائی جان ﷺ کی وساطت سے خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا آپ کیا کام کرتے ہیں؟ عرض کیا میں ہوائی جہاز کا پائلٹ ہوں۔ ارشاد فرمایا میاں ۱۲ جون کو جہاز نہ اڑانا۔ اس دن ایک بہت بڑا حادثہ ہوگا۔ بعد میں بھائی منظور الحق رحمانی نے حضرت بھائی جان ﷺ کی خدمت میں عرض کیا حضرت صاحب بزرگ تو بڑے اچھے ہیں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ ان کے پاس غیب کا علم ہے بھائی جان ﷺ نے

مسکرا کر فرمایا میاں یہ مئی کا مہینہ ہے۔ ۱۲ جون میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ خود ہی دیکھ لینا ویسے اب تو تم ہمارے ہو ہی چکے ہو۔ بھائی منظور الحق کا بیان ہے کہ وہ ۱۱ جون کو جہاز لیکر کراچی سے لاہور گئے۔ ۱۳ جون کو انہیں کراچی واپس آنا تھا۔ وہ حضور کا ارشاد بالکل بھول گئے اور جو پائیلٹ ۱۲ جون کو جہاز لیکر کراچی آرہا تھا اسے ڈیوٹی بدلنے کیلئے کہا۔ لیکن وہ پائلٹ نہ مانا اور ۱۲ جون کو جہاز لیکر کراچی آیا جس کو جنگ شاہی کے قریب حادثہ پیش آیا۔ اس جہاز میں پاکستان کے دومشہور جنرل، جنرل شیر خان اور جنرل افتخار بھی شہید ہوئے۔ جب بھائی منظور الحق رحمانی کو لاہور میں اس حادثے کی اطلاع ملی تو انہیں اچانک حضور ﷺ کا ارشاد یاد آیا کہ میاں ۱۲ جون کو جہاز نہ اڑانا، اس دن ایک بڑا حادثہ ہوگا۔ حضور نے نہ صرف اس حادثے کی کئی روز پہلے اطلاع دی بلکہ روحانی طور پر انہیں بچایا بھی جبکہ وہ زبردستی اپنی ڈیوٹی اس جہاز پر لگوانا چاہتے تھے۔

(vii) بھائی منظور الحق رحمانی صاحب نے ایک اور واقعہ بھی سنایا کہ جب وہ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷺ کے ساتھ حج پر گئے تو حج کے تمام مناسک ادا کرنے کے بعد حضرت نے انہیں تخلئے میں بلایا اور فرمایا میں مدینہ منورہ میں تمہیں سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے دو بدترین دشمنوں کو صدق دل سے معاف کردو۔ چنانچہ انہوں نے اُسی وقت اپنی سوتیلی ماں کو جس نے ان پر بچپن میں بے حد ظلم کئے تھے، تہہ دل سے معاف کردیا۔ نیز ایک پی آئی اے کے سربراہ کو بھی معاف کردیا جس نے ایک اصولی بات پر اختلاف رائے کی وجہ سے انہیں ملازمت سے نکلوادیا تھا بھائی منظور الحق رحمانی صاحب کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی پہلی شب انہیں خواب میں زیارتِ رسول اللہ ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ ایک پالکی میں تشریف لائے انہیں اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا۔ پھر راستے میں انہیں اپنا لعاب دہن عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا جاؤ ہمارے دین کی تبلیغ کرو اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد انہیں بحرہ روم میں واقع جزیرہ مالٹا میں ایک ملازمت مل گئی اور تین انگریزوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آج کل وہ امریکہ میں مقیم ہیں اور امید ہے حضور ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے امریکیوں کو مسلمان بنا رہے ہوں گے۔

(viii) حلقہ کے ابتدائی دور میں ایک شخص الیاس نامی حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا جس پر کسی نے کوئی سخت قسم کا جادو کیا ہوا تھا۔ وہ سردی گرمی کمبل سے منہ باہر نہیں نکالتا تھا۔ حضرت نے اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے نور محبت کا ایک نقطہ لگا دیا۔ جس سے اس کے قلب سے اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہوتا رہتا۔ جب وہ محفل میں ذکر کرتا تو ایسی سوندھی سوندھی خوشبو آتی جیسے کباب آگ پر سینکنے کے وقت آتی ہے اس نور نے جادو کی ساری بندشیں توڑ دیں چند روز میں وہ بھلا چنگا ہو کر اپنا کاروبار کرنے لگا۔

(ix) حلقہ کے ابتدائی دور میں خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اہل حلقہ کے ہمراہ پنجاب کے دورے پر روانہ ہوئے۔ چند روز لاہور میں قیام کے بعد پاک پتن شریف کیلئے روانہ ہوئے۔ لاہور سے اوکاڑہ بذریعہ ریل سفر کیا اور اوکاڑہ سے پاک پتن شریف بذریعہ بس گئے۔ اوکاڑہ ریلوے اسٹیشن پر ہمارے تین بھائیوں کو پتہ چلا کہ ایک سوٹ کیس جس میں ان تینوں کے کپڑے اور نقدی وغیرہ تھی' لاہور اسٹیشن پر تانگے سے اتارنا یاد نہ رہا۔ خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میاں ہم اتنے بڑے دربار میں مسلمانوں کے عروج کیلئے عرضی پیش کرنے جارہے ہیں۔ یہاں سوٹ کیس کی بات کرنا مناسب نہیں۔ پاک پتن شریف پہنچ کر حضرت نے معہ اہل حلقہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری دی۔ دعا مانگنے کے بعد جب ہم سب جائے قیام پر آئے تو حضرت نے فرمایا میاں ہم نے تو سوٹ کیس کی بات نہیں کی لیکن بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ آپ کے بچوں کا کوئی سوٹ کیس گم ہوگیا ہے؟ اس میں دو آدمیوں کے کپڑے ہیں اور وہ مل جائے گا۔ جن کے کپڑے تھے انہوں نے کہا نہیں حضور اس میں تین آدمیوں کے کپڑے ہیں۔ ارشاد فرمایا میاں میں جس عالم کی بات کررہا ہوں وہاں ہرشئے آئینہ ہے۔ بھول تو اس عالم میں ہے چنانچہ ایک بھائی کے کپڑے بستر میں سے نکلے۔ لاہور واپسی پر سوٹ کیس مل گیا۔

(x) جب ابتداء میں خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ صابری مسجد میں بیٹھ کر خدمتِ خلق کرنے لگے تو اس وقت تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں

خلاف عطا نہیں فرمائی تھی۔ منشی نور العمر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن وہ اس ارادے سے گھر سے نکلے کہ وہ صابری مسجد جاکر حضرت خواجہ محبوب رحمانی کو سمجھائیں گے کہ بغیر اجازت نامے کے خدمت خلق شروع نہ کریں۔ جب وہ صابری مسجد کے قریب پہنچے تو انہوں نے دور سے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے دروازے پر تشریف فرماہیں اور انہیں واپس جانے کا ارشاد فرمارہے ہیں۔ چنانچہ وہ سمجھ گئے کہ جو کارروائی ہورہی ہے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے ہورہی ہے۔

(xi) حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں جب خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے آخری سفر پر روانہ ہوئے تو طبیعت بہت مضمحل تھی۔ بیماری کی وجہ سے نقاہت بہت بڑھ گئی تھی۔ لاہور میں چند بھائیوں نے انہیں خیر وبرکت حاصل کرنے کے لئے اپنے اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ لیکن ایک بھائی نے عرض کیا کہ حضور آپ کی تکلیف کے پیش نظر میں یہیں جناب ملک ظہور احمد رحمانی صاحب کے گھر پر ہی دعوت کردیتا ہوں (جہاں خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے)۔ اس بھائی کو حضرت نے بہت دعائیں دیں کہ اس نے میری تکلیف کا احساس کیا۔ یہ بھی فرمایا کہ فقیر کو فیضان دینے کیلئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے دور دراز مقامات پر اپنے طالب کے قلب میں نور منتقل کرسکتا ہے۔ اس کا ایک ثبوت ایک بزرگ طیب بادشاہ کا واقعہ ہے جو جھنگ میں رہتے تھے۔ اور ان کی منزل طے ہونے میں کوئی رکاوٹ تھی۔ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی میں بیٹھے بیٹھے انکے احوال سے آگاہی حاصل کی اور یہیں سے توجہ دیکر انکی رکاوٹ دور کردی اور انہیں اپنی منزل سے ہمکنار کردیا۔ بعد میں وہ کراچی خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور برملا بتایا کہ حضرت غوث الوقت نے اپنی مبارک توجہ سے ان کی منزل طے کرادی۔ طیب بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نے اپنی خلافت بھی عطا فرمائی۔ ان کا حال ہی میں مدینہ منورہ میں وصال ہوگیا۔

(xii) ایک دفعہ خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ حج کے بعد فلسطین گئے اور انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر حاضری دی۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار مبارک پر پہنچے تو خادم نے کہا یہ وقت مزارِ مبارک کا

دروازہ کھلنے کا نہیں آپ بعد میں آئیں۔ حضرت نے فرمایا ہم مسافر ہیں اور ہمیں آگے جانا ہے لیکن وہ نہ مانا۔ خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ مراقب ہوگئے اور حضرت خلیل اللہ ؑ کی بارگاہ میں عرض کی حضور میں محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہوں اور مسکین شاہ ﷫ کا پوتا ہوں۔ دن میں پانچ مرتبہ نماز میں آپ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ حضور اگر میرے لئے دروازہ نہ کھلا تو پھر کس کے لئے کھلے گا۔ یہ عرض کرنا تھا کہ خادم بھاگا بھاگا آیا اور دروازہ کھول دیا اور خواجہ محبوب رحمانی ﷫ نے اپنے ساتھیوں سمیت اندر حاضری دی، ہدیہ پیش کیا اور دعا مانگی۔

(xiii) بھائی نذیر احمد قریشی رحمانی، جو میٹرولاجیکل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے، بتایا کہ ۱۹۵۳ء میں انہیں محکمے کی طرف سے آسٹریلیا جاکر بادلوں سے مصنوعی طریقوں سے بارش برسانے کی ٹریننگ حاصل کرنے کے آرڈر ملے۔ انہوں نے خواجہ محبوبِ رحمانی ﷫ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میں آسٹریلیا جانا نہیں چاہتا کیونکہ میں جوان ہوں اور وہاں دعوت گناہ عام ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فقیر بھیجے گا تو گناہ تمہارے قریب بھی نہ پھٹک سکیں گے۔ حضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ باقاعدگی سے خط وکتابت جاری رکھنا لیکن کسی بات کا فوری جواب مطلوب ہو تو تنہائی میں یہ ورد پڑھ کر میرا تصور کرنا اور سوال پیش کرنا، جواب مل جائے گا۔ چنانچہ قریشی صاحب آسٹریلیا چلے گئے۔ ٹریننگ کے دوران انہیں ایک دفعہ ملبورن سے دو سو میل دور ایک پہاڑی مقام پر لے جایا گیا جہاں ایک سرکاری ہوسٹل کے علاوہ کوئی آبادی نہ تھی۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ وہاں ہر شے حرام ملتی تھی اور کوئی بازار بھی نہ تھا جہاں سے کوئی حلال شے حاصل کی جاسکتی۔ دو تین روز تو قریشی صاحب نے چائے پی پی کر روزہ رکھا لیکن تیسرے روز نقاہت بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ تیسری شام ایک کھلی جگہ جاکر حضرت کا بتایا ہوا ورد پڑھ کر عرض کیا حضور یا تو مجھے حرام کھانے کی اجازت دے دیں یا حلال کا انتظام فرمادیں یا کوئی ایسا اسم عطا فرمادیں جس کا ورد کرنے سے بھوک ہی نہ لگے۔ جواب ملا آنکھیں کھول انتظام کر دیا ہے۔ آنکھیں کھولیں تو سامنے ایک انگریز کو کھڑا پایا اس نے انگریزی زبان میں کہا میں یہاں ہیڈ باورچی ہوں اور میرا نام احمد ہے لیکن یہاں لوگ مجھے البرٹ کے نام سے پکارتے ہیں اور تم بھی مجھے اسی نام

سے پکارنا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ وہ قریشی صاحب کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ وہاں مصلیٰ بچھا ہوا تھا اور قرآن شریف کھلا ہوا تھا۔ اس نے کہا میں یہاں کا صاحب خدمت ہوں۔ میں تلاوت کر رہا تھا کہ تمہارے شیخ جناب محمد فاروق رحمانی صاحب نے مجھے کراچی سے حکم دیا کہ میں تمہاری مدد کروں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم تین روز سے بھوکے ہو۔ میں بھی اپنے لئے حلال کھانا تیار کرتا ہوں اور یہاں کا کھانا نہیں کھاتا۔ پھر اس نے قریشی صاحب کو حلال کھانا کھلایا اور کہا کہ جب تک آپ یہاں رہیں کھانا کھلانے والی کسی لڑکی سے کہہ دیا کرو کہ میں بیمار ہوں مجھے البرٹ سے پرہیزی کھانا لادو۔ میں تمہیں اس کے ہاتھ حلال کھانا بھجوا دیا کروں گا۔ چنانچہ جب تک قریشی صاحب اس ہوسٹل میں رہے انہیں حلال کھانا ملتا رہا۔ جس دن قریشی نے تصور شیخ کرکے اپنی تکلیف بیان کی تھی اور انہیں احمد المعروف بہ البرٹ اپنے کمرے میں لے گیا تھا اس دن قریشی صاحب کی بیوی خواجہ محبوب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بعد میں قریشی صاحب کو بتایا کہ حضرت صاحب اچانک مراقبے میں چلے گئے اور کافی دیر تک مراقب رہے حتیٰ کہ پسینہ پسینہ ہوگئے۔ جب مراقبے سے بیدار ہوئے تو فرمایا تمہارے شوہر نے مجھے یاد کیا اسلئے اس کا کام کرنے مجھے جانا پڑا۔ اسے خط لکھ دینا کہ آج جو واقعہ پیش آیا وہ حقیقت تھا' خواب نہ تھا۔ اس کے بعد نذیر قریشی رحمانی صاحب سڈنی چلے گئے وہاں ہوائی جہاز میں چار آدمی جاکر بادلوں کا تجربہ کرتے تھے جبکہ ان کا پانچواں ساتھی زمین پر رہ کر آلات کی مدد سے وائرلیس پر ان کی رہنمائی کرتا تھا کہ فلاں بادل خطرناک ہیں ادھر نہ جاؤ۔ فلاں بادل ٹھیک ہے ان میں چلے جاؤ وغیرہ وغیرہ۔ ایک دن قریشی صاحب اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ پرواز کیلئے ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہوئے اس دن ان کی ڈیوٹی پرواز پر جانے کی تھی ہوائی اڈے کے قریب ان کی طبیعت خراب ہوگئی پیٹ میں شدید درد ہوئی اور قے بھی ہونے لگی ہوائی اڈے پر مختصر علاج کی بعد ان کے ساتھیوں نے کہا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں آپ زمین پر ڈیوٹی دیں ہم پرواز پر جاتے ہیں۔ فضا میں جاتے ہی ان کا ہوائی جہاز ایک حادثے کا شکار ہوگیا اور تمام ساتھی ہلاک ہوگئے۔ پاکستان کے سفیر کو فوری اطلاع دی گئی کہ نذیر قریشی صاحب حادثے کا شکار ہوگئے ہیں کیونکہ دفتر والوں کے ریکارڈ کے

مطابق اس دن انہیں پرواز پر جانا تھا چنانچہ سفارت خانے نے کراچی اطلاع بھجوا دی۔ جب نذیر قریشی صاحب ہوائی اڈے سے واپس آئے اور سفیر صاحب کو پورا واقعہ بیان کیا تو کراچی ایک اور اطلاع بھجوائی کہ قریشی صاحب خیریت سے ہیں۔ اس دن اچانک طبیعت خراب ہونے کا راز قریشی صاحب کی سمجھ میں آج تک نہیں آیا کیونکہ انہوں نے نہ زیادہ کھانا کھایا تھا نہ کوئی بدپرہیزی کی تھی۔ یہ سرتاپا فضل ربی تھا اور ان کی جان بچنے کا ایک بہانہ تھا جو خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور دعاؤں سے رونما ہوا۔ قریشی صاحب ایک اور واقعہ ۱۹۹۴ء کا بتاتے ہیں کہ وہ اپنے گھر سے قریب مسجد اولیاء میں نماز باجماعت پڑھ رہے تھے کہ خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز مبارک کان میں آئی کہ میاں امام صاحب کا درود شریف ٹھیک کراؤ۔ چنانچہ قریشی صاحب نماز کے بعد امام صاحب کے پاس گئے اور ان سے کہا میرا درود شریف سن کر بتائیں کہ یہ درست ہے یا نہیں۔ پھر انہوں نے درود ابراہیمی علیہ السلام پڑھ کر سنایا۔ امام صاحب نے فرمایا میاں نماز میں درودِ شریف صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا جاتا ہے آل پر نہیں۔ کافی بحث کے بعد نماز کی کتاب منگوائی گئی اور اسے پڑھ کر امام صاحب نے توبہ کی اور قریشی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور عہد کیا کہ آئندہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود بھیجیں گے۔

(xiv) کسی زمانے میں سماع کیلئے حلقے میں اختر قوال کو بلایا جاتا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے حسنِ کلام اور حسنِ سماع کی وجہ سے محفل پر کیف و وجد طاری ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ جیکب لائن میں ایک عرسِ مقدس منایا جارہا تھا۔ اس میں اختر قوال نے تمام شب بہترین کلام اور بہترین سماع پیش کی لیکن محفل پر کوئی کیفیات وارد نہ ہوئیں۔ سب حیران تھے کہ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما ہیں، سالارِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر ہیں پھر محفل کیف و سرور سے محروم کیوں ہے خیر صبح ۳ بجے کے قریب سماع ختم ہوگیا اور خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی دعا کے بعد خلاف معمول ارشادات شروع کردیئے جس کا موضوع یہ تھا کہ بھئی محفل پر جو کیف ووجد طاری ہوتا ہے۔ یہ کسی قوال کی قوالی کی وجہ سے نہیں ہوتا یہ توجب اہل محبت باوضو ہوکر شیخ کی محبت میں ڈوب کر بیٹھتے ہیں تو فقیر اپنے پیشواؤں کی طرف رجوع ہوتا ہے اور

قوال کی قوالی تو فقط لہو گرم کرنے کا
ان کا فیضان محفل پر وارد ہوتا ہے۔ قوال کی قوالی تو فقط لہو گرم کرنے کا
ایک بہانہ ہے۔ جب دلوں میں محبت کی گرمی پیدا ہوتی ہے تو فقیر نگاہ ڈال
کر قلوب کا رخ دنیا سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیتا ہے۔ گرمی کی
وجہ سے رخ بدلنے میں طالب کو تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ بیان کوئی آدھا
گھنٹہ جاری رہا۔ بیان شروع ہوتے ہی ھوحق کے نعرے بلند ہونے لگے۔
کیف وجد کی کیفیات طاری ہوگئیں اور آدھے گھنٹے میں وہ سب کچھ ہوگیا جو
سماع کی محفل میں وارد ہوتا تھا۔

(XV) ۴۷-۱۹۷۳ء میں ایک بڑا رحمانی قافلہ (تقریباً ۱۲۵ افراد)
حج کیلئے حجاز مقدس گیا خوبیٔ قسمت سے یہ عاجز بھی معہ اپنی اہلیہ کے اس
قافلے میں شامل تھا مدینہ منورہ میں ایک مائی صاحبہ نے خواجہ محبوب رحمانی
رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی رہائش گاہ پر بلایا ویسے وہ کسی سے بات بھی نہیں کرتی تھیں۔
خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند خلفاء کے ہمراہ اس کی رہائش گاہ پر
تشریف لے گئے اس نے نہایت ادب سے انہیں اونچے مقام پر بٹھایا اور
فرمایا آج میں نے نو برس کے بعد ایک ولی اللہ کو دیکھا ہے۔ پھر اپنے ہاتھ
سے چائے بنا کر پیش کی۔ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو اکٹھا کرکے
یہ واقعہ بیان فرمایا۔ پھر فرمایا کہ مائی صاحبہ نے جو یہ کہا کہ آج میں نے نو
برس کے بعد ایک ولی اللہ کو دیکھا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ آج سے نو
برس پہلے جب یہ فقیر حج کیلئے آیا تو ایک دن نماز پڑھنے کے بعد باب
جبرئیلؑ نے نکلتے ہوئے دل میں سوچنے لگا کہ ریاض الجنہ میں نماز پڑھنے کی
جگہ ہی نہیں ملتی اور وہاں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے میں یہ ثواب کیسے
حاصل کروں۔ یہ سوچتے سوچتے یہ فقیر باب النساء تک پہنچ گیا۔ وہاں یہ
مائی صاحبہ دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی تھی انہوں نے مجھے آواز دی
کہ میاں جی ذرا بات سننا۔ میں سمجھا یہ کوئی حاجت مند ہیں چلو اس کو جے
میں انہوں نے سوال کیا ہے میں انہیں کچھ دے دوں۔ یہ سوچ کر جیب
میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ان کی طرف بڑھا۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے
بتایا کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے پھر فرمایا کہ میاں جی غم نہ کرو میری سرکارؐ نے
پورے مدینے کو ریاض الجنہ بنا دیا ہے جہاں چاہو نماز پڑھو۔ دیکھو بھائی
لوگوں کو تو میرے آقا و مولا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے بارے میں
شبہ ہے اور ان کے کوچے کی ایک خاک نشین کی بصیرت کا یہ عالم ہے کہ

میرے قلبی خیالات پڑھ کر مجھے بشارت دے رہی ہیں پھر حضور ﷺ کے علوم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

۱۷۔ چند دلچسپ اور سبق آموز واقعات اور ارشادات

(i) ایک دفعہ خواجہ محبوب رحمانی ؒ کے ایک خلیفہ شدید بیماری میں مبتلا ہوگئے عابد رحمانی، مسکین رحمانی، نور رحمانی، جناب مصلح الدین عالمگیر مرزا رحمانی المعروف بہ بڑے بھیا نے عرض کی حضور خیال فرمائیں ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا گھبراؤ نہیں ٹھیک ہوجائے گا۔ نہ یہ نفلی روزے رکھ سکیں نہ کوئی مجاہدہ کرسکیں، فقیر نے خانہ پری تو کرنی ہے۔

(ii) ایک دفعہ خلفائے رحمانی حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں کوئی صاحب باہر سے اندر آکر دست بوسی کرکے بیٹھ گئے۔ انہیں مخاطب کرکے فرمایا یہ سب چاہتے ہیں کہ فقیر پردہ اٹھا کر کوئی جلوہ دکھادے۔ میاں فقیر بخیل نہیں ہے لیکن کیا کرے ہمت نہیں پاتا۔ اب میں انہیں کوئی جلوہ دکھاؤں تو یہ تو لنگوٹی باندھ کر جنگل کی راہ لیں گے۔ ان کے بیوی بچوں کو کیا فقیر پالے گا؟ میاں ہمت پیدا کرو دیکھ لو۔

(iii) ایک دفعہ کسی پیر بھائی پر ناراض ہو کر حضرت نے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ کچھ حاضرین کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت اتنے بلند مرتبے پر فائز ہوکر اپنے غصے پر قابو نہیں پاسکتے۔ فوراً ہی ارشاد فرمایا میاں فقیر صابری ہے۔ اگر اپنے بچوں کی غلطیوں پر صبر کرکے بیٹھ جائے تو ان پر بڑی مصیبتیں وارد ہوجائیں اسی لئے فقیر اپنے غصے کا اظہار کرکے ان کو مصیبتوں سے بچالیتا ہے۔

۱۸۔ اوتادِ زماں، شہباز ممتاز، قاری ممتاز احمد رحمانی ؒ کے بارے میں خواجہ محبوب رحمانی ؒ کے مبارک ارشادات

(i) قاری ممتاز احمد رحمانی میرے بڑے پیارے خلیفہ اور بہت ہی ممتاز محبوب ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فی زمانہ ایسی دنیا پیدا ہونے والی نہیں۔ ایسے نوجوان اور اتنا عشق اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا لئے ہوئے فی زمانہ مجھے نظر نہیں آتے۔ جو کارروائی وہ اپنی روحانی اور جسمانی طاقت

کو صرف کرکے کررہے ہیں خداوند عالم اسے قبول فرمالے اور ان کی محفلوں میں شرکت کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

(ii) قیام پاکستان کے بعد جناب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو نماز تراویح میں قرآن شریف سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی رمضان کو مدینہ منورہ تشریف لے گئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دے کر ارشاد فرمایا کہ پہلی سے دس رمضان تک مدینہ منورہ میں رہنا اور 11ویں شب سے واپس آکر ہمیں قرآن شریف سنانا۔ چنانچہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کی پہلی دس راتوں میں مسجد نبویؐ میں قرآن شریف سنایا۔ اتنا عرصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں سورت تراویح پڑھواتے رہے۔ 11 ویں شب سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن شریف سنانا شروع کیا اور 21 ویں شب حسب معمول تراویح میں قرآن شریف ختم کردیا۔ ختم قرآن شریف کے بعد قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ایک موثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اس سال نہایت ہی موثر دعا فرمائی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ نماز کے بعد حسب معمول محفل ختم قرآن شریف ہوئی جس میں شکرانے کے طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس محفل کے اختتام پر خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ دعا فرمایا کرتے تھے لیکن اس دفعہ جب دعا مانگنے کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا "قاری صاحب کی دعا کے بعد اب کسی اور دعا کی ضرورت نہیں" یہ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جناب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی مقبولیت کی سند تھی۔

(iii) ہر سال 12 ربیع الاول کو جناب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جلوس نکالا کرتے تھے جو مدینہ مسجد ملیر سے شروع ہوکر آستانہ سائیں ولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچ کر اختتام پذیر ہوتا تھا اور وہاں لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل حلقہ کو اس جلوس میں شرکت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ بعد میں فرداً فرداً ہر ایک سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا اس نے جلوس میں شرکت کی تھی۔

۱۹- سجادہ نشین خواجہ محبوب رحمانیؒ کی رسم دستار بندی

اپنے وصال مبارک سے تقریباً ڈیڑھ برس پہلے، حضرت خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے، عالی مرتبت، مخدوم و محترم، شہزادہ محمد اقبال رحمانی، دامت برکاتہم العالیہ، کو اپنا سجادہ نشین نامزد فرمایا اور جشن عید میلاد النبی الکریم ﷺ کے مبارک موقعہ پر، جو جنوری ۱۹۸۲ء میں منعقد ہوا، اپنے دست مبارک سے سجادگی کی دستار باندھی۔ اس مبارک موقعہ پر جو ارشادات خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائے وہ حلقہ رحمانی کی ترتیب شدہ کتاب "ربیع المجالس" میں درج ہیں۔ یہاں ان ارشادات میں سے چند جملے درج کئے جاتے ہیں جن سے سجادہ نشین محبوب رحمانی کی شان و عظمت واضح ہوتی ہے :-

"رب کائنات کا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے دو فرزند عطا فرمائے۔ یہ دونوں میری آنکھیں ہیں۔ رب نے جس کو بڑا بنایا اس میں بزرگی ہے۔ چھوٹے ان کا احترام کریں گے تو ان کو بھی بزرگی مل جائے گی۔

آپ کی خواہشات کے مطابق مجھے بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اپنی زندگی میں اپنا جانشین مقرر کر دوں تاکہ اس کی بات میری بات ہو، اس کا مشورہ میرا مشورہ ہو، اس کی عزت میری عزت ہو۔"

سجادہ نشین کی نامزدگی سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وصال مبارک کی پہلے سے خبر تھی اور انہوں نے اپنے حجرہ مبارکہ کو اپنا مزار پرانوار بنانے کے لئے تجویز فرما دیا تھا۔

خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد سے سجادہ نشین محبوب رحمانی بزم رحمانی کے صدر کی حیثیت سے حلقہ رحمانی کی تمام کارروائیوں کی نگرانی کے فرائض، جن میں میلاد شریف اور دیگر محافل کا انعقاد شامل ہے، بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

واقعات تو بے شمار ہیں اور ذکر دوست سے سیری بھی نہیں ہوتی۔ لیکن مضمون کافی لمبا ہوگیا ہے اس لئے ایک شعر پر یہ ذکر جمیل ختم کرتا ہوں'

پھرے زمانے میں چار جانب' نگار یکتا تمہیں کو دیکھا
حسین دیکھے' جمیل دیکھے' بس ایک تم سا تمہیں کو دیکھا

بندہ عاجز
محمد اخترالحق رحمانی عفی عنہ
خلیفہ مجاز حضرت محبوب رحمانی ﷺ

ملفوظات
خواجہ محبوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

پہلا باب

جرعہ اولین

(حلقہ رحمانی کے ابتدائی دور کے ارشادات جو صابری مسجد' رنچھوڑلائن' بوہرہ پیراور پاکستان کوارٹرز میں عطا فرمائے گئے)

(۱) جس نے چھوڑا گناہوں کو اسے دوست بنایا فرشتوں نے۔ جس نے چھوڑا طمع کو اسے دوست بنایا اہل اللہ نے۔ جس نے چھوڑا دنیا کو اسے دوست بنایا اللہ نے (۱)۔

(۲) انسان کیلئے اک اندھیرا محبتِ دنیا کا ہے' اس کی روشنی تقویٰ ہے۔ دوسرا اندھیرا گناہوں کا ہے' اس کی روشنی توبہ ہے۔ تیسرا اندھیرا قبر کا ہے' اسکی روشنی کلمہ طیب ہے۔ چوتھا اندھیرا آخرت کا ہے' اس کی روشنی نیک اعمال ہیں۔ پانچواں اندھیرا پل صراط کا ہے' اس کی روشنی ایمانِ کامل ہے۔

(۳) جو دنیا میں انسانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیگا کل قیامت میں اس سے نرمی برتی جائیگی۔

(۴) دعاوؤں سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

(۵) دنیا عالمِ خواب ہے۔ جو خواب میں روئے گا وہی کل بیداری پر ہنسے گا۔

(۶) پانچ باتیں بچوں میں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر بڑوں میں پیدا ہوجائیں تو ولیُ کامل بن جائیں۔ ۱۔ بچے فکر معاش نہیں رکھتے۔ ۲۔ ذخیرہ اکھٹا نہیں کرتے۔ ۳۔ کھانا نہیں ملتا تو اللہ سے گلہ نہیں کرتے۔ ۴۔ لڑتے ہیں تو دل میں بغض اور کینہ نہیں رکھتے۔ ۵۔ ڈرتے ہیں تو روتے ہیں یعنی

---

(۱) دنیا چھوڑنے سے مراد محبت دنیا چھوڑنا ہے۔ محبت دنیا اللہ کی یاد سے غافل کردیتی ہے۔ جو دنیا اللہ تعالی کو یاد رکھ کر' اس کے احکامات کے مطابق بسر ہو' وہ تو عبادت شمار ہوتی ہے۔

سچا ڈرتے ہیں۔

(۷) عالم بغیر عمل کے مانند آبِ شور کے ہے جس سے کچھ حاصل نہیں۔ درویش بغیر معرفت کے مانند دیدۂ بے نور کے ہے۔ دولت مند بغیر سخاوت کے مانند بے ثمر درخت کے ہے اور بادشاہ بغیر شجاعت مانند سوداگر بغیر مال تجارت کے ہے۔

(۸) تین باتوں سے دنیا میں انقلاب آتا ہے۔

(i) جب عالم طمع کرتا ہے۔

(ii) جب درویش ریا کاری کرتا ہے۔

(iii) جب حکمران نا انصافی کرتا ہے۔

(۹) درویشی پردہ پوشی ہے

(۱۰) جو خود کو شمار میں لائیگا وہ پیچھے رہ جائے گا۔

(۱۱) جس کو جس سے محبت ہوگی اسکا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

(۱۲) جو غرور وتکبر کے مالک ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے ہاں نہیں بلائیں گے جب تک ان کا غرور اس عالم دنیا میں توڑ نہ دیں گے۔

(۱۳) دنیا کے سفر کا توشہ ساتھ رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن آخرت کا توشہ پیشگی بھیجنا ہوگا' جب وہاں کام آئیگا۔

(۱۴) لفظ اللہ اسمِ ذات ہے۔ باقی سب اسمائے صفات ہیں۔ اسمِ ذات ہی اسمِ اعظم ہے۔ اسمِ اعظم وہی ہے جو مرشد کامل کی طرف سے عطا ہو۔

(۱۵) گناہ کرنے سے انسان کے سات اعضا خراب ہوجاتے ہیں۔ ناک' کان' آنکھیں' ہاتھ' پاؤں' زبان' قلب۔ پھر یہ نیکی کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ گناہ ترک کرنے سے یہی اعضا ٹھیک ہوجاتے ہیں اور نیکی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

(۱٦) مسلمان کی سب سے بڑی میراث ادب ہے۔

(۱۷) دنیا میں ایک چیز ہے جو گھٹتی نہیں بڑھتی ہی رہتی ہے۔ وہ دنیا کا لالچ ہے۔ ایک چیز ہے جو گھٹتی بھی ہے اور بڑھتی بھی ہے' وہ نورِ قمر ہے۔ ایک اور چیز ہے جو نہ گھٹتی ہے' نہ بڑھتی ہے۔ وہ رزق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس کی قسمت میں جتنا لکھ دیا وہ اسے مل کے رہیگا۔ راشی کی رشوت اور حاسد کا حسد بڑھتے ہی رہتے ہیں گھٹتے نہیں۔

(۱۸) خدمتِ خلق خواہ پیسے سے ہو یا ہاتھ پاؤں سے یا زبان سے' بہت بڑی عبادت ہے۔ خدمتِ خلق سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی جاندار کو مصیبت یا تکلیف میں دیکھ کر حسبِ توفیق اسکی مدد کرنا۔

(۱۹) بزگوں کی خطا کو اپنی ہی خطا سمجھنا چاہئے۔

(۲۰) خلق' نرمی اورادب انسان کے بہت بڑے ساتھی ہیں۔

(۲۱) علم حاصل کرنا آسان ہے' عمل مشکل ہے۔ فتویٰ دینا آسان ہے' تقویٰ مشکل ہے۔

(۲۲) غیبت اور جھوٹ سے بہت سے نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں اور عید کے روز اپنی بداعمالی کی وجہ سے ثواب کھودیتے ہیں' یا عید سے چند روز بعد' یا چند ماہ بعد' یا سال کے اندر اندر اگلے روزے آنے تک ثواب ضائع کردیتے ہیں۔ اس طرح کاایک گناہ دل آزاری ہے۔

(۲۳) صرف نماز پڑھنے ہی سے انسان عابد نہیں بن جاتا' بلکہ حقوق العباد کا بھی خیال رکھے' جھوٹ نہ بولے' حلال اور پاکیزہ غذا کھائے' سب سے اخلاق سے پیش آئے' بزرگوں کا ادب کرے تو نماز میں حلاوت پیدا ہوگی۔

(۲۴) جھوٹ سے بچنا چاہئے۔ اس سے بہت سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں اور بے شمار برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ ان میں سے دو برائیاں غیبت اور حق تلفی ہیں۔

(۲۵) اگر انسان عبادت بھی کرتا رہے اور گناہ بھی کرتا رہے تو

عبادت میں حلاوت پیدانہیں ہوسکتی۔

(۲۶) جھوٹ' غیبت اور حق تلفی۔ اگر انسان ان تین برائیوں سے بچتا رہے تو ایک نہ ایک دن راہ راست پر آہی جائیگا۔

(۲۷) مقصدِ حیات کسی کو کوئی شعبدہ دکھانا نہیں بلکہ خاموشی سے آگے آنے والے اندھیرے کیلئے روشنی پیدا کرنا ہے۔

(۲۸) اللہ تبارک وتعالیٰ جسے اپنا دوست بناتے ہیں اسے اپنے ہاں کی بہترین چیز عطا فرماتے ہیں جو انکی معرفت ہے۔ یہ دنیا تو بری چیز سمجھ کر مالک نے اپنے ہاں سے پھینک دی ہے۔

(۲۹) جو کوئی نیک کام کرے تو پہلے اسکی نیت کرے۔ صرف بھوکا رہنے سے روزے کا ثواب نہیں ملتا۔

(۳۰) دل آزاری سے بچو' ہرایک کی بات غور سے سنو خود کو سب سے کم سمجھو۔

(۳۱) کم کھاؤ' کم بولو' کم سوؤ۔

(۳۲) بخشش کا دارومدار صورت' لباس' دولت یا غربت پر نہیں بلکہ نیت اور اعمال پر ہے۔

(۳۳) مسلمان کا لباس عاجزی ہے' عابد کا لباس تقویٰ ہے۔

(۳۴) مرشد کا ہاتھ اس نیت سے نہیں تھامنا چاہئے کہ دنیا میں ترقی ہو بلکہ نیت یہ ہونی چاہئے کہ عاقبت سنور جائے' اپنی اندھیری کوٹھری میں اجالا ہوجائے۔

(۳۵) ایک حصہ روحانیت عبادت سے پیدا ہوتی ہے اور نو حصہ روحانیت حلال غذا سے پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے غذا کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص روزہ بھی رکھے' جھوٹ بھی بولے اور حلال حرام میں تمیز نہ کرے تو اس کا روزہ بیکار ہے۔

(۳۶) اللہ تبارک وتعالیٰ ان بندوں پر کرم فرماتے ہیں جن کے یقین اور خیال اچھے ہوتے ہیں۔

(۳۷) مسلمان ہونا آسان ہے' ایماندار ہونا مشکل ہے۔ اسلام حاصل کرنا آسان ہے' ایمان مشروط ہے۔

(۳۸) جو بری صحبت سے بچ گیا وہ شیطان کے مکر وفریب سے بچ گیا۔ جس نے اچھی صحبت اختیار کی اسے نیک عمل کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔

(۳۹) جس کی نمازیں درست ہوگئیں اس کی تمام عبادتیں درست ہوگئیں۔ نماز کی درستگی سے مراد قلب کی اللہ تعالٰی کی طرف رجوعیت ہے۔ جن کا قلب اللہ تعالٰی کی طرف رجوع ہوتا ہے ان کے تمام اعضاء رجوع ہوجاتے ہیں۔

(۴۰) اچھوں سے اچھا سلوک کرنے میں کوئی کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ بروں سے اچھا سلوک کیا جائے۔

(۴۱) جب اللہ تعالٰی کسی بندے کو عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں تو اس کیلئے ایک فرشتہ مقرر فرمادیتے ہیں جو اسے عبادت کیلئے بیدار کرتا رہتا ہے۔

(۴۲) جو اپنے ظاہر کو سنوارتے ہیں یعنی اپنا حساب کتاب اور کھاتہ درست کرلیتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالٰی ان کے باطن کو سنواردیتے ہیں یعنی ان کے قلب میں نور عطا فرمادیتے ہیں۔ اس نور سے بندہ اللہ تعالٰی کی صحیح عبادت کرتا ہے۔

(۴۳) اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے قلب میں نور عطا فرمایا ہے لیکن بوجہ گناہوں کے قلب میں اندھیرا پیدا ہوجاتا ہے جس سے کچھ نظر نہیں آتا۔ جب انسان توبہ کرتا ہے تو اندھیرا دور ہوجاتا ہے اور نظر آنے لگتا ہے۔ اس روشنی میں انسان مقام آخرت کو بھی دیکھ لیتا ہے۔

(۴۴) جو اللہ تعالٰی کی نعمتون کا شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالٰی ان کی نعمتوں میں اضافہ فرمادیتے ہیں۔ جو کفرانِ نعمت کرتے ہیں ان سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔

(۴۵) بندے تو رب کو پکارتے ہی ہیں لیکن اصل پکار یہ ہے کہ جب بندہ کہے "یا ربی" تو رب پکارے "لبیک یا عبدی"۔

(۴۶) جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذکر اپنے دل میں کرتے ہیں۔ جو بندے محفل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کی محفل میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

(۴۷) عقلِ ظاہر تو کھانے پینے اور دنیا کے کاموں کیلئے ہے۔ رب کو پہچاننے کیلئے عقلِ اللہ تعالیٰ سے مانگی جاتی ہے اور وہ عقلِ سلیم کہلاتی ہے۔ عقل سلیم ہی رب کی بندگی کا صحیح حق ادا کرتی ہے۔

(۴۸) پھول سے بھڑ بھی رس حاصل کرتی ہے اور شہد کی مکھی بھی رس حاصل کرتی ہے۔ بھڑ زہر بناتی ہے اور شہد کی مکھی شہد بناتی ہے۔

(۴۹) ہمارا نام جو ماں باپ نے رکھا ہے وہ نام نہیں نشان ہے۔ نام تو وہ ہے جو اس عالمِ دنیا میں ہم اپنے حُسنِ عمل سے پیدا کریں۔

(۵۰) انسان اسوقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا جب تک اقرارِ توحید کے ساتھ اقرارِ رسالت نہ کرے۔ صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے صاحبِ ایمان نہیں بن سکتا جب تک محمدٌ رّسُولُ اللہ نہ کہے۔

(۵۱) اگر آبرو کی زندگی چاہتا ہے تو میرے رب کا ذکر کر۔ میرے رب کا ذکر فقیروں کو بادشاہ بنادیتا ہے۔ اللہ کا ذکر روح کا زیور ہے۔

(۵۲) ولی کو ولی پہچان لیتا ہے لیکن ولی کے مرتبے کو ہر ایک نہیں جانتا۔

(۵۳) ننگے سر کھانے پینے سے رزق کی خیر وبرکت ختم ہوجاتی ہے۔ ننگے سر بیت الخلاء میں جانے سے شیطانی خیالات کا غلبہ ہوجاتا ہے۔

دوسرا باب

عظمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کیلئے آپ کا ذکر بلند فرمادیا اب ذرا غور کرو کہ رب تو ذکر بلند فرمائے پھر اسے گھٹانے والا کون ہے؟

۲۔ اے عزیز من جو حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا وہ مومن ہوسکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ میرے محبوب سے تم نے آواز بلند کی تو تمہارے سارے اعمال ضبط ہوجائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔

۳۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی صفات بیان کیں تو فرمایا اے محبوب ﷺ آپ سراجاً منیرا ہیں یعنی روشن چراغ۔ چاند نہیں فرمایا، سورج نہیں فرمایا، کیوں؟ اسلئے کہ ایک چاند دوسرا چاند روشن نہیں کرسکتا، ایک سورج دوسرا سورج روشن نہیں کرسکتا۔ لیکن ایک چراغ دوسرا چراغ روشن کرسکتا ہے۔ جو بھی حضور ﷺ سے محبت کریگا اُس کے قلب میں روشنی پیدا ہوگی۔

۴۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت کما حقہ کوئی بیان کرہی نہیں سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ اے میرے محبوب ﷺ آپ رء وف رّحیم ہیں یعنی اپنی صفات اپنے محبوب کو عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بھی رء وف رحیم ہیں اور حضور ﷺ بھی رء وف رحیم ہیں لیکن ایک فرق ہے، اللہ تعالیٰ رء وف رحیم بالناس ہیں اور اس کے پیارے محبوب ﷺ رء وف رحیم بالمومنین ہیں۔ اب جو درود شریف پڑھنے سے روکیں کیا وہ مومن ہوسکتے ہیں؟ انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے عقل سلیم مانگیں، حضور ﷺ تو یہاں بھی ہیں وہاں بھی ہیں۔ یہاں مخلوق میں شامل ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے واصل ہیں۔

۵۔ ایک ہے دعا مانگنا، ایک ہے دعا کرانا اور ایک ہے دعا لینا۔

حضرت طلحہ ؓ حضور نبی کریم ﷺ کی رات کو خدمت کرتے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ ان کی خدمت سے خوش ہوگئے۔ فرمایا اے ابو طلحہؓ تم جنتی ہو۔ اسی طرح حضرت ربیعہ ؓ حضور ﷺ کو تہجد کا وضو کراتے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ربیعہؓ ہم سے کچھ مانگو' جو چاہو سو مانگ لو۔ حضرت ربیعہ ؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ میں چاہتا ہوں کہ جنت میں آپؐ کے ساتھ رہوں۔ ارشاد فرمایا اچھا کچھ اور مانگو۔ یہ کون کہہ سکتا ہے؟ جس کے اختیارات میں سب کچھ ہو جو مالک کلُ ہو۔ حضرت ربیعہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو بس یہی چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرت عثمان غنی ؓ نے ایک غزوہ میں مجاہدین اسلام کی خدمت کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عثمانؓ آپ جنتی ہو۔ آپ جنتی ہوچکے۔ اسے کہتے ہیں دعا لینا۔ اللہ اکبر! کیا مقام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔ کیا مقام ہے سرزمین طیبہ کا۔ بخدا اس سرزمین کی خاک کے ایک ایک ذرے کا' ایک ایک خار کا' وہ نصیب ہے کہ اگر ہمیں مدینہ طیبہ کے ایک خار کا نصیب مل جائے تو ہم دونوں جہانوں میں سرخرو ہوجائیں۔

۶۔ اے عزیز من غیرعقائد والے تو اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ معراج جسمانی ہوئی ہے یا روحی۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے عبد کو۔ اب عبد تو دو چیزوں کا مرکب ہے' جسم اور روح۔ جسم نہیں تو عبد نہیں اسی طرح روح نہیں تو عبد نہیں۔ اتنی واضح بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب ﷺ کیا آسمانوں پر نہیں جاسکتے؟ جبکہ حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوگئے۔ اور روحی معراج تو حضور ﷺ کو روز ہی ہوتی تھی۔ حضور ﷺ طے کے روزے رکھتے تھے طے کا روزہ سات دن کا ہوتا تھا۔ بس افطار کے وقت چند گھونٹ پانی پینا اور کچھ کھانا پینا نہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سُن گنُ ہوگئی اور انہوں نے بھی طے کا روزہ رکھا۔ بہت کمزوری پیدا ہوئی۔ فرائض اور معمولات میں فرق آیا۔ حضور ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو بلاکر ارشاد فرمایا اے صحابہؓ میں نے آپ سے طے کا روزہ رکھنے کو نہیں کہا پھر آپ نے کیوں یہ روزہ رکھا؟ اے صحابہؓ میں جو طے کا روزہ رکھتا ہوں تو میں تو راتوں کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں میرا رب مجھے

کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اے عزیز من یہ ہے روحی معراج جو حضور ﷺ کو ہر روز حاصل تھی۔

(۷) حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کروڑہا' اربہا برس اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں رہی۔ اب ان کے علوم کا اور ان کے مقامات کا کوئی کیا اندازہ لگاسکتا ہے؟ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرئیل آپ کی عمر کتنی ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اتنا یاد ہے کہ ایک ستارۂ نور آسمان پر ستر ہزار برس میں روشن ہوتا ہے میں نے اس ستارۂ نور کو بہتر ہزار برس دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے جبرئیل وہ ستارۂ جو آپ نے دیکھا وہ میرا ہی نور ہے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ جو ذاتِ اقدس کروڑہا' اربہا برس اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں رہی ان کی شان وعظمت کا اور ان کے علوم کا کوئی کیا اندازہ لگاسکتا ہے؟ اور اب کیا بات ہورہی ہے کہ وحی آئیگی تو آپ بتائیں گے ورنہ آپ کو علم نہیں۔ توبہ توبہ۔ آپ اللہ کی حضوری خاص میں اتنا عرصہ رہےاور اللہ نے فرمادیا کہ ہم نے آپ کو ایسا پڑھایا ہے کہ آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔ پھر کونسی بات ہے جو آپ کے علم میں نہیں۔ آپ شاہد بھی ہیں اور شہید بھی ہیں۔ آپ گواہی دیں گے اور گواہی اس طرح دیں گے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے صحابہؓ میری حیات اور وفات دونوں آپ کیلئے رحمت ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان بے شک آپ کی حیات مبارکہ ہمارے لئے رحمت ہے لیکن آپ کی وفات کس طرح ہمارے لئے رحمت ہے؟ ارشاد فرمایا میری وفات کے بعد ہفتے میں دو دن' شبِ پیر اور شبِ جمعہ کو میری امت کے اعمالنامے میری خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ جن کے گناہ دیکھوں گا ان کیلئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ جن کی نیکیاں دیکھوں گا ان کیلئے استقامت اور ترقی درجات کی دعا کروں گا۔ اسلئے اے صحابہؓ میری وفات بھی آپ کیلئے رحمت ہے۔

۸۔ جتنے انبیاء علیہم السلام ہیں سب نے اپنی امت کیلئے کوئی نہ کوئی بددعا کی لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے امتیوں کی عیب ہی ڈھانپے ہیں۔ آپ ﷺ عیبوں کے ڈھانپنے والے ہیں۔ اسی لئے آپ ﷺ قیامت کے

دن شفاعت فرمائیں گے۔ اور آپ ﷺ کی شفاعت سے سب کی بخشش ہوگی۔ اللہ کے پیارے محبوب ﷺ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں سر بسجود ہوجائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اے محبوب ﷺ ذرا سر تو اٹھاؤ آپ جو کہیں گے ہم وہی کریں گے۔ آپ ﷺ سر اٹھاکر کہیں گے اے رب العالمین میں اپنی امت کی بخشش چاہتا ہوں میری امت کو بخش دیں۔ ارشاد ہوگا اے محبوب ﷺ ہم نے دنیا میں تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض کی تھی اور اس کے عوض آج ہم نے آپ کیلئے مقام محمود تجویز فرمایا ہے۔ وہاں آجائیں اور جسے چاہیں ہم سے بخشوالیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ کی شان و عظمت کما حقہ کوئی بیان کرہی نہیں سکتا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کن کن صفات سے اپنے محبوب ﷺ کو نوازا ان کا شمار تو مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی اسماء ہیں ان سب کے نور سے محبوب پاک ﷺ کو سیراب فرمایا۔ جبکہ میرے سرکار ﷺ مظہر ذات خدا ہوئے تو ہمہ صفات اللہ کے بھی مظہر اتم ہوئے۔ البتہ قرآن شریف سے جو صفات ثابت ہیں ان کا تذکرہ بھی ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے' رءوف رحیم' سمیع وبصیر' شاہد وشہید' علیم وخبیر' بشیر و نذیر' حکیم و کریم' منعم' ولی' نور' شاف' ہادی' عظیم' ذوفضل' اول وآخر' ظاہر وباطن' ناصح' کفیل' معلم' محسن' سراجاً منیرا' صادق' رشید محی' حق' مجیب' جبار' مهیمن' برّ۔

۱۰۔ سیدنا نبینا موسیٰ علیہ السلام نورِ مجسم نہیں اسلئے طور پر زیارت ہوئی تو بے ہوش ہوگئے پھر ان کے امتیوں نے انہیں دیکھا تو وہ بھی بیہوش ہوگئے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نورِ مجسم ہیں اسلئے معراج کی خلوتوں میں بھی باہوش رہے۔ حضور ﷺ کے امتیوں کو اللہ تعالیٰ نے "خیر امت" کے لقب سے نوازا۔ نورِ مجسم کو دیکھ کر ان میں قوت برداشت پیدا ہوئی اور جب حضور ﷺ کے امتیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انوارات کی زیارت کرائی تو وہ بھی باہوش رہے۔

۱۱۔ جب تک رب کا بندہ رب کے محبوب ﷺ کو نہ پہچانے اور ان سے محبت نہ کرے اسے مقام عبدیت حاصل نہیں ہوسکتا۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ میں ہوں اور تم ہو اور یہ تمام

کائنات تمہارے لئے ہے۔ حضورﷺ نے عرض کیا اے اللہ تو ہے میں نہیں ہوں اور جو کچھ تونے عطا کیا تجھ پر قربان ہے۔ یہ مقام عبدیت کا کمال ہے۔ یعنی سب چیزوں کی جب سرکار ﷺ نے نفی کردی تو ذات میں ذات گم ہوگئی۔ ہجرت کی شب جب حضور ﷺ نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکیں تو اللہ تعالیٰ نےارشاد فرمایا وہ آپ کا ہاتھ نہیں وہ تو میرا ہی ہاتھ تھا۔ جب خود کی نفی ہوئی تو ذات میں ذات گم ہوگئی۔ پھر بندے کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے' بندے کی زبان اللہ کی زبان ہے۔ اس طرح جب صحابہ کرام رضی اللہ علیہم نے حدیبیہ کے مقام پر اللہ کی محبت میں حضورﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دئے اور بیعت کی اور اللہ کی محبت میں سب کچھ ترک کرنے کا عہد کیا تو وحی آئی کہ انہوں نے جو آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ آپ ﷺ کا نہیں ہمارا ہی ہاتھ تھا۔ توبہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر ہو اور رب ارشاد فرمائے کہ میرے ہاتھ پر توبہ ہوئی۔ فرمانبرداری حضورﷺ کی ہو اور رضا رب کی حاصل ہو۔ یہی کمال عبدیت ہے۔

۱۲۔ رب کا ارشاد ہے کہ میرے محبوب ﷺ کی اتباع کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتباع تو کریں گے لیکن سمجھتے اپنے بڑے بھائی کے برابر ہیں۔ تیرا بھلا ہو' یہ تو کدھر سے شروع ہوگیا۔ غور کرو انسانیت کے اعتبار سے' بشریت کے اعتبار سے' حضور نبی کریم ﷺ ۲۷ درجے بشریت میں اعلیٰ ہیں۔ اور پھر نبوت کا مرتبہ؟ اورمحبوبیت کے مرتبے کا تو کوئی اندازہ لگا ہی نہیں سکتا۔ رب کے علم قدیم میں یہ بات ہے۔ اسی لئے رب نے کیا فیصلہ فرمایا؟ اپنے محبوب پاک ﷺ کو اپنی صفت سے متصف فرمایا۔ ارشاد باری ہوا کہ میں بھی رءوف رحیم ہوں میرا محبوب بھی رءوف رحیم ہے۔ ہاں ایک فرق رکھا۔ اللہ تعالیٰ رءوف رحیم بالناس ہیں اور حضور ﷺ رءوف رحیم بالمومنین ہیں۔ ارشاد باری ہوا اے مومنوں نہ گھبراؤ میرا محبوب ﷺ مومنوں کیلئے رءوف رحیم ہے تمہیں بخشوا لیگا۔ یہ سیدھی سی بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی؟ جب کوئی مومن بننا ہی نہیں چاہتا تو پھر بخشش کیسی؟ کوئی اپنے ملک کے صدر کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بڑا بھائی ہے تو کیا صدر کی بے عزتی نہ ہوگی؟ اگر کوئی نبی کریم ﷺ کو بڑا بھائی کہے تو یہ کیسی بے ادبی کی بات ہے۔ فرق مراتب منشاء قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنوں میں جمعتہ المبارک کو بزرگی عطا فرمائی۔ مہینوں میں

رمضان المبارک کو بزرگی عطا فرمائی۔ انسانوں میں انبیاء علیہ السلام کو بزرگی عطا فرمائی۔ یہ مرتبے ہماری طرف سے تقسیم نہیں ہوئے۔ ہماری کیا مجال ہے۔ یہ مرتبے تو رب کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس بے عیب ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بے عیب بنایا ہے۔

۱۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والوں کی تکمیل ایمان نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تاج وتخت کے مالک ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں' رحمت للعالمین ہیں' مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' محبوب خدا ہیں۔ بشر تو بوجہل بھی کہتا تھا' کفار مکہ بھی کہتے تھے۔ اگر یہ بشر ہی بشر میں رہے تو تکمیل ایمان کیسی؟ وہ تو بے مثل ہیں اور معاملہ بے حد ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ عیبوں سے پاک ہے ویسے ہی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں عیبوں سے پاک ہیں۔

۱۴۔ فیضان نبوت جاری وساری ہے اور قیامت تک جاری رہیں گے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی ہیں اور رحمت للعالمین ہیں اور قیامت تک رحمت للعالمین ہیں اور بعد قیامت بھی رحمت ہیں۔

۱۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کنکریوں نے کلمہ پڑھا۔ جنگل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درختوں کو حکم دیا کہ قریب آؤ' دونوں قریب آگئے۔ احد پہاڑ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہمیں بھی اس سے محبت ہے۔ جس لکڑی پر کھڑے ہوکر آپ خطبہ دیتے تھے اس کے آنسو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھے اور رونے کی آواز بھی سنی۔ ارشاد فرمایا کیونکہ منبر بن گیا ہے اسلئے یہ لکڑی ہمارے فراق میں رو رہی ہے۔ لکڑی میں شعور ہے' درخت میں شعور ہے' پتھر میں شعور ہے لیکن آج کے مسلمان میں شعور نہیں ہے۔

۱۶۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شَانَہٗ نے اپنے حبیب پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب اپنے پاس بلوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کیلئے انعام لیکر واپس تشریف لارہے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام راستے میں کھڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھا تو آئینۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ خدا دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی ''رب ارنی'' کی دعا قبول ہونے کی یہ علامت ہے' نشانی ہے' روشن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیدار کئے اور موسیٰ علیہ السلام نے

دیدارِ مصطفٰے ﷺ میں جلوۂ خدا دیکھا۔ ذاتِ مصطفٰے ﷺ جلوہ گاہِ رحمٰن ہے۔ اب بار بار واپس بھیج رہے ہیں۔ نمازیں تو کم ہوگئیں لیکن موسٰی علیہ السلام کو بھی آئینۂ مصطفٰے ﷺ میں دیدارِ خدا حاصل ہوگیا۔ سوائے حبیب خدا ﷺ کے کوئی راست دیدارِ خدا حاصل نہیں کرسکتا۔

۷۱۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں۔ انہوں نے کبھی حضور ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی لیکر نہیں پکارا۔ جب پکارا ''یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان'' کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن میں سے کسی نے بھی حضور ﷺ کا نامِ نامیِ اسمِ گرامی نہیں لیا بلکہ یا رسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ ﷺ ہی کہا ہے۔ اچھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے کب نام لیا ہے اپنے محبوب ﷺ کا؟ یا ایھا النّبی فرمایا، یا مُزّمّلُ فرمایا، یا مُدّثِر فرمایا۔ آج کے دور میں ایسے گستاخ پیدا ہوگئے ہیں جو حضور ﷺ کا نام لیکر پکارتے ہیں۔ اے عزیز من یہ مقامِ ادب ہے۔ ابلیس نے کہا اے اللہ تو نے مجھے گمراہ کردیا۔ بات سچ ہے لیکن شیطان ہوگیا کافر۔ اسی طرح جو آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لیتا اور بشر کہتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام بشر ہیں لیکن یہ ہے بے ادبی اور گستاخی اور بے ادب اور گستاخ کافر ہوتے ہیں (۱)۔

۷۲۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک ﷺ کو رحمت للعالمین بنایا ہے۔ آپ ﷺ رحمت تو عالموں کیلئے ہیں اور اختیارات کچھ نہیں؟ کلّ اختیارات ہیں۔ شہید کو زندہ مانتے ہیں۔ شہید سے صدیق کا مرتبہ بڑا ہے اور صدیق سے پیغمبروں کا مرتبہ بڑا ہےاور سب پیغمبروں میں محبوبِ خدا ﷺ کا مرتبہ بڑا ہے۔ حضورحیات النبی ﷺ ہیں، موجود ہیں۔ پھر ہم کیوں نہ مانگیں؟ اب بھی لوگ جاکر دعا لیتے ہیں۔ اب بھی حضور ﷺ تشریف فرماہیں۔ دعا لے لو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج جارہی ہے آپ نے میلوں

---

(۱) سورہ یٰسین آیت نمبر ۱۵، جب اصحاب قریہ کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے اور پیغام حق پہنچایا تو ان لوگوں نے ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ تم تو ہماری مثل بشر ہو اور رحمٰن نے کوئی وحی نہیں کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبروں کو اپنی مانند مثل بشر کہنا کافروں کا شیوہ ہے۔

دور سے چیونٹیوں کی آواز سن لی۔ حضرت سلیمان ؑ نہ حبیب خدا ہیں نہ مصطفیٰ ہیں۔ پھر حبیبِ خدا ﷺ اپنے امتیوں کی صدا سن رہے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟۔

۱۹۔ حشر کے دن حبیبِ کبریاء ﷺ مقامِ محمود پر رونق افروز ہونگے تو جس طرف بھی آپ کی جنبش لب ہوگئی بس اس کا بیڑا پار ہے۔ بس ان کا نامِ نامیِ اسمِ گرامی لئے جاؤ۔ ان کی شانِ وعظمت بیان کئے جاؤ۔ دل سے پکارے جاؤ۔ دل سے بیان کئے جاؤ۔ کوئی راہ پر آئے یا نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میرا پیغام پہنچادو۔ ایمان عطا فرمانا میرا کام ہے۔ جب حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کردیا تو ارشاد باری ہوا اے ابراہیم ؑ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اعلان کردو کہ خانہ کعبہ تیار ہوگیاہے آکر طواف کرو۔ عرض کیا باری تعالیٰ میری آواز آپ کی ساری مخلوق تک کیسے پہنچے گی۔ ارشاد ہوا اے ابراہیم ؑ آپ کو تو حکم دیا ہے صرف آواز لگادو۔ اب آگے ہمارا کام ہے۔ تو ہمارا کام بس اتنا ہی ہے کہ پیغامِ حق پہنچادیں۔ اب جو توفیق بھی وہ عطا فرمائیں۔

۲۰۔ جنتی جب جنت میں جائیں گےتو جسم نوری ہوگا۔ نوری جسم کی یہ شان ہوگی کہ آپ کی طلب اور رغبت آپ کے ساتھ رہے گی۔ آپ حور کی خواہش کریں گے حور آئیگی' انگور کی خواہش کریں گے' انگور آئیں گے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جنتی کو صفتِ کُن سے متصف کرے گا۔ اب حضور ﷺ کی شان وعظمت کا کیا ٹھیک ہے۔ اُن کو رب تبارک وتعالیٰ نے کتنی صفات سے متصف کیا ہے۔ اسکا انسان کیا فیصلہ کریگا' کیا تفسیریں لکھے گا؟ یہ تو اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیھم کے قلوب کے اندر اتری ہوئی ہیں۔ بس محبوب ﷺ کو راضی کرلو۔ اگر محبوب ﷺ کو راضی کرلیا تو سب کچھ تمہارا ہے۔ اگر محبوب ﷺ کو راضی نہ کیا تو کچھ بھی نہیں۔ اگر آپ کا بچہ حسین ہے اور اسکی کوئی برائی کرے تو آپ کو کتنا غصہ آئیگا؟ جو رب کے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخیاں کررہے ہیں وہ دوزخ کا راستہ تیار کررہے ہیں۔ منطق اور فلسفے میں نہ جاؤ۔ یہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ صرف محبت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کےقلب میں اُن کی محبت ہے تو نہ معلوم کن کن اداؤں سے' کن کن اصولوں سےاور کن کن

شانوں کے ساتھ وہ پیش ہوگی۔

۲۱۔ حضور نبی کریم ﷺ نورِ مجسم ہیں اور عالموں کیلئے رحمت ہیں۔ آپ کی تخلیق نورِ ذاتِ حق سے ہے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ اے صحابہؓ تم اپنی صفیں نماز میں سیدھی رکھو۔ اللہ کا پیغمبر جیسے آگے دیکھتا ہے ویسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہے۔ غائب حاضر ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ ﷺ ایسی شمع ہیں جو تمام عالموں میں روشن ہے۔ ہر جگہ دیکھ رہے ہیں۔ جس کو بھی بزرگی اور ولایت ملی حضور ﷺ کی محبت میں ہی ملی۔ کوئی ایسا نہیں ہے جسے آپ سے محبت نہ ہو اور ولایت مل جائے۔

۲۲۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جس چیز کو اپنا دستِ مبارک لگایا وہ جلتی نہیں۔ حضرت انس ﷺ کے پاس ایک دسترخوان تھا جس سے حضور ﷺ اپنے دستِ مبارک پونچھتے تھے۔ اسے تنور میں ڈال دیتے تھے جب صاف ہوجاتا تو نکال کر پھر بچھالیتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے روٹی توے پر ڈالی وہ روٹی پکی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ کا دستِ مبارک مس ہونے کی وجہ سے آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

۲۳۔ آج تک کوئی انسان ایسا نہ پیدا ہوا جسے رب بلاکر منائے اور محبوب ﷺ قسم کھاکر کہے کہ میں راضی نہیں ہوں گا۔ ہر شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ یہ اندازِ محبوبانہ ہے۔ کیوں راضی نہیں ہوں گا؟ اسلئے راضی نہ ہوں گا کہ جب تک میرا ایک ایک نام لیوا جنت میں چلا نہ جائے۔ جس کے بارے میں یہ ارشاد ہو کہ اے محبوب ﷺ جو آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم عنقریب آپ کو اتنا دیں گے کہ راضی کرلیں گے۔ اس لین دین کی کوئی حد نہیں۔ معاملہ بے حد ہے۔ جب تک دنیا میں مسلمان پیدا ہوتے رہیں گے یہ لین دین جاری رہیگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو رحمت للعالمین بنایا۔ اللہ تعالیٰ خود رب العالمین ہیں۔ جہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رب العالمینی ہے وہاں تک حضور ﷺ کی رحمت للعالمینی ہے۔ جن کی رحمت ہر چیز پر غالب ہو کیا ان پر سب عالموں کے حالات منکشف نہ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے حضور

ﷺ کو وہ روشنی عطا فرمائی کہ جس میں کوئی شے چھپ نہیں سکتی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا۔ جنہیں رب غنی کرے سب ان کے محتاج ہیں۔

۲۴۔ ارشاد باری ہوا کہ اطاعت کروُ میری اور میرے رسول ﷺ کی۔ یعنی جس نے میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے میری ہی اطاعت کی۔ ایک جگہ ارشاد ہوا کہ جو میرے محبوب ﷺ کی اتباع کرے گا اسے میں اپنی بارگاہ کا محبوب بنالوں گا اور اس کے سارے گناہ نیکیوں سے بدل دوں گا۔ آپ ہی غور فرمائیں جس کی اتباع سے رب تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ کا محبوب بنالے اس محبوب پاک ﷺ کی کتنی عظمت کرنی چاہئے؟ اور کن کن القاب' آداب' عقیدت اور محبت سے انہیں پکارنا چاہئے؟ جنکی اتباع سے رب اپنی بارگاہ کا محبوب بنالے ان کی شان وعظمت گھٹانے والوں کا کیا بنے گا؟

۲۵۔ سورہ اخلاص کو دیکھئے۔ توحید تو حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے عطا ہوئی۔ رَبّ کو ربِّ محمد رَسُوْلُ اللہ ﷺ ماننا ہی ایمان ہے۔

۲۶۔ کفار مکہ اتنا ہی مانتے تھے کہ حضور ﷺ بشر ہیں اور نام محمد ﷺ ہے۔ صفات بھی مانتے تھے' صادق اور امین مانتے تھے لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی وہ شانیں اور عظمتیں جو نظر سے غائب ہیں اور جنکا تمام عالم میں بیان کرنے والا ہی کوئی نہیں' وہ نہیں مانتے تھے۔ مومن بھی ان شانوں اور عظمتوں کو دیکھتا نہیں لیکن مانتا ہے۔ بن دیکھے ماننا' یہی ایمان ہے۔

۲۷۔ جن کی بارگاہ کے آداب رب تبارک وتعالیٰ نے سکھائے ہم اس ذات اقدس کو کس طرح سے پکاریں؟ اگر ذرا بھی غلطی اور گستاخی ہوئی تو معافی کہیں نہیں۔ سوال ہونے والا ہے کہ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارا رب کون ہے؟ پھر سوال ہوگا کہ یہ ہستی کون ہے؟ جو یہاں بے ادبی سے بات کرتا ہے 'گستاخ ہے' وہ کیسے پہچانے گا؟ اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتیں اپنی محبوب پاک ﷺ کے صدقے میں عطا فرمائیں اور کل نجات بھی ان کے صدقے میں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں ہی سب کچھ ہے۔ بس ان پر درود وسلام بھیجے جاؤ' ان کا میلاد کئے جاؤ۔ اس معاملے

میں اگر کسی نے اپنی عقل کا دخل رکھا تو دونوں جہاں سے خارج ہو گا۔

۲۸۔ ہر بچے کا نام والدین رکھتے ہیں، لقب قوم دیتی ہے اور خطاب حکومت کی طرف سے ملتا ہے اور خطاب خالی نہیں ہوتا، وظیفہ بھی ملتا ہے۔ جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی رب العالمین نے رکھا ہو، جن کے صدقے میں کائنات بنی ہو، ان کا کیا مقام ہونا چاہئے؟ ہر بچے کا نام ولادت سے سات روز بعد رکھا جاتا ہے۔ یہاں کیا ہوا؟ ابھی اللہ کی مخلوق پیدا نہیں ہوئی جن کے آپ ﷺ پیغمبر ہیں اور سردار انبیاء ہیں لیکن آپ ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی پہلے ہی تجویز فرمادیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آنکھیں کھولتے ہی میں نے عرشِ اعظم پر نام محمد ﷺ لکھا دیکھا۔ اسی نام کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگی اور پیغمبروں کو فتوحات عطا ہوئیں۔ آپ ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی برہان رب ہے۔ جس قدر پیغمبروں کو معجزات عطا ہوئے رب نے تمامی معجزے آپ ﷺ کو عطا فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر پہاڑ سے چشمے جاری کر دئے۔ پہاڑ میں پانی ہوتا ہی ہے۔ لیکن کوئی انگلی سے پانی نہیں نکال سکتا۔ جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر تھے وہ اپنی انگلی سے چند قطرے پانی نکال کر دکھائیں۔ حضور ﷺ نے تو چشمے جاری کر دئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں سرکار ﷺ پہنچ گئے۔ فرمایا آج تمہارے ہاں کھانا کھانا ہے۔ چار سیر آٹا تھا اور تھوڑا سا گوشت۔ ہنڈیا اور آٹے میں حضور ﷺ نے لعاب دہن مبارک ڈال دیا۔ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانا کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا۔ حضور ﷺ برہان رب ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے حضور ﷺ نے جاکر پوچھا تم نے اتنے آدمیوں کا کھانا پکایا، ہاتھ تو نہیں تھکا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بدن بالکل ہلکا پھلکا ہے۔

۲۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نماز سورج گرہن پڑھ کر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا کہ آپ نے نماز میں کئی مرتبہ ہاتھ بڑھایا اور پیچھے ہٹایا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم صحیح کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کر دی تھیں۔ جنت کے انگور کا خوشہ میرے اتنے قریب تھا کہ میں اسے توڑ سکتا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا لیکن

چھوڑدیا اگر میں اسے توڑلیتا تو تم قیامت تک اسے کھاتے رہتے وہ ختم نہ ہوتا۔ حضور نبی کریم ﷺ زمین پر تشریف فرماتھے۔ جنت اور دوزخ تو زمین سے بہت بڑی ہیں پھر زمین پر کیسے آگئیں؟ بڑے کو چھوٹا کرنا اور چھوٹے کو بڑا کرنا اللہ تبارک تعالیٰ کی لامحدود صفات میں سے ہیں۔ زمین پر بسط کی تجلی ڈال دی' بڑی ہوگئی۔ جنت اور دوزخ پر قبض کی تجلی ڈال دی وہ چھوٹی ہوگئیں۔ رب تبارک وتعالیٰ یہ تجلیاں کیوں ڈال رہے ہیں؟ اپنے محبوب ﷺ کو دکھانے کیلئے۔ جب یہاں جنت اور دوزخ دکھادیں تو معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ آپ کے اشارے کی منتظر ہیں۔ لب ہلادیں دوزخ سرد ہوجائے' خیال فرمالیں جنت کی نعمتیں قدموں میں آجائیں۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے روضہ پاک پر کتنی رحمتیں اور برکتیں نازل ہورہی ہیں اس کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے؟ ہر شے ان کے سامنے ہے ہم کس کے سامنے ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے۔ ایسے آقا کی بارگاہ میں جب حاضری ہوتی ہے تو کیا پتہ جنت کے کس باغ میں ہمارا نام درج کرلیا جائے۔

۳۰۔ ایک اعرابی حضور بنی کریم ﷺ سے ملنے مدینہ طیبہ گیا۔ جب وہاں پہنچا تو حضور ﷺ کو وصال فرمائے تین روز گذرچکے تھے۔ شدت غم سے قبر مبارک پر گرگیا اور مٹی آنکھوں سے لگانے لگا۔ پھرایک شعر کہا جو مقبول بارگاہ ہوگیا اور آج بھی مواجہ شریف میں سنہری جالیوں پر یہ شعر لکھا ہواہے۔

يا خَيرَ مَن دُفِنتَ فِي التُّراب اَعظَمهُ
فَتَابَ مِن طِيبِهِن القَاعُ والْاَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءِ لِقَبر أَنْتَ سَاكِنه
فِيْه الْعَفَافُ وَ فِيهِ الجُودُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ۔ اے ان سب سے بہترین جن کی ہڈیاں خاک میں دفن کی گئیں اور ان کی خوشبو سے پہاڑیاں مہک اٹھیں۔ میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں۔ اس میں درحقیقت پاکیزگی' سخاوت اور بزرگی مدفون ہیں۔

یہ رباعی پڑھ کر عرض کیا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ جانوں پر ظلم کرلیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بخشش مانگیں اور آپ بھی ان کیلئے بخشش مانگیں۔ یعنی ان کی شفاعت فرمائیں تو وہ رب کو توّابٌ رّحیم پائیں گے۔ کون رب کو پائیں گے؟ جو بارگاہِ مصطفٰے ﷺ میں حاضری دیں گے۔ صرف حاضری ہی کافی نہیں بلکہ حضور ﷺ سے سفارش بھی کرائیں۔ پھر وہ اللہ کو اس حالت میں پائیں گے کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اللہ ملتا ہے تو درِ مصطفٰے ﷺ پر ملتا ہے جن کے پاس پیسے ہوں وہ تو مدینہ منورہ چلے گئے اور جن کے پاس پیسے نہیں وہ کیا کریں؟ اے محبوب ﷺ تمہارا نور تو ہر جگہ ہے جس مقام پر بھی ہوں تجھے حاضر ناظر جان کر وہیں سے تیری طرف رجوع کرکے توبہ کرلیں۔ وہ اعرابی بار بار وہی آیات پڑھنے لگا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے نفس پر بڑے ظلم کئے ہیں' بڑے گناہ کئے ہیں اب میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں اللہ سے بخشش مانگنے آیا ہوں۔ حضور ﷺ آپ میرے لئے بخشش مانگیں۔ قبر مبارک سے آواز آئی جا تیری بخشش ہوگئی۔

۳۱۔ جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مسلمانوں کیلئے مکہ معظمہ میں رہنا حرام ہوگیا۔ باوجودیکہ وہاں خانہ کعبہ موجود تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے حکم سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو کفار مکہ نے کہا کہ آپ طواف اور سعی کرلیجئے آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ کہ جسم تو خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے لیکن دل تو طواف مصطفٰے ﷺ کرتا ہے۔ جب مصطفٰے ﷺ ہی موجود نہیں تو میں کیسے طواف کرلوں۔ اگر کوئی حاجی یہ ارادہ کرے کہ حج کرکے مدینہ طیبہ نہیں جاؤں گا تو اسکا حج ہی نہیں۔ بندۂ خدا حج تو حضور ﷺ کی محبت ہی کا نام ہے۔ اگر حضور ﷺ کی محبت ہے تو حج قبول ہے ارشاد ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت کرو تو ایمان نصیب ہوگا حج ایمان والوں پر ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو حج کیسا؟ اگر حضور ﷺ کی محبت ہے تو مدینہ طیبہ کی حاضری ضروری ہے۔

۳۲۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ کے والدین مسلمان تھے؟ میں نے کہا تو مسلمان ہوکر ایسی باتیں کرتا ہے۔ حضرت ابرہیم

خلیل اللہ علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو کھڑے ہوکر دعا مانگی کہ اے باری تعالیٰ میری اولاد میں ایک جماعت مسلمانوں کی رکھیو اور ان میں نبی آخر الزماں کو بھیجیو جو ان ہی میں سے ہو۔ کیا آپ کا یہ ایمان نہیں ہے کہ خانہ کعبہ میں خلیل اللہ علیہ اسلام کی دعا قبول ہوئی۔ تو پھر حضور ﷺ کے والدین مسلمانوں میں سے ہوئے یا نہیں؟

۳۳۔اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ نے بے شمار نعمتیں اپنی مخلوق کو عطا فرمائیں لیکن احسان نہیں جتایا۔ جب اپنے محبوبِ پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمایا تو احسان جتلایا کہ ہم نے اپنا محبوب ﷺ تمہیں عطا فرمایا۔ تحفے دئے جاسکتے ہیں لیکن کوئی اپنا محبوب کسی کو نہیں دیتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ کا بے پناہ کرم ہے کہ اس نے اپنا محبوب ﷺ اپنی مخلوق کو عطا فرمایا۔

۳۴۔ معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے پاس بلایا کہ اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو بھی دیکھ جاؤ اور جو بندوں کیلئے نعمتیں ہیں وہ بھی دیکھ جاؤ اور جنت اور دوزخ کی بھی سیر کر جاؤ۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے سن کر ہدایت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہدایت فرمائی۔ معراج پر جانا ایسی بات نہ تھی۔ محبوب رب العالمین ﷺ کو نہ معلوم کتنی معراجیں ہوتی ہونگی۔ حضور ﷺ تو اب بھی معراج میں ہی ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ معراج پر بلاکر پھر واپس بھیجا۔ کس قدر رب تبارک وتعالیٰ کا احسان عظیم ہے جسکا کوئی شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ان کے محبوب ﷺ کی شان بیان ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کی تعریف رب بیان کرے اس کی تعریف بندہ کیسے بیان کرسکتا ہے۔

۳۵۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو سراجاً منیرا فرمایا۔ ایک وہ چراغ ہے جو دنیا میں بلتا ہے اور ایک وہ چراغ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور سے اپنے محبوب ﷺ کا نور پیدا فرمایا اور نام رکھا سراجاً منیرا۔ پہلے اس چراغ سے مکہ معظمہ روشن کیا پھر مدینہ منورہ روشن کیا۔ چراغ کا یہ قاعدہ ہے کہ اوپر روشنی اور نیچے اندھیرا۔ لیکن سراجاً منیرا اُس چراغ کو کہتے ہیں جو ہر

طرف روشنی دے۔ اُوپر بھی اور نیچے بھی۔ حضور ﷺ بھی اُوپر گئے۔ اتنے اوپر کہ ارشاد ہوا "قاب قوسین او ادنیٰ"۔ اب ان مقامات کی عظمت کوئی کیا بیان کرسکتا ہے۔ بس خیال ہی کرسکتا ہے کہ ایسا ہوا ویسا ہوا۔ نہ معلوم کتنے سال کی وہ ایک گھڑی بن گئی۔ حجت الاسلام امام غزالی ؒ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں جب اللہ کے محبوب ﷺ اللہ کے حضور خاص میں حاضر تھے تو نوے ہزار باتیں ہوئیں۔ اس سراجاً منیرا کی روشنی فرش پر بھی ہے عرش پر بھی ہے۔ چراغ پھونک سے بجھ جاتا ہے۔ سراجاً منیرا وہ چراغ ہے جسے بجھانے والا خود بجھ جاتا ہے۔ جس نے ذرا خیال غلط کیا تو نور بجھ جاتا ہے اور چہرے پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جس نے اس سراجاً منیرا سے محبت کی خواہ ہزار کوس پر ہوگا، روشن ہوجائیگا۔ جس نے بھی سراجاً منیرا سے محبت کی اور عقیدہ پختہ کیا اس کے قلب میں محبت کی شمع روشن ہوگئی۔ اب بھی محبت کی شمعیں روشن ہیں انہیں اولیاء اللہ کہتے ہیں، جانشینِ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں۔

۳۶۔ صحیح حکمرانی بہ عطائے ربانی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک ﷺ سے کرانی منظور فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکمرانی بشان محبوبی عطا فرمائی اور تمامی اختیارات اور تصرفات ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں عطا فرماکر صحیح حکمرانی کرائی۔ تصرفات حکمرانی مصطفوی ﷺ کے حالات قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں سمجھو اور غیر عقائد کے عقائد درست کرو۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت وقاص بن سلمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئے۔ ارشاد فرمایا کہ اے وقاص آپ کی بیویاں آپ پر حرام ہیں اور کوئی مسلمان وقاص سے سلام دعا نہ کرے۔ حالانکہ قرآن کریم میں حکم ہے کہ سلام دعا کرو اور یہ کہ تمہاری منکوحہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمادیا کہ حرام ہیں تو حرام ہیں۔ کس لئے؟ حضور ﷺ کی ناراضگی کفر ہے۔ اور حضور ﷺ کفر کرانا نہیں چاہتے۔ سب سے بڑا گناہ حضور ﷺ کو ناراض کرنا ہے اور حضور ﷺ کسی سے اتنا بڑا گناہ کرانا نہیں چاہتے۔ قرآن کریم فرمارہا ہے کہ اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ جس کام کو کہیں اس میں تمہاری کوئی اپنی رائے نہیں۔ معلوم ہوا کہ جس قدر بھی مرد ہیں سب حضور ﷺ کے غلام ہیں اور جس قدر بھی عورتیں ہیں سب حضور ﷺ کی لونڈیاں ہیں۔ مولیٰ کو

اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو مولیٰ ﷺ ہی کہا (اور حضور ﷺ نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں)۔ حقیقی حکمرانی مصطفوی ﷺ کا ذکر ہورہا ہے۔ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا پیغام حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا گیا۔ چونکہ یہ اہلِ قریش میں سے تھیں۔ سرداروں میں سے تھیں' اور وہ آزاد کردہ غلام' اسلئے انہوں نے انکار کردیا۔ جب انکار کردیا تو رب تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوا کہ جس کیلئے میرے محبوب ﷺ کا جو حکم ہے وہی صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہماری جانوں کے مالک ہیں' ہماری ہر شے کے مالک ہیں' ہم ان کی ملک ہیں۔ جو چاہیں فرمائیں اسکا پورا کرنا ہمارے لئے باعث نجات ہے۔ قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ جب نکاح کرو تو لڑکی کی مرضی معلوم کرلو۔ یہاں مرضی رسول اللہ ﷺ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مرضی ہر چیز پر مقدم اور غالب ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ نہ کہنا تو وہ کس زمرے میں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ' نعوذباللہ' حضور ﷺ کی عظمت عام آدمی جیسی ہے تو اسکا کیا حشر ہے؟ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ جو میرا رسول ﷺ کہے وہ حق ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری جانوں کا مالک ہے۔ غلام کو مولیٰ کا حکم ماننا پڑے گا۔ کسی میں یہ طاقت نہیں جو کہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے۔ شریعت کا حکم ہے کہ مسلمان چار نکاح کرسکتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ حضور ﷺ اجازت ہو تو دوسرا نکاح کرلوں۔ فرمایا کہ تم دوسرا نکاح نہیں کرسکتے 'کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوگی اور حضور ﷺ کو ایذا پہنچے گی۔ اور حضور ﷺ کو ایذا پہنچانے والا کافر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی جو حضور ﷺ کا حکم ہو۔ یہ ہے اصل حکمرانی بہ عطائے ربانی۔ یہ مختارِ کل کے معنی بیان ہورہے ہیں۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ خوش ہوگئے فرمایا اے ربیعہؓ مانگو کیا مانگتے ہو؟۔ عرض کی حضور ﷺ میں چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھا کچھ اور مانگو۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے اختیار نہیں رب سے مانگو۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ اچھا اور مانگو۔ اس کے تو کھلے ہوئے معنی ہیں کہ آپ ﷺ مختار ہیں' مالک ہیں' مختار کلُ' ہادی کلُ' رہبر کلُ ہیں۔ کیا یہ اصل حکمرانی

نہیں؟

۳۷۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اختیارات، تصرفات اور انعامات بے شمار ہیں۔ ۱۹۴۸ء سے یہ فقیر میلاد النبی کی محفل کر رہا ہے۔ کبھی کوئی کمی نہیں آئی، کبھی تھکن محسوس نہیں ہوئی۔ یہ کیا ہے؟ سمجھ لو کہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اگر نگاہ مصطفیٰ ﷺ نہ ہو تو ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ معلوم ہوا آپ نے قبول فرمالیا۔ ہر امتی پر نگاہ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ سب احوال سے واقف ہیں۔ عادات، خصلات، رفتار، گفتار، سب دیکھ رہے ہیں۔ اسلئے ہمیں ہر قدم سنبھل کر اٹھانا چاہیئے۔

۳۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے میرے محبوب ﷺ جب آپ مکہ معظمہ میں تھے تو ہم نے مکہ معظمہ کو عظمت اور روشنی عطا فرمائی۔ میرے پیارے مکہ معظمہ ہمارا گھر ہے لیکن آباد آپ کر رہے ہیں۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو اب اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ کی عظمت بیان کر رہا ہے۔ کبھی مکہ معظمہ میں محبوب ﷺ ہیں تو وہاں کی قسم کھا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ نورِ مجسّم، یہ شہنشاہِ کون ومکان، جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ جس جگہ تشریف لے جاتے ہیں وہیں نور ہے، وہی مقام عظمت والا ہے۔ ستر ہزار فرشتے صبح آتے ہیں اور روضہ اقدس کو گھیر لیتے ہیں اور صلواۃ وسلام پڑھتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے رات کو آتے ہیں، گھیرا ڈال لیتے ہیں اور صلواۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ جو اس گھیرے میں آجاتا ہے وہ بھی اس سلام میں شریک ہوجاتا ہے۔ کیا معلوم پھر کیا انعام ملتا ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ایک لاکھ ملتا ہے اور ایک گناہ کا بھی ایک لاکھ ملتا ہے۔ مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آباد کیا اور دعا مانگی کہ ایک کا ایک لاکھ ملے۔ اور مدینہ طیبہ آباد کیا حبیب اللہ ﷺ نے۔ سرکار نے دعا مانگی کہ اے باری تعالیٰ میرے مدینے میں مکہ معظمہ سے دُگنی رحمتیں عطا فرما۔ وہ خلیل اللہ علیہ السلام ہیں یہ حبیب اللہ ﷺ ہیں، محبوبِ رب العالمین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، رحمت للعالمین ہیں اس لئے مدینہ طیبہ میں ایک نیکی کا ثواب ۲ لاکھ لیکن ایک گناہ کا ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے، ثواب اور ہے۔ یہ قبولیت ہے، مقبولیت ہے، جو مانگا سو قبول ہوا۔ اگر دولہا نہ ہوا تو برات کہاں جائیگی؟ اور براتی کب آئیں گے اور کھانا کب ملے گا۔ دولہا

کے صدقے میں کھانا ملتا ہے براتیوں کو۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر براتی ہیں دولہا مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اگر دولہا نہ ہوتا تو براتی نہ ہوتے' عرش ہوتا نہ فرش ہوتا' نہ مکہ ہوتا نہ مدینہ ہوتا' کچھ نہ ہوتا۔ اگر ہے تو سب محبوب رب العالمین ﷺ کا صدقہ ہے۔ اگر مل رہا ہے تو حضور ﷺ کے صدقے میں۔ حضور ﷺ کا ادب کرنے والوں کو کھانا ملتا ہے۔ جن کو عظمت رسول اللہ ﷺ حاصل نہیں ان کا کھانا دوزخ کا عذاب ہے۔ کھانا تو وہ ہے جس سے ایمانی قوتیں بڑھیں' محبت رسول اللہ ﷺ بڑھے۔ ایمانی قوتوں کے جلوے ہوں' توجۂ شیخ ہو' عقیدہ پختہ ہو' قلب شکستہ ہو۔ پھر آپ لقمہ کھائیں تو سب کا نور ہی نور بنے گا۔

۳۹۔ بائیسواں پارہ سورہ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو شاہد اور شہید بناکر بھیجا۔ معلوم ہے یہ کون ہیں؟ محبوبِ رب العالمین ہیں' سردارِ انبیاء ﷺ ہیں' تاجدارِ کون ومکان ہیں' سردارِ دادین ہیں' تاجدارِ کونین ہیں' جناب احمدِ مجتبیٰ ہیں محمدِ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کے علم وکمالات پر اعتراض کرنا درپردہ خدا پر اعتراض کرنا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گواہ بناکر بھیجا' خالق کا گواہ مخلوق کے پاس اور مخلوق کا گواہ خالق کے پاس۔ گواہ واقعات دیکھ کر گواہی دیتا ہے۔ شاہد کے معنی حاضر کے بھی ہیں اور حال کے بھی ہیں کہ ہم نے اس حال میں بھیجا کہ آپ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں۔ تخلیقِ کائنات سے پہلے حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضورِ خاص میں تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام علوم عطا فرمادئے۔ جب دنیا نہیں تھی اس وقت بھی آپ ﷺ حاضر تھے۔ اور اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اب بھی حاضر ہیں۔ عالم کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ کی وحدانیت اور اسکی ربوبیت کا مشاہدہ کررہے تھے۔ جس قدر ارواح اجسام میں آئیں' انسان' فرشتے' جنات تمام ارواح کو آپ ﷺ دیکھ رہے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں ہونا' خطا کرنا اور توبہ کا قبول ہونا سب دیکھ رہے تھے۔ ابلیس کا عابد ہونا پھر نافرمان ہونا دیکھ رہے تھے۔ ابلیس کا نافرمانی کرکے شیطان بننا اور اولاد آدمؑ کا جانی دشمن بننا آپ دیکھ رہے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضورِ خاص میں ہو انہیں کیا کچھ علم حاصل نہ ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے گواہ کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے۔ جن کے پاس ایمان نہیں وہ

کہتے ہیں ”یارسول اللہ“ نہ کہنا، وہ تو بڑے بھائی کے برابر ہیں (نعوذ باللہ)۔ اولیاء اللہ اپنے مزارات میں ہیں ہم ان کا یہاں نام لیتے ہیں تو انہیں وہاں پتہ چل جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے علوم کا کیا عالم ہوگا؟

۴۰۔ اے عزیز من ظاہری پاکیزگی کو طہارت کہتے ہیں اور قلبی طہارت کو طیبّ کہتے ہیں۔ جسمانی اور روحانی اصلاح کو تزکیہ کہتے ہیں۔ یہ تزکیہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ ہر مومن کے قلب پر ہوتی ہے۔ سورہ مزّمل پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”تحقیق ہم نے رسول بھیجا جو تمہارے اوپر شاہد یعنی حاضر وناظر ہے“۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری ظاہری اور باطنی ہر شے سے باخبر ہیں کیونکہ قیامت کے دن کافروں کے کفر اور مومنوں کے ایمان کی گواہی دیں گی۔ امت مصطفیٰ ﷺ انبیاء علیہم السلام کی گواہی دیں گے۔ اور حضور ﷺ امت کی گواہی دیں گے۔ کیا ہم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا کہ حضور ﷺ ہماری جانوں کے مالک ہیں۔ تو کیا مالک کہیں اور ہوگا اور اس کی مِلک کہیں اور ہوگی؟ مالک کو اپنی مِلک کی خبر نہ ہوگی؟

۴۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر دونوں جہانوں کیلئے رحمت بناکر۔ اب دونوں جہانوں کیلئے رحمت تو وہی ہوسکتے ہیں جنہیں دونوں جہاں کا اختیار ہو کہ جسے جو چاہیں عطا فرمادیں۔ مختار ہیں تو رحمت ہیں، مختار نہیں تو رحمت نہیں۔ منکرین کو آپ ﷺ کی رحمت سے اتنا ہی فائدہ پہنچے گا کہ اب صورتیں نہیں بدلی جائیں گی۔ نہ ہی وہ پہلے والے عذاب آئیں گے۔ لیکن ان کے قلوب بدل دیے جائیں گے یعنی نور ایمان سلب ہوجائیگا۔ اب بظاہر مسلمان ہیں لیکن ایمان نہیں ہے۔ کتنی ہی نمازیں پڑھیں، داڑھی رکھیں، لیکن قوتِ ایمانی حاصل نہیں۔ ایمان تو محبت رسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک ﷺ کو اپنی کل کائنات پر مختار متصرف بنایا ہے۔

۴۲۔ جب کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ ارشاد فرمارہا ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو سراجاً منیرا بنایا ہے۔ اب حضور ﷺ کی روشنی کی کوئی حد ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوا معاملہ بے حد ہے۔ ایسے سراجاً منیرا ہیں کہ جو بھی آپ کو محبت سے دیکھتا ہے اس کے قلب میں بھی نور پیدا ہوجاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ منبعِ نور ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ کے خاندان نے آپ کو چمکایا۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ خاندان والوں نے کوئی تعلیم و تربیت بھی نہیں کی۔ بلکہ آپ ﷺ ہی کے نور سے سب چمکے۔ آپ ﷺ کا نور حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں آیا وہ سبھی چمکے۔ جس نے حضور ﷺ سے محبت کی وہی چمکا بچپن شریف کے زمانے میں پتھروں نے آپ ﷺ کو پہچانا۔ سنگریزوں نے آپ ﷺ کو پہچانا اور سلام کیا۔ فرش والوں نے آپ ﷺ کو پہچانا عرش والوں نے آپ ﷺ کو پہچانا۔ اور جس نے آپ ﷺ کی مخالفت کی وہ یہاں بھی اندھا ہی رہا اور وہاں بھی اندھا ہی ہو گا۔ سورج کو اشارہ کیا، ڈوب چکا تھا باہر آگیا۔ سورج سمجھ گیا کہ یہ اشارہ مصطفےٰ ﷺ کا ہے۔ چاند کو انگلی کا اشارہ کیا ۔ چاند دو ٹکڑے ہوگیا چاند سمجھ گیا کہ یہ اشارہ مصطفیٰ ﷺ کا ہے اور یہ چودھویں صدی ایسی ہے کہ پیغام حق سنایا جارہا ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم جیسے بشر تھے۔ یہ بد عقیدہ لوگ، حضور ﷺ کو اپنے ہی جیسا کہنے والے اندھے ہیں۔ الحمدللہ کہ ہم آنکھوں والے ہیں۔ مدینہ پاک میں آپ ﷺ تشریف فرماہیں۔ نہ تو وہاں میوے کے باغات ہیں، نہ کشمیر جیسی سیرو تفریح ہے، نہ لندن پیرس جیسی تفریح گاہیں ہیں۔ سیر وتفریح کا کوئی سامان نہیں لیکن مخلوق کا یہ عالم ہے کہ اس طرف کھنچی چلی جاتی ہے اور اہلِ محبت کا جانے کے بعد آنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسلئے کہ وہاں جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف فرماہیں۔ آپ دعائے خلیل اللہ علیہ السلام ہیں یہ ان کی دعا سے ایسا پھول کھلا ہے کہ عالم مہک گیا اور وہ خوشبو اب تک سب کو آرہی ہے۔ ایمان والوں کے قلوب میں جب محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا غلبہ ہوتا ہے تو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ جانے کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ ایمان کی علامت ہے۔ ایسا بھی دیکھا ہے کہ ایک پیسہ بھی پاس نہیں لیکن یہ خواہش ہوتی ہیں کہ سرکار ﷺ کے ہاں حاضری دے لوں، گنبد خضرا کو دیکھ لوں، غلاف کعبہ کو چوم لوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک پر سجدہ دے لوں، پیسے ہوں نہ ہوں ارادہ صحیح ہو تو انتظام اوپر سے ہوجاتا ہے۔

۳۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ علم ہم نے قلم سے لکھا۔ علم قلم کی

قید میں ہے۔ پھر اپنے محبوب پاک ﷺ کو یہ کیوں نہیں سکھایا؟۔ لکھنے کی اسے ضرورت ہوتی ہے جو بھول جاتا ہو۔ اور میرے آقا ﷺ بھولتے بالکل نہیں۔ تمام عالموں کا علم سرکار دوعالم ﷺ کے سینے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو برہان بھی فرمایا نور بھی فرمایا۔ جو علوم علماء کے سفینے میں ہیں وہ حضور ﷺ کے سینے میں ہیں۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ قلم سے اللہ کا نام لکھو کلام الٰہی لکھو' تو قلم اوپر ہوتا ہے اور کلام الٰہی نیچے' اور یہ مصطفیٰ ﷺ کو گوارہ نہ ہوا۔ محبوب رب العالمین ﷺ نے چاہا کہ میرا قلم اللہ کے کلام کے اوپر نہ آنا چاہئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ جلّ شانہ اپنے محبوب ﷺ کے ارادوں سے واقف ہیں۔ کہ اے محبوب ﷺ آپ کو یہ گوارہ نہیں کہ آپ کا قلم میرے کلام کے اوپر ہو تو ہم بھی آپ کا سایہ نہیں رکھتے تاکہ کسی کا قدم نہ پڑجائے' ہمیں یہ گوارہ نہیں۔ اے محبوب ﷺ جس قدر آپ ﷺ ہمارے نام کی عظمت کرتے ہیں تو ہم نے بھی حکم دے دیا ہے کہ کوئی مخلوق آپ کے سامنے اونچی آواز میں نہیں بول سکتی۔

۴۴۔ اگر چنبیلی کے پھولوں میں ایک شب کیلئے تل ڈال دو تو تیل تلوں کا نہیں بلکہ چنبیلی کا کہلاتا ہے اور دماغ کیلئے نفع بخش ہوجاتا ہے۔ سارے خواص اور بوُ باس چنبیلی کی ہوجاتی ہے۔ اور حضور اکرم فخرِ نبی آدم جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کروڑہا برس' اربہا برس اللہ تعالیٰ کی حضوریٔ خاص میں رہے تو پھر اُس ذات کے کمالات' انعامات اور فیضان کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔

۴۵۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محبوب ﷺ آپ رحمت اللعالمین ہو۔ اب اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب آپ رحمت اللعالمین ہیں تو کفاروں کو کیوں مارا؟ جنگیں کیوں ہوئیں؟ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو دودھ ملائی پلاتا تو وہ بھی مناسب نہ تھا۔ جو اعضاء جسم کے خراب ہوجاتے ہیں انہیں کاٹنا ہی پڑتا ہے نہیں تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے۔ خراب اعضاء کا کاٹنا کیا ظلم ہے؟ کفاروں کی کٹائی پٹائی صحیح ہوئی نا؟ رحمت ہوئی نا؟ خراب اعضاء کا کاٹنا جسم کی حفاظت ہے۔ کفاروں کے ساتھ لڑنا ایمان کی حفاظت ہے' مسلمان کی حفاظت ہے۔ سانپ کے ڈسنے کا خطرہ ہو تو اسے مارنا گناہ نہیں بلکہ اچھا ہے۔ کیونکہ وہ نقصان پہنچاتا ہے۔ حکم ہے کہ نماز

میں سانپ آجائے تو نماز توڑکر اسے مارو ورنہ نقصان پہنچائے گا۔ جو چیز مسلمان کی جان اور ایمان کو نقصان پہنچانے والی ہو اسے مارنا مناسب ہے کیونکہ مسلمان کا وجود بڑا ہی قیمتی ہے۔ اگر حکومت چور اور قاتل کو سزا نہ دے تو بے انصافی ہے۔ چور اور قاتل کو سزا دینا عین انصاف ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ کی رحمت عام بھی ہے اور خاص بھی ہے۔ عام تو یہ ہے کہ حضور ﷺ ہی کے صدقے میں زمین ملی' پانی ملا' ہوا ملی' دھوپ ملی' رزق ملا۔ سب کچھ حضور ﷺ کے صدقے میں ملا۔ معطی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے اور قاسم حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ وہ اللہ کی نعمتیں بانٹ رہے ہیں۔ اور خاص یہ ہے کہ ولایت ملی حضور ﷺ کے صدقے میں' بادشاہت ملی حضور ﷺ کے صدقے میں' ولایت میں مرتبے' مقامات' مدارج سب حضور ﷺ کے صدقے میں ملے۔ تو ان کی رحمت اللعالمینی عام اور خاص دونوں کیلئے ہے۔

۴۶۔ محشر میں کیا ہوگا؟ سب نفسا نفسی کہیں گے۔ اللہ کی مخلوق حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ معلوم ہوا کہ وہاں بھی بخشش کیلئے اللہ کے دوست کے پاس جانا پڑے گا۔ حاکم دوست کی سفارش مانتے ہیں۔ مخلوق عرض کریگی اے ابراہیم علیہ السلام آپ خلیل ہیں' اللہ کے دوست ہیں' چلئے سفارش کیجئے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اللہ کا دوست تو ہوں لیکن بیرونی' اندرونی مصطفیٰ ﷺ ہیں' وہ اللہ کی حضوری خاص میں رہے ہیں۔ بھیجا وہی جاتا ہے جو اللہ کی حضوری میں ہو۔ آپ ﷺ کا جانا اور آنا بتاتا ہے کہ آپ ﷺ حضوری میں ہیں' بھیجے گئے ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ وہاں موجود تھے۔ بھیجی وہی چیز جاتی ہے جو موجود ہو۔ اگر بادشاہ آپ سے خوش ہوگا تو وہی تحفہ دے گا جو اس کے پاس موجود ہوگا۔ پاس کونسی چیز رکھی جاتی ہے؟ وہ چیز جسکا کوئی جواب ہی نہیں ہوتا۔ پھر رب کا انتخاب۔ رب نے جو تحفہ عطا فرمایا وہ تو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے' وہ شہنشاہ ہے۔ اس نے اپنا محبوب ﷺ ہی بھیج دیا اور فرمایا جو محبوب ﷺ کا ہے وہی میرا ہے۔ جو محبوب ﷺ کے بارے میں غلط گمان کرے ہمارے ہاں سے خارج' دوزخی ہوگیا۔ جو محبوب رب العالمین ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو نہ معلوم اسے کونسے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ آپ ﷺ حیات النبی ﷺ ہیں۔ ایک بزرگ نے آپ ﷺ کی

زیارت کا شرف عالم بیداری میں حاصل کیا۔ کہا حضور ﷺ میں آپ کو بیداری کے عالم میں دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا پردہ تو ان لوگوں سے ہے جو ہمارے قریب نہیں آتے، کہیں دوستوں سے بھی پردہ ہوتا ہے؟ حضور ﷺ کی حیات ایسی حیات ہے کہ جب چاہتے ہیں اپنے دوستوں کو دیدار کرادیتے ہیں۔ جس قدر کوئی حضور ﷺ سے محبت رکھتا ہے اسی قدر جنتی ہے۔ حضور ﷺ ہی سے محبت عطا ہوئی ہے حضور نہ ہوتے تو یہ دنیا نہ ہوتی نہ محبت ہوتی۔

۴۷۔ پارہ نمبر ۲۹، سورۃ القلم، پہلا رکوع۔ ولید بن مغیرہ منافق نے حضور اکرم ﷺ کو (نعوذباللہ) مجنون کہا۔ اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھاکھا کر اپنے محبوب ﷺ کو راضی کیا کہ آپ ﷺ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں، آپ کیلئے تو بے انتہا ثواب ہے، آپ ﷺ تو خلق عظیم کے مالک ہیں۔ آپ ﷺ اپنے قلب پر اسکا اثر نہ لیں۔ وہ شخص (ولید بن مغیرہ) تو بہت بُرا ہے اس میں بے شمار خامیاں ہیں۔ وہ بڑی قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، اِدھر کی اُدھر لگانے والا، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھکر گناہ کرنے والا فاجر بدکار، درشت، مجنون، راہ سے بہکا ہوا ہے۔ نیز اسکی اصل میں خطا ہے۔ کیا شان محبوبیت ہے کہ جس شخص نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی رب نے اس کے دس عیب ظاہر کردئے اور قسمیں کھاکھاکر اور اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کرکرکے محبوب ﷺ کو راضی کیا۔

۴۸۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ آنسوؤں سے رورہے تھے۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ ارشاد فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام میری امت کا غم مجھے رلاتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے معبود آپ کا محبوب ﷺ ہاتھ اٹھا اٹھاکر آنسوؤں سے رورہا ہے۔ ارشاد ہوا اے جبرئیل علیہ السلام فوراً چلے جاؤ اور میرے محبوب ﷺ کو یہ خوشخبری سنادو کہ اے محبوب ﷺ عنقریب ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں اتنا دیں گے کہ راضی کرلیں گے۔ حضور ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ غم امت میں جو آنسو گرے ہیں وہ مقبول بارگاہ ہوگئے ہیں اور معبود اس قدر مہربان ہوگئے ہیں تو حضور ﷺ نے کہا میں راضی نہیں ہونے کا جب

تک میرا ایک ایک نام لیوا' چاہنے والا' جنت میں نہ چلا جائے۔ یہ لین دین ابھی ختم نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کو اتنا دیں گے کہ راضی کرلیں گے اور محبوب پاک ﷺ کی امت کیلئے مانگ کم نہیں ہورہی بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ پھرامتیوں کو کیا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ تو جبھی راضی ہوں گے جب ان کے محبوب ﷺ راضی ہونگے۔ کیا انداز محبوبانہ ہے' کیا ناز محبوبانہ ہے فرماتے ہیں کہ میں راضی نہیں ہونے کا۔ کوئی اور ایسا کہے تو کافر ہوجائے۔ لیکن انداز محبوبانہ ہے اسے رب ہی جانتا ہے معلوم ہوا کہ امتی برابر آرہے ہیں' جارہے ہیں' عطا ہورہی ہے' قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اس عطا کی حد نہیں۔ ابھی تو یہ فیصلہ ہی نہیں ہوا تو کیسے کہہ دیں کہ عطا ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ میں نے آپ ﷺ کیلئے مقام محمود تجویز فرمایا۔ اس مقام پر جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوں گے تو سارے شفاعت کے دروازے کھل جائیں گے' لیکن یاد رہے کہ باغیوں کی بخشش نہیں ہوگی' کفار و مشرکین کی بخشش نہیں ہوگی۔ ہدیہ ایصال ثواب مومن کا مومن کو پہنچتا ہے' اولاد کا والدین کو' والدین کا اولاد کو شیخ کا مریدین کو' مریدین کا شیخ کو۔ ان کی ازواج مطہرات' محبین ومخلصین کو پہنچتا ہے لیکن اگر کوئی باغی' مشرک' کافر کو ہدیہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچے گا۔ لیکن مومنین کو پہنچتا ہے۔ ہدیہ نہ پہنچتا تو جنازے کی نماز جائز نہ ہوتی۔ بچے کی جنازے کی نماز پڑھاتے ہو تو اسے اپنا شفیع مانتے ہو۔ معلوم ہوا شفاعت ضروری ہے اور کامیاب ہے۔ اور بڑے کی نماز جنازہ پڑھاتے ہو تو خود اسکا وسیلہ بنتے ہو۔ معلوم ہوا وسیلہ قائم ہے۔

۴۹۔ ایک دفعہ جنگل میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پانی کی کمی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا فلاں مقام پر ایک حبشی غلام پانی لئے جارہا ہے اسے لے آؤ۔ چنانچہ اسی مقام پر وہ حبشی ملا جو اونٹ پر پانی کے مشکیزے بھرکر لے جارہا تھا۔ اسے پکڑ کر لے آئے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے مالک کیلئے بڑی دور سے پانی بھرکر لارہا ہوں۔ اگر پانی کم ہوا تو میرا مالک مجھے سزا دے گا۔ حضور ﷺ نے اسے تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں تمہارا پانی کم نہ ہوگا۔ ایک مشکیزے کا منہ کھول کر حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پانی لے لیا' خوب نہائے' جانوروں کو سیراب کیا' اپنے مشکیزے بھرلئے لیکن

حبشی کے مشکیزے کا پانی کم نہیں ہوا۔ محبت کا غلبہ ہوا۔ حضور ﷺ نے حبشی غلام کے چہرے پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ حبشی تھا رومی ہوگیا' کالا تھا گورا ہوگیا۔ چند ساعت کیلئے جو صدر نبوت میں آگیا اسے کیا کیا نہ ملا ہوگا۔ ایک کو تو نہیں رنگا۔ آج بھی رنگے جارہے ہیں۔ اولیاء اللہ سب رنگے ہوئے ہیں۔ وہ پانی متبرک ہے جو سیدنا نبینا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے بچپن میں ایڑھیاں رگڑنے سے پیدا ہوا لیکن بخدا وہ پانی زیادہ متبرک ہے جو مصطفےٰ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا۔ حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔

۵۰۔ معراج میں عبدیت کا کمال دکھانا تھا اسلئے عبدہٗ کہہ کر بلایا' رسول کہہ کر نہیں بلایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں کسی کو عبدیت کا کمال نصیب نہ ہوا جو اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا۔ عبد اسے کہتے ہیں جو رب کا انتظار کرے اور عبدہ اسے کہتے ہیں جس کا رب انتظار کرے۔ عام مخلوق محتاجِ دعا ہے' سرکار دوعالم ﷺ محتاجِ دعا نہیں محتاجِ خدا ہیں۔ پیغمبر کی دعا خالی نہیں جاتی' پیغمبر کی بات ٹالی نہیں جاتی' پیغمبرجو مانگے ملتا ہے۔ ہم جو مانگیں وعدہ ہوتا ہے' سیدنا نبینا موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے رب مجھے اپنا جلوہٗ دکھا۔ جب سرکارِ دوعالم معراج سے واپس تشریف لارہے تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ذات مصطفےٰ ﷺ میں جلوہ رب العالمین نظر آرہا تھا۔ حضرت موسیٰ نے چاہا کہ میں یہ جلوہٗ دیکھتا ہی رہوں۔ خیال مبارک تھا' تجویز فوراً ذہن میں آگئی۔ کہا اے محبوبِ رب العالمین ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کیلئے کیا عطا فرمایا۔ فرمایا پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی' جایئے کم کرایئے۔ واپس تشریف لے گئے۔ اسی طرح سرکارِ دوعالم ﷺ بار بار اللہ کی بارگاہ میں گئے اور آئے آخر میں پانچ نمازیں رہ گئیں۔ سرکار ﷺ آئینہ رب العالمین ہیں۔ اس آئینے میں رب العالمین نظر آتے ہیں۔ سرکارِ جلوہٗ گاہ خداوندی ہیں ۔ اپنے حبیب پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے بنایا ہے۔ پھر آپ ﷺ میں کون نظر آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حضورِ خاص میں نہ کوئی دیکھنے والا ہے نہ جانے والا ہے۔ آپ ﷺ آ بھی رہے ہیں جا بھی رہے ہیں۔ پھر حضور ﷺ کو خیال ہوا کہ میری امت کا ثواب کم ہو جائیگا۔ اللہ کا ارشاد ہوا کہ اے حبیب ﷺ غمگین نہ ہوں آپ کی امت

پانچ نمازیں پڑھے گی ہم پچاس کا ثواب دیں گے جو حضور ﷺ کے ہیں اللہ ہی کے ہیں۔ جو حضور ﷺ کا میلاد کرتے ہیں انہیں کے ہیں۔

۵۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد اور شہید بنایا۔ آپ ایسے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے گواہ بنکر مخلوق کو پیغام حق سنایا اور مخلوق کی درخواستیں اور التجائیں گواہ بنکر باری تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ ہمارا فیصلہ حضور کی گواہی پر ہے۔ جن کی گواہی کیلئے آپ ﷺ تشریف لائے وہ توموجود ہوں اور جو گواہی دیں گے وہ موجود نہ ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ گواہ کے معنی ہیں کہ آنکھ سے دیکھے اور کان سے سنے۔ خادم موجود اور آقا موجود نہیں؟ پھر یہ گواہی کیسی؟ معلوم ہوا کہ آقا ﷺ موجود ہیں۔ ہم جو درود وسلام بھیجتے ہیں آقا ﷺ سنتے ہیں شب پیر اور شب جمعہ کو امتیوں کے کھاتے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ جن کے کھاتے میں نیکیاں ہوتی ہیں حضور ﷺ خوش ہوکر ان کیلئے استقامت اور ترقی درجات کی دعا فرماتے ہیں۔ جن کے کھاتے میں گناہ ہوتے ہیں ان کیلئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ حیات النبی ہیں۔ گھر میں اور سڑک پر بجلی کی روشنی ہورہی ہے تو پاور ہاؤس موجود ہے ورنہ روشنی نہ ہوتی۔ تمام مسلمانوں پر نگاہِ مصطفےٰ ﷺ ہے جس پر نگاہِ مصطفےٰ ﷺ ہے وہ گناہ نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ کی نگاہ ہٹتی ہے تو گناہ ہوجاتا ہے۔

۵۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت للعالمین بناکر۔ عالم کہتے ہیں ماسوا اللہ کے جو کچھ بھی ہے۔ عالمِ امکان، عالمِ امر، عالمِ انوار، عالمِ اجسام، عالمِ ملائکہ۔ اب عالم اجسام پر ہی غور کریں کہ کس قدر مخلوق ہے۔ انسان بھی ہیں، جانور بھی ہیں، پانی کے بھی ہیں۔ خشکی کے بھی ہے۔ ارشاد ہوا کہ آپ تمامی عالموں کیلئے رحمت ہیں، ملائکہ کیلئے رحمت، انسانوں کیلئے رحمت، کافروں کیلئے رحمت، مسلمانوں کیلئے رحمت۔ تفسیر روح البیان میں حدیث شریف ہے کہ حضور ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرئیل علیہ السلام ہماری رحمت اللعالمینی سے آپ کو کیا نفع پہنچا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے انجام سے مطمئن نہیں تھا، کیونکہ ہاروت اور ماروت کا واقعہ دیکھ چکا تھا۔ لیکن مجھے سکون ہوگیا، اطمینان ہوگیا، قرار آگیا جب قرآن حکیم میں رب

تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ذی قوۃ المتین''۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ملائکہ کیلئے بھی رحمت ہے، مرسلین کیلئے بھی رحمت ہے، تمامی عالموں کیلئے رحمت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کس کے وسیلے سے معاف ہوئی، کس کا نام پاک لیا گیا؟ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کس کے صدقے میں پار ہوئی؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر دنبے کا فدیہ کس کے صدقے میں آیا؟ قرآن پاک پڑھتے ہیں سمجھتے نہیں۔ سمجھیں تو جب، جب کہ صاحبِ قرآن سے محبت ہو۔

۵۳۔ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ان کی شریعت ان کے زمانے تک رہی بعد میں منسوخ ہوگئی۔ جب حضور ﷺ کا زمانہ آیا تو آپ کی شریعت مقدم ہوئی، باقی سب شریعتیں منسوخ ہوگئیں۔ قانون شریعت غریب اور امیر کو یکساں پہنچایا گیا۔ وہی دو کپڑوں میں امیر حج کریگا، اور وہی دو کپڑوں میں غریب حج کریگا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی وہ مبارک ہستی ہے جو ادنیٰ کو اعلیٰ سے ملا دیتی ہے یعنی بندے کو رب سے ملا دیتی ہے۔ بغیر تعلق کے فیض نہیں ملتا۔ اہل دنیا نے دنیا کے تعلقات کو خوب یاد رکھا لیکن آخرت کے تعلقات بھول گئے۔ قیامت کے دن رہبر کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ اہلِ دنیا رہبر کی تلاش میں حیران وپریشان ہونگے۔ اس دن حضور ﷺ اسطرح اپنے امتیوں کو ڈھونڈیں گے جیسے ماں باپ اپنے کھوئے ہوئے بچے ڈھونڈتے ہیں۔ حضور ﷺ بظاہر سب سے بعد میں تشریف لائے بباطن سب سے پہلے آپ ﷺ کا ظہور ہوا۔ آیات قرآنی عرشی ہیں ہم فرشی ہیں۔ حضور ﷺ عرش کی چیز عرشیوں سے لیتے ہیں اور فرشیوں کو دیتے ہیں۔ لیکن بغیر تعلق کے کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ ادنیٰ کو اعلیٰ سے ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے شریعت کے پانی سے ہمارے جسموں کو پاک کیا، دلوں کو طریقت کے پانی سے پاک کیا، تخیلات کو معرفت کے پانی سے پاک کیا اور ہماری ارواح کو حقیقت کے پانی سے پاک کیا۔ پاک کرنے کیلئے ایک ہاتھ کی ضرورت ہے۔ ہمیں دست مصطفےٰ ﷺ کی ضرورت ہے۔ اسی لیے اولیاء اللہ ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت کرتے ہیں۔ اور اپنی توجہ باطنی سے پاک کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نورِ مجسم ہیں۔ آپ کی ذات اقدس سے جوہرِ انسانیت حاصل ہوتے ہیں۔

۵۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے غیب کی کنجیاں اپنے پاس

رکھی ہیں۔ آخر یہ غیب کے خزانے کسی کیلئے کھلتے بھی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ سورہ فتح پہلے رکوع میں ارشاد ہوا کہ اے محبوب ﷺ ہم نے فتح کے دروازے آپ کیلئے کھول دئے ہیں۔ فتح کے معنی اسرار کے بھی ہیں۔ فتح کے معنی وہ چیزیں ہیں جو انسان کی عقل ناقص میں نہیں آسکتیں نہ سکھائی پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے مشاہدے کرائے جاتے ہیں' عطائیں ہوتی ہیں۔ فتح مبین سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی محبت سے' حضور ﷺ کی نگاہ سے دروازۂ دل کھول دیا گیا۔ دروازۂ دل کے کھولنے سے مراد اسرار سے واقف کرنا' اسرار عطا کرنا ہے۔ دوسری فتح مبین ہے روح مصطفیٰ ﷺ کا عطا ہونا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں کیا ہے؟ دنیا اور آخرت کی کوئی نعمت اس سے زیادہ لذت والی ہے ہی نہیں۔ سب کچھ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں ہے۔ یہ فتح مبین ہے۔ آپ ﷺ کے دیدار سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ جس کے لئے چاہیں دروازہ کھول دیں' جسے چاہیں دیدار کرا دیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ' حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ان مبارک ہستیوں کو جلوہ دکھا دیا۔ بوجہل کو نہیں دکھایا۔ یہ ان مبارک ہستیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ تیسری فتح' فتح مطلق ہے۔ یہ فتح حضور ﷺ کی ذات اقدس کیلئے ہے۔ یعنی آپ کو رب کا اتنا قرب حاصل ہوا کہ کسی اور کو اتنا قرب عطا نہیں ہوا۔ "قاب قوسین او ادنیٰ"۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب آپ ﷺ کو حاصل ہوجانا' ذات کے دیدار ہوجانا' اللہ تعالیٰ کے حضورِ خاص میں رہنا یہ فتح مطلق ہے۔

۵۵۔ سورہ فتح پہلا رکوع' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ آپ ﷺ کے سبب اللہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیں۔ اہل ظاہر نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا کہ حضور ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردئے گئے۔ حضور ﷺ نے تو کبھی گناہ کا خیال بھی نہیں کیا۔ آپ ﷺ تو گناہوں سے پاک ہیں۔ پھر اہل ظاہر کی تفسیر اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ اگلوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کا معاف ہونا ہے۔ جب انہیں خیال آیا کہ عرشِ معلیٰ پر اللہ تعالیٰ کے نامِ نامیِ اسمِ گرامی کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کا نامِ نامیِ اسمِ

گرامی لکھا دیکھا تھا تو سیدنا نبینا آدم علیہ السلام نے نام محمد ﷺ کا واسطہ اور وسیلہ پیش کیا جس کے سبب آپ کی خطا معاف ہوئی۔ یہ تو پہلے کی بات ہوئی۔ اور آخر کا تو یہ زمانہ ہے ہی۔ پانچواں پارہ سورۃ نساء میں ارشاد ہوا کہ جب تم اپنی جانوں پر ظلم کرلو تو میرے محبوب ﷺ کے دربار میں آجاؤ، پھر تمہارا رب تمہاری خطائیں معاف کر دیگا۔ یہ معنی ہیں آپ ﷺ کے صدقے میں پچھلوں کے گناہ بخشے جائیں گے۔ جس کے دامن سے کوئی وابستہ ہوتا ہے تو اسی کا کہلاتا ہے اور گناہ بھی اسی کے کہلاتے ہیں۔ مجرم عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ مجرم کہتا ہے یہ گناہ میرا ہے۔ وکیل کہتا ہے یہ کیس میرا ہے۔ حالانکہ جرم موکل نے کیا ہے۔ ہم دامان مصطفےٰ ﷺ سے وابستہ ہیں گناہ وہ معاف کرائیں گے۔ اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کرنے کا یہی مطلب ہے اور یہی منشاء رب ہے۔ ذرے ذرے کو نور مصطفےٰ ﷺ سے پیدا کیا گیا۔ پہلے آئے یا پیچھے آئے معافی سرکار ﷺ کو ہی کرانی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے سے بہت پہلے ایک بادشاہ مدینہ طیبہ پہنچا۔ اسے خبر ہوگئی کہ یہ جگہ نبی آخرالزمان ﷺ کی قیام گاہ بنے گی، اور یہیں آپ کا روضہ اقدس ہوگا۔ چنانچہ اس نے ایک رقعہ لکھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اگر میں حضور ﷺ کا زمانہ نہ پاؤں تو یہ رقعہ حضور ﷺ تک پہنچا دیا جائے۔ وہ رقعہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گواہ رہو میں نے اسے مسلمان کیا۔ یہ اگلے اور پچھلے ہیں۔

۵۶۔ بیگم رؤف کے ہاں ہر سال حضور ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت ہوتی ہے۔ ان کے ہاں خاندانی چلا آرہا ہے حیدرآباد دکن سے۔ مجھے ایک دفعہ زیارت پر مدعو کیا۔ جب زیارت کی تو قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک میں حیات ہونی چاہئے کیونکہ آپ ﷺ حیات النبی ہیں۔ غور سے دیکھا تو موئے مبارک میں حرکت تھی۔ میرا قلب بے تاب ہوگیا اور میں نے موئے مبارک کے صدقے میں یہ دعا مانگی کہ اس میں ایک شاخ پیدا ہوجائے اور وہ مجھے ملے۔ اسی سال اس کے اندر تین شاخیں پیدا ہوئیں۔ بیگم رؤف نے دوسرے سال بھی مجھے زیارت پر بلایا اور کہا کہ حضرت سچ سچ فرمائیے جب پچھلے سال آپ نے زیارت کی تھی تو یہ دعا مانگی تھی کہ اس میں ایک شاخ پیدا ہو اور وہ آپ کو ملے۔

میں نے کہا بالکل حق بات ہے لیکن میں کہہ نہ سکا۔ اس نے کہا برسوں میں ایک شاخ پیدا ہوتی ہے۔ اب کے تین شاخیں پیدا ہوئیں اور ہم نے نیت کرلی کہ ایک شاخ آپ کو ملنی چاہئے۔ میں نے کہا کہ میرا مکان محفوظ اور پاک صاف نہیں۔ موئے مبارک کو رکھنے کیلئے ایسا حصہ مقرر ہو جہاں دنیا کا اور کوئی کام نہ ہو۔ پھر یہ حصہ مقرر کیا۔ پھر شیشے کا غلاف بنایا۔ پچھلے سال زیارت کرائی گئی تھی تو بے پناہ کرم ہوا۔ یہ سب خیر وبرکتیں موئے مبارک کی ہیں۔ پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانہ پیش کریں۔ اسی لئے حلوہ تیار کیا گیا ہے۔ پھر موئے مبارک کی زیارت کریں۔ اب اتنی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں۔

۵۷۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیب عام نہیں ہے۔ ہاں وہ چن لیتا ہے۔ جسے چاہے عطا فرمادے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی تمام مخلوق میرے سامنے پیش کردی اور میں نے پہچان لیا کہ مسلمان کون ہیں کافر کون ہیں' منافق کون ہیں۔ یہ دنیا میں آنے سے پہلے کی بات ہے۔ اور اسی صورت میں دکھادیا جس میں ہیں۔ منافقوں نے مذاق اڑایا کہ لو صاحب ہم تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اور اندر سے کافر ہیں' ہمیں تو پہچان نہیں سکے۔ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرماہوگئے اور ارشاد فرمایا کہ ایسے بھی ہیں جو میرے علم پر غلط گمان کرتے ہیں۔ اب سے لیکر قیامت تک کے حالات جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذیفہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ کی ربوبیت اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں اور مسلمان ہوئے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ ہم معافی چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ منبر سے نیچے اترے اور فرمایا اب تمہیں ہدایت ہوجائیگی۔ معلوم ہوا کہ جو حضور ﷺ کے علم پر طعن کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔ وہ اُس وقت بھی حضور ﷺ کے علم غیب کو نہیں مانتے تھے اب بھی نہیں مانتے۔ جو حضور ﷺ کے علم غیب کو نہیں مانتے وہ مسلمان نہیں۔ جس ذات اقدس نے معراج شریف میں اللہ کا قرب حاصل کیا ہو' جنہوں نے خدا کو دیکھ لیا ان سے کیا چیز چھپ سکتی ہے؟ حضور ﷺ کو جو دیدارِ رب العالمین ہوئے تو ایسی روشنی عطا ہوئی کہ ان کی نگاہ

سے کوئی چیز چھپ ہی نہیں سکتی۔ جس نے حضور ﷺ کی محبت میں کلام پاک پڑھا ہو اسکی روشنی کا کوئی اندازہ لگا نہیں سکتا۔ جس کے تار حضور ﷺ کی محبت میں جڑ چکے ہوں' جس کے پاس کرنٹ اوپر سے آرہا ہو' نیچے والے اس کی روشنی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اب انسان کوٹھری میں بند ہوکر سانس بھی لے تو اسکی حقیقت مصطفیٰ ﷺ کو معلوم ہے۔

۵۸۔ ایک دفعہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ غزوہ تبوک کیلئے تیار ہوجاؤ۔ اور انتظام مکمل کرلو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے والدین سے مشورہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ پارہ ۲۱ سورہ احزاب پہلا رکوع میں ارشاد ہوا کہ ہمارا نبی ﷺ مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ حضور ﷺ تو عرش والوں کے بھی پیغمبر ہیں اور فرش والوں کے بھی پیغمبر ہیں۔ انسان ایک جگہ آباد نہیں۔ کوئی مشرق میں ہے کوئی مغرب میں ہے' کوئی شمال میں ہے کوئی جنوب میں ہے۔ تو مالک تو جبھی ہیں کہ جب ہرایک کی خبر ہے' ہرایک کے پاس موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور آپ ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ تو جس جس جگہ اللہ کی مخلوق ہے وہاں حضور ﷺ موجود ہیں۔ جب انسان کا انتقال ہوگا تو جس قدر عزیز رشتہ دار ہیں سب کو بھول جائیگا۔ جس مقام پر کوئی رشتہ دار غمخوار نہ ہوگا اس اندھیری کوٹھری میں حضور ﷺ جلوہ گر ہونگے۔ اور اپنی ملک کو دیکھیں گے۔ آپ ہی کی وجہ سے نکیرین اور عذاب کے فرشتے چھوڑیں گے۔ جس نے یہاں درود وسلام پڑھا ہے' اور سمجھا ہے کہ حضور ﷺ مجھ سے قریب ہیں وہ قبر میں حضور ﷺ کو پہچان لیگا اور کہے گا یا رسول اللہ ﷺ۔ جب یہ حضور ﷺ کو پہچان لے گا تو عذاب ٹل جائیگا۔ اسی لئے جس قدر ممکن ہو حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہنا چاہئے۔

۵۹۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ ایک انصار کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ جب جنازے سے واپس تشریف لائے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ باہر تو موسلادھار بارش ہورہی ہے اور آپ کے کپڑے خشک ہیں۔ حضور ﷺ نے مسکراکر ارشاد فرمایا اے عائشہؓ! باہر بارش نہیں ہورہی بلکہ ہماری چادر مبارک جو

آپ نے اوڑھی ہے اس کی وجہ سے آپ کو نور کی بارش نظر آرہی ہے جو اللہ تعالیٰ میرے مدینے پر ہمہ وقت برساتا ہے۔ یہ بارش یہاں کی نہیں یہ نور کی بارش عرش کی دیکھی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی کیا شان و عظمت بیان ہو جن پر اللہ تعالیٰ ہمہ وقت نور کی بارش برسا رہے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کیا شان بیان ہو جنھوں نے حضور ﷺ کی چادر مبارک اوڑھی اور وہ نور کی بارش دیکھی۔

۶۰۔ ۲۱ واں پارہ سورہ احزاب رکوع نمبر ۳' ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے مومنو اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سے انعام چاہتے ہو تو میرے حبیب پاک ﷺ کی مبارک زندگی کو اپنی زندگی کیلئے نمونہ بنالو۔ اگر کسی اور پیغمبر کیلئے یہ ارشاد ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی رہنے کیلئے جگہ نہ بنائی۔ اگر سلیمان علیہ السلام زندگی کا نمونہ بنتے تو ہر شخص بادشاہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کو ہر شخص اپنے لئے مشعل راہ بناسکتا ہے۔ دو' دو ماہ حضور ﷺ کے حرم پاک میں چولہا نہیں جلتا تھا' کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ یہ غرباء کیلئے مشعل راہ ہے۔ اور حکمرانی کے بارے میں غور فرمایئے جب فتح مکہ ہوئی تو ان اہل مکہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا جنھوں نے ایذائیں پہنچائیں اور ہجرت پر مجبور کیا۔ بدلہ لینے کی بجائے عام معافی کا اعلان ہوا۔ جو ابو سفیان کے گھر داخل ہوجائے اس کے لئے معافی' جو گھر کے کواڑ بند کرکے بیٹھ جائے اس کے لئے معافی' جو ہتھیار پھینک دے اس کے لئے معافی۔ اور جوُد وعطا کا عالم دیکھئے' ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے کھیت کی ایک ککڑی پیش کی' آپ ﷺ نے لب بھر کر سونا عطا فرمادیا۔ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں جنگل کا جنگل بکریوں سے بھرا ہوا پیش کر دیا۔ مدینہ شریف سے باہر کسی قبیلے کا شخص آیا ہوا تھا اس نے کہا حضور ﷺ آپ تو بڑے مالدار ہیں۔ فرمایا میری کیا مالداری دیکھی؟ کہنے لگا اس قدر بکریاں ہے کہ جنگل بھرا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ یہ سب بکریاں میں نے تمہیں دیدیں۔ وہ خوش خوش بکریاں لے کر اپنے قبیلے میں جاپہنچا' کہا جلدی سے مسلمان ہوجاؤ۔ اس قدر دیتے ہیں کہ کوئی بھوکا فقیر رہ ہی نہیں سکتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ حضور نے اتنا دیا کہ ان سے اٹھایا نہ گیا۔

۶۱۔ آجکل حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جسے اللہ چاہے اسے غیب کا علم عطا فرمائے۔ غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو علم عطا نہ فرمائیں گے تو پھر کسے عطا فرمائیں گے؟ غزوہ بدر میں ستر آدمی اسیر ہوئے۔ ان میں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضور ﷺ نے اسیروں سے کہا کہ فدیہ دے کر رہائی حاصل کریں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بڑے افسوس کا مقام ہے کہ میں آپ کا چچا ہوکر فدئے کیلئے اہل قریش کے آگے ہاتھ پھیلاوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا چچا وہ سونا جو آپ نے اپنے گھر رکھا ہے وہ کیوں نہیں پیش کرتے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران رہ گئے کیونکہ اس کا علم تو کسی اور کو نہ تھا۔ فوراً ہی کہا "صدقت یا رسول اللہ ﷺ" اور ایمان لے آئے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے' کے ہاتھوں ایک مسلمان شہید ہوگئے۔ ایک صحابیؓ نے آکر خبر دی۔ حضور ﷺ نے تبسم فرمایا' اور ارشاد فرمایا کہ میں قاتل اور مقتول دونوں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ کچھ دن بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور صحابی رسول اللہ ﷺ بن گئے۔ اسی طرح مسجد نبوی کی تعمیر میں حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے شوق سے اینٹیں لاتے تھے۔ اور نعرے لگاتے تھے۔ اچانک ایک دیوارگری اور وہ اس میں دب گئے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضرت عمار ابن یاسرؓ شہید ہوگئے۔ ارشاد فرمایا کہ شہید نہیں ہوئے زندہ ہیں جاکر نکال لو۔ وہ تو صفین کی لڑائی میں شہید ہونگے۔ صفین کی لڑائی حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہوئی۔ یہ غیب نہیں تو کیا ہے۔ جن سے خالق کائنات خود نہیں چھپا ان سے کائنات کی کونسی چیز پوشیدہ ہے۔

۶۲۔ جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ فرق مراتب منشاء قدرت ہے۔ عالم دنیا میں دیکھ لو ایک بادشاہ بنا تخت پر بیٹھا ہے ایک اس کا وزیر اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ ایک خادم دروازے پر پہرہ دے رہا ہے۔ تخت پر بٹھانے والا بھی رب ہے اور ادنیٰ خادم بنانے والا بھی رب ہے۔ کیا سب کی بشریت ایک جیسی ہے۔ کوئی بچہ ہے کوئی بڑا ہے' کوئی کمزور ہے کوئی طاقتور ہے۔ ایک کاغذ پر پاکستان کی مہر لگی ہے اسے حفاظت سے سب جیب میں رکھتے

ہیں' ایک کاغذ میں دکاندار سودا وغیرہ باندھ کر دیتا ہے۔ اسے زمین پر پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک پتھر سڑکوں پر پڑے رہتے ہیں۔ اور ایک پتھر وہ ہیں جنہیں سنبھال کر تجوریوں میں رکھا جاتا ہے۔ بشری اعتبار سے بھی حضور نبی کریم ﷺ کو عام انسانوں پر بے شمار فضیلتیں حاصل ہیں۔ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ معلوم ہوا آپ ﷺ نور مجسم ہیں' آئینۂ قدرت ہیں' منبع نور ہیں' مظہرِ ذات ہیں۔ ایک دفعہ نماز پڑھانے کیلئے تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو کیونکہ اللہ کا رسول جیسے آگے دیکھتا ہے ویسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہے۔ کیا اب بھی حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہیں گے۔ اور روحانی اور باطنی مدارج کو تو کوئی بیان ہی نہیں کر سکتا۔

۶۳۔ غیر عقائد والے کہتے ہیں کہ ہمارے درود شریف کی حضور نبی کریم ﷺ کو خبر نہیں ہوتی۔ فرشتہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ فرشتہ بھی تو مخلوق ہے اگر اس میں یہ طاقت ہے کہ تمام امت رسول اللہ ﷺ کے درود وسلام سنتا ہے اور حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہے تو جو جانِ عالم ہیں' محبوب رب العالمین ہیں' جناب احمد مجتبیٰ ہیں محمدِ مصطفےٰ ﷺ ہیں ان کی سمع بصر کا کیا عالم ہوگا۔ جب حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے بحکم رب العالمین حضور ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور قلب اطہر کو نکال کر زم زم میں ڈبویا تو دیکھا کہ آپ کے قلب اطہر میں دو آنکھیں ہیں اور دو کان ہیں۔ اچھا حضور کا قلب مبارک نکال لیا گیا لیکن حیات مصطفیٰ ﷺ قائم رہی اور کسی کا قلب نکالا جائے تو حیات قائم نہیں رہتی۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو محبت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اسکا درود شریف اپنے کانوں سے سنتا ہوں اور جو بغیر محبت کے پڑھتا ہے اس کا درود شریف فرشتہ مجھ تک پہنچاتا ہے۔ فرشتہ جو نور مصطفیٰ ﷺ سے بنا ہے جب وہ دیکھتا اور سنتا ہے تو پھر حضور ﷺ کے دیکھنے اور سننے پر کیوں یقین نہیں آتا۔

۶۴۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو قبر مبارک میں رکھا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ہونٹ مبارک ہل رہے ہیں۔ جب میں کان قریب لے جاکر سنا تو حضور ﷺ امت کی مغفرت کی دعا فرمارہے تھے۔

۶۵- لوگ حق پر ہوسکتے ہیں لیکن حضور ﷺ سراپا حق ہیں' آپ کا دیکھنا خدا کا دیکھنا ہے۔ لوگ مومن ہوسکتے ہیں لیکن حضور ﷺ سراپا ایمان ہیں۔ لوگ مجاہدے کرکے عارف ہوسکتے ہیں لیکن حضور ﷺ سراپا عرفان ہیں۔ لوگ عالم ہوسکتے ہی لیکن حضور ﷺ سراپا علم ہیں۔ آپ ﷺ ہی کا ذکر خیر کرنے والا عالم بنتا ہے۔ ریاضت نام ہے اُن کی گلی میں آنے جانے کا' اوران ﷺ کے تصور میں رہنا' عبادت اِس کو کہتے ہیں۔

۶۶- ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاقے سے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا فاقہ کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ سے پوچھو۔ حضور ﷺ نے بٹھالیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابھی ابھی ایک پیالہ دودھ آیا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچنے لگے کہ ایک پیالہ تو میرے لئے ہی کافی تھا۔ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم پئیں گے تو میرے لئے کیا بچے گا۔ حضور ﷺ کےارشاد کے مطابق سب اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کو ایک قطار میں بٹھادیا گیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کی خدمت میں وہ پیالہ پیش کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے تمام اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ خوب پیٹ بھر کر دودھ پیو۔ جب سب دودھ پی چکے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب تم دودھ پیو۔ دیکھا تو پیالہ ویسے کا ویسا دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے خوب دودھ پیا لیکن ختم نہ کرسکے۔ تین دفعہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیو۔ آخر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب مزید گنجائش نہیں۔ حضور ﷺ نے مسکراکر پیالہ لے لیا اور ایک گھونٹ میں تمام دودھ ختم کردیا۔ قربان جائیں ان مبارک ہاتھوں پر جن میں وہ دودھ کا پیالہ تھا۔ نہ معلوم ان مبارک ہاتھوں کے تار کہاں سے جڑ گئے۔ ہوسکتا ہے کہ دودھ اور شہد کی نہروں سے تار جڑ گئے۔

۶۷- ہم پر اعتراض ہوتا ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت کو حد سے بڑھادیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی شان

وعظمت کی حد کہاں قائم کی ہے؟ کوئی مقام ایسا ہے کہ جہاں حضور ﷺ کی حد ہے؟ تمام انبیاء علیہم السلام میں کوئی ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں رہا ہو؟ کوئی ایسا ہے جسے قاب قوسین اوْ ادنیٰ کا مقام حاصل ہوا ہو؟ مازاغ البصر و ما طغیٰ کا مقام حاصل ہوا ہو؟

۶۸- سمع بصر' ادراک' تصرف' دلیلِ حیات ہیں اسی لئے ہم حضور نبی کریم ﷺ کو حیات النبی کہتے ہیں- آپ ﷺ کی ذات اقدس میں یہ سب چیزیں موجود ہیں- حضور ﷺ ہمیں دیکھ رہے ہیں ہماری فریادوں کو سن رہے ہیں' جواب بھی دیتے ہیں' جسے چاہتے ہیں اپنا دیدار بھی کرا دیتے ہیں' ارض وسماوات میں جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں' زمین آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں حضور ﷺ کی جلوہ گری نہ ہو- یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ہمارا گمان ہے کہ فرشتے موجود ہیں' آرہے ہیں جارہے ہیں' لیکن ہمیں نظر نہیں آتے- حضور ﷺ اسی طرح ہم سے غائب ہیں جیسے فرشتے' کیونکہ ہم دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے جب صلاحیت پیدا ہوجائیگی اور محبت کا غلبہ ہوجائیگا تو ذرا سا پردہ ہٹا کر دکھادیں گے- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی تمام صفات سے متصف فرمایا ہے- جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوتا ہے ایسے ہی حضور ﷺ درود شریف بھیجنے والے کے ہم نشین ہوتے ہیں- فرشتہ جو درود شریف لے جانے کیلئے مقرر ہے وہ تو گواہی کیلئے ہے کہ میرا امتی مجھ پر درود شریف بھیج رہا ہے' اے فرشتے تم گواہ رہنا- ورنہ کہاں فرشتہ کہاں مصطفیٰ ﷺ- حضور ﷺ اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے جس مقام کا خیال فرمائیں گے وہیں رونق افروز ہونگے-

۶۹- ایک دفعہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے ایک گھوڑا خریدا- قیمت ادا کرنے کیلئے حرم پاک تک لے آئے- جب آپ اندر قیمت لینے کیلئے تشریف لے گئے تو منافقوں نے گھوڑے کے مالک کو بہکا دیا کہ یہ تو نے سستا بیچا ہے- چنانچہ جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو گھوڑے کے مالک نے سودے سے انکار کردیا اور کہا کہ اگر آپ کے پاس کوئی گواہ ہے تو پیش کریں- اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے- تمام واقعہ سن کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ اس شخص نے اتنی قیمت پر آپ کو یہ گھوڑا فروخت کیا ہے- جب گھوڑے والا قیمت لیکر چلا گیا تو حضور ﷺ نے پوچھا اے خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تو وہاں موجود نہ تھے تم نے

کیسے یہ گواہی دی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر ایمان لایا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ ہے میں نے مان لیا۔ آپ نے فرمایا جنت ہے میں نے مان لیا۔ وحی آئی کہ اللہ کو خزیمہ رضی اللہ عنہ کی یہ ادا پسند آئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خزیمہ رضی اللہ عنہ آج سے تمہاری گواہی دو گواہیوں کے برابر ہوگی۔

۷۰۔ سورہ الحجرات پہلا رکوع دیکھئے' اللہ تبارک وتعالیٰ آدابِ مصطفیٰ ﷺ ایمان والوں کو سکھارہے ہیں۔ پہلے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر حضور ﷺ سے پہلے قربانی کرلی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گستاخی اور بے ادبی معلوم ہوئی کہ یہ میرے محبوب ﷺ سے آگے کیوں بڑھ گئے۔ پھر ارشاد ہوا اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور چلاکر بات نہ کرو جیسا کہ ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔ کہیں تمہارے سارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرلیتے ہیں وہی اللہ کے نزدیک پرہیزگار ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ وہ جو آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آتے تو ان کیلئے بہتر تھا۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' حضور ﷺ آرام فرمارہے تھے انہوں نے باہر سے حضور ﷺ کو پکارنا شروع کردیا۔ حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اسطرح پکارنا جہل ہے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کی طبیعت علیل ہوگئی مسجد نبوی میں تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیا۔ ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھارہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور حضور ﷺ کو آگے کھڑا کردیا۔ حضور ﷺ تو ہر طرف دیکھتے تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تشریف لئے آئے ہیں؟ حضور ﷺ جس طرف نکل جاتے تھے ساری رہگذر مہک جاتی تھی۔ یہ عاشقوں کی بات ہے۔ وہ عاشق ہی کیا جسے محبوب کی آمد کا پتہ نہ

چلے۔ معلوم ہوا کہ جب حضور ﷺ تشریف لے آتے ہیں تو اماموں کی امامت منسوخ ہوجاتی ہے۔ شب معراج مسجد اقصیٰ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی امامت منسوخ ہوگئی۔ حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ حضور ﷺ کے آداب جو قرآن شریف میں سکھائے گئے ہیں قیامت تک کیلئے ہیں۔ بلکہ قیامت آکر چلی جائیگی لیکن ادب قائم رہگا۔

۷۱۔ لوگ کہتے ہیں کہ دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو پالا۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ نے دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کو پالا۔ فاقے ہورہے تھے' پیٹ بھرگئے۔ جو بکری دودھ نہ دیتی تھی وہ دودھ دینے لگی' جو سواری مردہ تھی جاندار ہوگئی۔ آپ ﷺ ہی کے صدقے میں سب کی پرورش ہوئی۔

۷۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تین القاب سے نوازا۔ رسول ' نبی' اور امی۔ رسول وہ ہوتا ہے جسکا اللہ سے بھی واسطہ ہوا اور مخلوق سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں مخلوق تک پہنچائے اور مخلوق کی نیکیاں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے اور مخلوق کی سفارش بھی اللہ کی بارگاہ میں کرے۔ نبی کے معنی ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ ہم نے نہ اللہ دیکھا نہ جنت دیکھی نہ دوزخ دیکھی نہ لوح محفوظ کو دیکھا۔ حضور ﷺ نے سب کچھ دیکھا اور دیکھ کر ہمیں سنایا۔ امی کہتے جسے کوئی لکھا پڑھا نہیں سکتا۔ جو پیدا ہی علم والا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ علم لیکر پیدا ہوئے۔ جسکا معلم باری تعالیٰ ہو اس متعلم کے علم کا اور اس کی شانوں اور عظمتوں کا کیا مقام ہوگا؟

۷۳۔ ایک دن حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اللہ کی محبت میں جنگل میں نکل گئے اور عرض کی باری تعالیٰ میں تیرا جلوۂ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ دکھادی۔ بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس نیت سے ہاتھ اٹھائے کہ میں تمام مسلمانوں کے مقبول بارگاہ بننے کی دعا مانگوں۔ پھر خیال آیا کہ یہ میرا حق نہیں۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی شان ہے کہ تمام امت کیلئے دعا مانگیں۔ میرا یہ دعا مانگنا بے ادبی ہے۔ ہاتھ گرادئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے بایزید تم نے ہمارے محبوب کی عظمت کی ہم نے تمہیں سلطان العارفین بنادیا۔

۷۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک سرکارِ دوعالم ﷺ کیلئے حَرِیصٌ عَلَیکُمْ ارشاد فرمایا، یعنی میرا محبوب ﷺ نہ تو مال کا حَرِیصٌ ہے نہ اولاد کا۔ میرا محبوب ﷺ تو تمہارا یعنی اپنی امت کا حریص ہے۔ وقت ولادت امت کو یاد رکھا۔ قبر مبارک میں جو آپ کو رکھا گیا تو لب مبارک ہل رہے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کان لگاکر سنا تو معلوم ہوا کہ امت کو بخشوا رہے ہیں۔ شبِ معراج میں بھی اپنی اُمت ہی کا ذکر خیر کیا۔ فرمایا اے رب العالمین اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے، رحم فرمائے تو تو عزیز اور حکیم ہے۔ حشر میں تمام انسان اور پیغمبر نفسی نفسی کہیں گے اور آپ ﷺ امتی امتی فرمائیں گے۔ حضرت سردار دارین تاجدار کونین جناب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ ہمیں کہیں نہیں بھولے لیکن ہم بھولے جارہے ہیں۔ کہتے ہیں "یارسول اللہ ﷺ" نہ کہنا صلواۃ وسلام نہ پڑھنا۔ یہ بڑا نازک دور ہے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔

۷۵۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور تعمیرِ کعبہ کرائی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ پیغمبروں میں بہت سے نبی ہیں اور بہت سے رسول ہیں اور مراتب کے اعتبار سے سب مختلف ہیں اور سب مختلف انداز میں رب کی یاد میں مبتلا ہوئے اور مختلف مجاہدے کئے اور مختلف امتحانوں سے گذرے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے جس قدر مجاہدے کئے وہ سارے مجاہدے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں موجود ہیں۔ آپ نے وہ تکالیف برداشت کیں اور وہ مصائب برداشت کئے جو کوئی برداشت کر ہی نہیں سکتا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا نور پیشانی آدم علیہ السلام میں تجویز فرمایا۔ پھر یہ نور ہر پیغمبر مین منتقل ہوتا رہا اور ہر ایک کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ جب یہ نور حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ میں پہنچا تو خوشبو کا ظہور ہوگیا۔ جدھر سے حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ گذر جاتے وہ رہگذر خوشبو سے مہک جاتی۔ لوگ آپ کا رُخِ انور بار بار دیکھتے تھے۔ بادشاہ ہرقل نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کیلئے بھیجا۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا۔ ہم اللہ کے ماننے والے ہیں تو نہیں مانتا۔ رب کو بھی مانتے ہیں اور دین حنیف میں بھی ہیں۔ پھر یہ نور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میں اور ان کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں منتقل ہوا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو دنیا کی ہر شے کا رنگ بدل گیا۔ گوروں میں ملاحت اور کالوں میں

صفا آگئی۔ پھولوں میں خوشبو پیدا ہوئی۔

۷۶۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنایا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عالم موجود ہوں اور رحمت موجود نہ ہو؟ پہلے پیغمبرں کا جب دورِ نبوت ختم ہوا تو ان کی شریعت منسوخ ہوگئی۔ لیکن حضور ﷺ کی شریعت اب بھی موجود ہے۔ جب شریعت موجود ہے تو شارع بھی موجود ہے۔ آپ ﷺ حیات النبی ہیں۔

۷۷۔ ۲۲ واں پارہ' سورہ احزاب' ساتواں رکوع۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے دولت خانے کے آداب سکھارہا ہے۔ اے ایمان والو! نبی کے دولت خانے پر بغیر بلائے نہ جاؤ اگر تمہاری دعوت ہو تو جاؤ لیکن کھانا پکنے سے پہلے نہ جاؤ اور کھانا کھانے کے بعد چلے جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں سے جی بہلاتے رہو۔ بیشک اس سے نبی ﷺ کو ایذاء پہنچتی ہے اور وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کہتے ہوئے نہیں شرماتا۔ نبی کریم ﷺ کے دولت خانے کے آداب رب سکھارہا ہے۔ الذین آمنو میں فرشتے بھی آگئے۔ انہیں بھی آداب سکھایا جارہا ہے۔ شان نزول اسکی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ولیمہ کا کھاناہوا۔ جماعتیں آتی تھیں کھانا کھاکر چلی جاتی تھیں۔ تین آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ یہ کس کا دولت خانہ ہے۔ حضور ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔ پھر تشریف لائے تو دیکھاکہ بیٹھے ہوئے ہیں پھر تشریف لے گئے اس کے بعد وہ اشخاص اٹھ کر چلے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تیسرا باب

عظمت اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

(ا) حضرت علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

۱۔ حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین ہیں' ولی العالمین ہیں' مولائے کائنات ہیں۔ غدیرِ خم کے دن حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں کہ اسے قلب میں جگہ نہ دی جائے بلکہ یوں سمجھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۲۔ آپ تمام اولیاء اللہ کے امام ہیں اور آپ ہی سے روحانی فیضان کا سلسلہ جاری وساری ہوا اور قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ آپ کی توجہ سے' اجازت سے' حکم سے' اولیاء اللہ کو ولایت' قطبیت اور غوثیت عطا ہوتی ہے۔ تمام اولیاء اللہ کے قلوب میں آپ کی عظمت ہے۔ صاحبِ سلسلہ' صاحبِ نسبت' اور صاحبِ ولایت وہی حضرات ہیں جنہیں آپ سے کمال عقیدت اور محبت ہے۔ اگر کسی کو آپ کی نسبت حاصل نہ ہو تو وہ نہ کسی سلسلے سے منسلک ہوسکتا ہے نہ اس پر فیضان جاری ہوسکتے ہیں۔ اسلئے یہ مقام ادب ہے۔ ہر انسان کو چاہئے کہ بزرگانِ دین' اولیائے عظام' کا ادب اور احترام کرتا رہے کیونکہ باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب ہوتے ہیں۔

۳۔ ایک مرتبہ مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا اے بھائیو! پیشتر اس کے کہ آپ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پاؤ' آج جو چاہو معلوم کرلو۔ اس وقت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں۔ اور اسوقت میں آسمان کے تمام دروں کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک شخص مجمع میں سے نکلا اور کہا یہ تو بتایئے کہ اسوقت جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ آپ مراقب ہوگئے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ساتوں آسمانوں کو دیکھ لیا' عرشِ معلیٰ کو دیکھ لیا' تمام زمینوں کو دیکھ لیا۔ جبرئیل امین علیہ اسلام کہیں نہیں۔ اگر جبرئیل علیہ اسلام ہوسکتے ہیں تو آپ

ہی ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا علم حق ہے۔ بیشک میں ہی جبرئیل علیہ السلام ہوں۔

۴۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مبارک اور برگزیدہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ' امیرالمومنین' ولی العالمین' مولائے کائنات' حضرت علی المرتضیٰ شیرخدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو آپ کے مدفن مبارک کا پتہ نہ چلا۔ سب کو معلوم ہے کہ آپ شہید ہوئے۔ آپ کے مدفن مبارک کے بارے میں کئی روایتیں ہیں۔ میں نے پڑھی بھی ہیں اور سنی بھی ہیں۔ ایک روایت میرے سامنے آئی کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید شکار کیلئے نکلا۔ اس نے چیتے پال رکھے تھے اور چیتوں سے شکار کراتا تھا۔ ایک ہرن کے پیچھے اس نے چیتے کو دوڑایا۔ ایک قبر کے پاس پہنچ کر ہرن رک گیا۔ چیتا بھی اس سے فاصلے پر رک گیا۔ خلیفہ ہارون رشید حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اتنی دیر میں ایک جاننے والا شخص وہاں آگیا۔ اس نے کہا آپ کو حیرت کیوں ہے؟ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ یہ قبر مبارک حضرت علی المرضیٰ شیرخدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اس جگہ جو جانور آئے گا آپ کی پناہ میں آجائیگا' محفوظ ہوجائیگا۔ کوئی شکاری یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ دیکھا آپ نے حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی قوتیں اور بادشاہتِ مرتضوی کی شانیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں اور عظمتیں نظر آرہی ہیں۔ مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات اب بھی ہورہی ہیں۔ خلیفہ نے اس شخص سے پوچھا کہ اے شخص تمہیں اس مزار مبارک کا کیسے پتہ چلا؟ کہنے لگا کہ میرے والد محترم حضرت امام جعفرِ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ انہیں اس مقام کا علم تھا کیونکہ وہ اپنے والدِ محترم حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آتے تھے اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آیا کرتے تھے۔ خلیفہ نے پوچھا اُس مزار مبارک کو اس حال میں کیوں رکھا ہے؟ اس نے کہا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلئے ایسا رکھا کہ خارجی آپ کے مزار مبارک کی بے حرمتی نہ کریں۔ خلیفہ ہارون رشید نے وہاں کتبہ لگایا جو آج تک لگا ہوا ہے۔ اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت جانور بھی اولیاء اللہ کو پہچانتے تھے اور آج کے انسان بھی اللہ کے دوست کو نہیں پہچانتے۔

۵۔ غَدِیرِ خُم کے دن حضور نبی کریم ﷺ نے مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دستار باندھی اور فرمایا کہ اے علی جسکا میں مولیٰ ہوں اس کے تم مولیٰ ہو۔ یہ وہی دستار ہے جو آج تک درویشی کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ تمام اولیاء کرام کا آپ کو امام بنایا۔ یہ دستار علم وبصیرت کی ہے' روحانیت کی ہے' علمِ معرفت کی ہے' علمِ توحید کی ہے۔ یہ سلسلے' چار پیر اور چودہ خانوادے' یہ مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ذریعے سے' آپ ہی کے صدقے سے' تمام عالم دنیا میں پھیلے اور جاری وساری ہوئے۔ یہ سلسلے واسطے وسیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیاوی معاملوں میں بھی دیکھیں کہ ایک بیمار کیلئے حکیم ڈاکٹر کا وسیلہ تجویز فرمادیا۔ ایک غریب کیلئے ایک امیر کا وسیلہ تجویز فرمادیا۔ حالانکہ عطا فرمانے والے اور شفا دینے والے تو باری تعالیٰ ہی ہیں۔ ان کا اصول اور طریقہ ذریعے اور وسیلے کا ہے۔ یہ رب کی تجویزیں ہیں' اس نے ایسا تجویز فرمایا۔ رب کی شان وعظمت بہت بلند ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد اپنے کانوں سے سن لے تو پھر یہ کان عالم دنیا کے قابل نہ رہیں۔ وجود انسانی کیاشے ہے' بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔ اسی لئے یہ واسطے اور وسیلے تجویز فرمادئے۔

۶۔ ایک مرتبہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں۔ طبیب نے انار کا عرق تجویز کیا۔ حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لے گئے۔ ایک یہودی کی مزدوری کی۔ اس سے جو پیسے ملے ان سے انار خریدا اور خوشی خوشی گھر تشریف لارہے تھے کہ راستے میں ایک فقیر ملا۔ اس نے کہا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے واسطے یہ انار مجھے دے دو۔ اب سوچا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا بیمار ہیں' اور پیسے بھی پاس نہیں لیکن ادھر اللہ تعالیٰ کا نام نامِ اسمِ گرامی آگیا ہے۔ نہ محنت کا احساس رہا نہ اس بات کی پرواہ رہی کہ اب انار کیسے لیں گے' نہ بیوی کی محبت کا کچھ خیال کیا۔ اللہ کی محبت غالب رہی اور انار فقیر کو دے کر گھر آگئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور فرمایا کہ اے علی حضور نبی کریم ﷺ نے یہ نو انار آپ کیلئے بھیجے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ انار میرے نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں میں سچا ہے۔ میں نے ایک انار اللہ کے نام پر دیا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ دنیا میں ایک کے دس دونگا اور ستر آخرت میں دونگا۔ یہاں نو کیسے بھیج سکتے ہیں؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ حق ہے، حضور ﷺ نے دس انار ہی بھیجے ہیں آپ کیسے مبارک ہیں کہ ایک وقت میں دو امتحانوں میں کامیاب ہوگئے۔

۷۔ معراج کی شب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ پر بے پناہ عطائیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک لبادہ یا خرقہ بھی عطا فرمایا کہ اے محبوب اس لبادے کو لے جاؤ اور اپنے اس صحابی کو عطا فرمانا جو یہ کہے کہ اس لبادے سے وہ میری مخلوق کے عیب ڈھانپے گا۔ وہی اولیاء اللہ کا امام ہوگا۔ معراج سے واپسی پر حضور ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ خرقہ اگر آپ کو دیا جائے تو آپ کیا کریں گے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے میں اپنے رب کی راہ میں زیادہ صدق اختیار کروں گا اور بہت عبادت کروں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس سے میں مخلوق میں عدل کروں گا اور عبادات اور خیرات کروں گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس سے اللہ کی راہ میں بہت خیرات کروں گا۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس سے میں اپنے بھائیوں کے عیب چھپاؤں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم سچ کہتے ہو۔ بخدا میرے رب نے یہی ارشاد فرمایا تھا۔ یہ خرقہ آپ ہی کے لئے ہے۔ ہم نے آج سے آپ کو اولیاء اللہ کا امام بنایا اور کار ولایت آپ کے سپرد کیا جب تک آپ کے دستخط نہ ہوں گے کوئی ولی نہ ہوگا۔

۱۰۔ محبوب رب العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ میرا دروازہ ہیں۔ یعنی مجھ تک پہنچنا ہو تو اولیاء اللہ تک پہنچو۔ کیونکہ اولیاء اللہ کو جو انعام ملا ہے وہ سلطنتِ مرتضوی سے ملا ہے۔ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ آپ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما تک پہنچا۔ یہ وہ دروازے ہیں جہاں دستک دینی ہے، کھٹکھٹانا ہے۔ یہ وہ دروازے ہیں جہاں پہنچتے ہی طلب اور مراد سب مل جاتی ہے۔ جو علم یہاں سے ملتا ہے اس کا نام علم لدنی ہے۔ ان اولیاء اللہ کی ادا، وضع، طور طریقے سیکھنے چاہئیں اور ان سے بدگمان نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کسی کی عقل ناقص میں ان کی شان وعظمت نہیں آتی اور توقعات پوری نہیں

ہوتیں تو یہ تو سمجھنا چاہئے کہ قلب کی صفائی ہوجاتی ہے۔ اس احسان کو تو سمجھنا چاہئے۔ اولیاء اللہ بڑے بڑے مجاہدے کرتے ہیں اور ان مجاہدوں کی خیر وبرکتیں اپنے محبین کو عطا فرماتے ہیں۔

(۲) سیدہ فاطمۃ الزہرہ' خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

۱۔ آپ جنت کی خواتین کی سردار ہیں' خاتون جنت ہیں۔ زہرہ کے معنی ہیں جنت کی کلی۔ آپ کے مبارک جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کو آپ سے بے پناہ محبت تھی۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں' اور عرض کیا کہ سنا ہے مالِ غنیمت میں چند لونڈیاں آئی ہیں۔ ایک مجھے بھی مل جائے تو گھر کے کام میں سہولت ہوجائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا ہم آپ کو اس سے بہتر اور بڑی نیکی عطا فرمادیں؟ عرض کیا حضور آپ ﷺ جو عطا فرمائیں وہی مبارک ہے۔ فرمایا ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ ایسا ہے جیسے آپ نے زکواۃ بھی دی اور بیشمار خیرات بھی دی۔ کیا یہ آپ کو منظور ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جو آپ نے عطا فرمایا نہایت مبارک ہے۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو جزو محمد ﷺ ہو۔ فوراً قبول کرلیا۔ معلوم ہوا آل مصطفیٰ ﷺ میں جو چیز ہے وہ بہت افضل ہے۔ اس کا کوئی اندازہ ہم لگا ہی نہیں سکتے۔ حضور ﷺ کی سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو یہ عطا' تسبیحات فاطمیؓ کہلاتی ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے صدقے میں تمام امت کو یہ عطا ملی ہے۔ یہ ایسی خیرات ہے جو غریب بھی کرسکتا ہے اور امیر بھی کرسکتا ہے۔ اسکا اجر اس عالمِ دنیا میں بھی ملتا ہے اور عالمِ آخرت میں بھی ملے گا۔ یہ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا صدقہ اب تک بٹ رہا ہے اور قیامت تک بٹتا رہے گا۔

۳۔ ایک دفعہ ایک یہودن نے حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو کسی تقریب میں بلایا۔ آپؓ نے دعوت قبول کرلی۔ پھر خیال آیا کہ وہاں

تو تمام عورتیں زرق برق لباس پہن کر آئیں گی میرے پاس تو ایسا لباس نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں جاکر عرض کیا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک جنتی جوڑا لے آئے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ آپ نے وہ جوڑا سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو بھجوادیا۔ آپ وہ جوڑا پہن کر یہودی عورتوں کی تقریب میں تشریف لے گئیں' اس جوڑے کی چمک دمک کا یہ عالم تھا کہ ان یہودنوں کی تقریب کی تمام چمک دمک ماند پڑگئی اور سب پوچھنے لگیں کہ یہ کہاں سے آیاہے۔

۴۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا جاکر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلالاؤ۔ آپ نے گھر پر جاکر آواز دی اور دروازہ کھٹکھٹایا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ دروازے کی جھریوں میں سے دیکھا کہ اندر چکی چل رہی ہے اور کوئی چلانے والا بھی نہیں۔ حیران ہوگئے اور واپس حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر متحیر کیوں ہو؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ جب گھر سے کوئی جواب نہ ملا تو میں نے دروازے سے جھانک کر دیکھا کہ چکی چل رہی ہے اور کوئی چلانے والا نہیں۔ ارشاد فرمایا اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میری فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو چکی چلانے کا حکم دیتا ہے۔ جن کی چکیاں فرشتے چلائیں ان کے مقامات اور شان وعظمت کا کیا بیان ہوسکتا ہے؟

(۳) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۱۔ آپ اولیاء کے امام ہیں اور اولیاء کی جان ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ بتول رضی اللہ عنہا ہیں اور نانا رسول ﷺ ہیں۔ آپ جگر گوشۂ رسول ﷺ ہیں۔ یہ وہ مبارک ہستی ہے جن کا قلب دنیا سے برگشتہ اور بیزار ہوگیا یعنی دنیا کی کوئی محبت اس میں نہ رہی اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہوگیا۔ ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پکڑلیا۔ اس کی تھیلی کھوگئی تھی۔ اس نے کہا میری تھیلی لائیے۔ آپ میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے آپ نے ہی اٹھائی ہوگی۔ آپ اسے گھر لے گئے اور پوچھا تمہاری تھیلی میں کتنے درہم تھے۔ اس نے کہا ایک ہزار۔

آپ نے اسے دوہزار درہم کی تھیلی دے کر رخصت کیا۔ اس شخص نے لوگوں سے پوچھا یہ کس کا مکان ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ امام جعفرصادق ﷺ کا مکان ہے۔ اس نے کہا غضب ہوگیا میں نے تو آپ پر الزام لگادیا۔ آگے گیا تو اسکی تھیلی مل گئی۔ واپس آیا اور امام صاحب ﷺ سے عرض کیا کہ حضور میری تھیلی مجھے مل گئی ہے۔ آپ اپنی تھیلی واپس لے لیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے ہاں کا دستور ہے کہ دے کر واپس نہیں لیتے۔

۲۔ اولیاء اللہ کے مخالف بہت ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے مجاہدے کیلئے کوئی نہ کوئی غمزہ انہیں لگادیا جاتا ہے۔ یہ ذریعۂ نجات ہے۔ مخالفین نے خلیفہ کے کان بھرے کہ امام صاحب ﷺ نے ایک بڑی جماعت تیار کرلی ہے۔ خلیفہ منصور نے امام صاحب ﷺ کو بلا بھیجا۔ جلاد سے کہا کہ جیسے ہی امام صاحب ﷺ آئیں اور میں ٹوپی ہلاؤں توآپ کا سرتن سے جدا کر دینا۔ جب حضرت امام جعفر صادق ﷺ تشریف لائے خلیفہ کھڑا ہوگیابڑی تعظیم کی اور عرض کرنے لگا کہ کیا پیش کروں۔ آپ نے فرمایا آئندہ ہمیں نہ بلانا۔ خلیفہ نے خلعت پیش کی اور ننگے پاؤں دربار سے باہر چھوڑنے آیا۔ جب امام صاحب ﷺ تشریف لے گئے تو خلیفہ تخت پر بیٹھتے ہی بیہوش ہوگیا اور تین دن تک بیہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو درباریوں نے پوچھا اے خلیفہ آپ نے ٹوپی کیوں نہ ہلائی۔ کہنے لگا امام صاحب ﷺ کے ساتھ ایک بہت بڑا اژدہا تھا۔ جب اس نے منہ کھولا تو ایسا معلوم ہوا کہ میرا سارا تخت اس کے منہ کے اندر آجائے گا وہ اژدہا زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اگر امام صاحب ﷺ کے ساتھ ذرا سی گستاخی سے پیش آیا تو مع تخت کے تجھے نگل جاؤں گا۔ یہ اولیاء اللہ اژدھے بھی رکھتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔ چاہیں تو چھوڑدیں لیکن چھوڑتے نہیں۔

۳۔ حضرت امام جعفر صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بغیرالہام کے استدلال کرتا ہے وہ مردود ہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ توبہ پہلے ہے اور عبادت بعد میں ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ عاقل وہ ہے جو دو نیکیوں میں سے تمیز کرلے کہ بڑی نیکی کونسی ہے اور دو برائیوں میں سے تمیز کرے کہ بڑی برائی کونسی ہے۔

(۴) محبت اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے انعامات

۱۔ کسی زمانے میں ایک شخص ایک قافلے کے ہمراہ حج پر جارہا تھا۔ راستے میں ایک شہر میں قافلے نے قیام کیا۔ وہ شخص، جس کا نام ربیع بن سلیمان تھا، شہر کی سیر کیلئے نکلا۔ دیکھا کہ ایک جگہ ایک گدھا مرا ہوا پڑا ہے اور ایک بڑھیا اس میں سے گوشت کاٹ کاٹ کر اپنے تھیلے میں رکھ رہی ہے۔ وہ اس بڑھیا کے پیچھے لگ گیا۔ بڑھیا ایک مکان میں داخل ہوئی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب بڑھیا نے دروازہ کھولا تو کہنے لگا کہ جو گوشت آپ لائی ہیں وہ حرام ہے۔ بڑھیا نے کہا ہم سادات ہیں۔ میرے شوہر کا انتقال ہوچکا ہے۔ میری بچیاں ہیں گھر میں جو کچھ تھا ہم نے بیچ بیچ کر کھالیا ہے۔ اب کھانے کو کچھ باقی نہیں۔ ہم کئی روز کے فاقے سے ہیں۔ ہمارے لئے حرام بھی حلال ہے۔ اس شخص ربیع کو بڑا دکھ ہوا۔ اپنے قافلے میں آیا اور اپنے بھائی سے، جو اس قافلے کا سردار تھا، اپنی رقم واپس لے لی اور کہا کہ میں اس سال حج نہیں کروں گا اس رقم سے آٹا اور دیگر ضرورت کا سامان خریدا۔ جو رقم بچی وہ اناج کی بوری میں چھپادی اور بڑھیا کی خدمت میں جاکر پیش کردی کہ آپ حرام نہ کھائیں بچیوں کو یہ کھلائیں اور میری طرف سے نذر قبول فرمالیں۔ بچیوں نے اسے دعا دی کہ معبود تمہیں ہر سال حج کرائے اور جو کچھ ہمیں دیا ہے اس سے بہت زیادہ تمہیں دے۔ قافلہ روانہ ہوگیا۔ وہ شخص اسی شہر میں محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالنے لگا۔ حتیٰ کہ حاجیوں کی واپسی شروع ہوگئی۔ اور وہ قافلہ بھی واپسی پر پھر اسی شہر میں ٹھہرا۔ جب ربیع قافلے والوں سے ملنے گیا تو انہوں نے کہا یہ آپ نے کیا کیا؟ ہم سے الگ ہوکر حج کیا کسی نے کہا میں نے آپ کو طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا۔ کسی نے کہا میں نے آپ کو عرفات کے میدان میں دیکھا لیکن میری آواز پر آپ رکے نہیں بلکہ جلدی سے بھیڑ میں غائب ہوگئے۔ ایک شخص نے کہا آپ مجھے مدینہ منورہ میں ملے اور یہ تھیلی امانت کے طور پر میرے پاس رکھوائی اب اسے واپس لے لو۔ اور زبردستی وہ تھیلی ربیع کو دیدی۔ وہ بہت حیران ہوا کہ میں تو حج پر گیا نہیں پھر میرے قافلے والوں نے مجھے کیسے دیکھا۔ رات کو خواب میں رسول اللہ

ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے شخص تونے میری آل کی خدمت کی۔ انہوں نے جو دعائیں تمہیں دیں وہ مقبولِ بارگاہ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو تیری صورت میں ہر سال حج کرے گا اور ثواب تجھے ملتا رہے گا۔ وہ تھیلی بھی اللہ کے حکم سے فرشتے نے دی ہے کیونکہ میری آل نے دعا کی تھی کہ اللہ تجھے اس سے زیادہ دے۔

چوتھا باب

عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو جس سے محبت ہوگی اُس کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا۔ محبت تو ہمیں رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن ہمارا قلب گرفتارِ محبت نہیں ہوا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلب گرفتار محبت ہوگیا۔ جسم کی پٹائی ہورہی ہے 'کوڑے پڑرہے ہیں' تپتی ریت پر کھینچا جارہا ہے اور ظالم مالک کہتا ہے کہ اب بولو کیا کہتے ہو۔ وہ فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ گرفتارِ محبتِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جب حد سے زیادہ سختیاں اور ظلم وستم ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے اور فرمایا یہ غلام ہمیں دے دو۔ بدلے میں ایک رومی (سفید) غلام بھی دیا اور اس کے علاوہ پیسے بھی دئے۔ اس شخص نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقصان والا سودا کیا۔ ارشاد فرمایا تو کیا جانے۔ اگر اس غلام کے بدلے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلام بنانا چاہتا تو میں بن جاتا۔ غرضیکہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دو۔ چنانچہ اذان دینے لگے۔ کچھ لوگ خود کو شمار میں لاتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان صاف نہیں۔ مخارج بھی صحیح ادا نہیں کرتے کسی ایسے صحابی سے اذان دلوائی جائے جن کی زبان صاف ہو۔ چنانچہ کسی اور صحابی نے اذان دی۔ اب سب بیٹھے ہیں لیکن صبح صادق نہیں ہورہی۔ کیوں نہیں ہورہی؟ یہ روشن دلیلیں ہیں عاشقوں کے مقامات کی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی۔ اللہ تعالیٰ نے عاشق رسول ﷺ کو نوازا۔ حکمِ الٰہی آیا کہ میرے پیارے محبوب ﷺ تمام ملائکہ اس وقت نماز ادا کرتے ہیں جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کی آواز آتی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کیا گیا۔ دیکھا تو ایک کونے میں بیٹھے گھٹنوں پر سر رکھ کر چپکے چپکے رورہے ہیں۔ بلاکر فرمایا گیا اذان دو۔ آپ نے اذان دی تو صبح ہوئی۔ یہ وہ قلب ہیں جو گرفتارِ محبتِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو حضور ﷺ سے محبت ہے اگر اس میں سے رائی کے دانے کے برابر مل جائے تو ہمارا کام ہی بن جائے۔ جب حضور نبی کریم

ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو جنت کی حوروں کی سردار نے خود کو پیش کیا۔ ارشاد فرمایا ہم نے آپ کو بلال رضی اللہ عنہ دیا۔ عرض کیا کہ حضور ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کا رنگ تو سیاہ ہے۔ ارشاد فرمایا ابھی تو بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھنا ہے کہ وہ آپ کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے ناپسند کردیا تو تمہاری ساری خوبصورتی دھری کی دھری رہ جائیگی۔ ایک سوال ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ جنت میں پہلے کون داخل ہوگا؟ ارشاد فرمایابلال رضی اللہ عنہ۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سواری کی نکیل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ پہلے بلال رضی اللہ عنہ اندر قدم رکھیں گے پھر حضور ﷺ تشریف فرما ہوں گے۔

۲۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے معراج شریف کے واقعات بیان فرمائے تو ابوجہل نے سوچا کہ آج مذاق اڑانے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا ''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو معلوم ہے کہ آج آپ کے پیغمبر ﷺ کیا کہہ رہے ہیں؟ کہ میں رات ہی رات میں بیت المقدس گیا اور وہاں سے آسمانوں پر گیا' اور اللہ کے پاس عرش اعظم سے بھی آگے پہنچا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا میرے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے؟ ابوجہل نے کہا کہ ہاں آپ کے پیغمبر ﷺ نے ہی یہ کہا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا صَدَّقْتَ یارسول اللہ ﷺ جو بھی فرمایا بالکل حق فرمایا۔ ادھر تصدیق کی ادھر صدیق اکبر کا خطاب عطا ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ تصدیق کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئے اور تکذیب کرنے والے ابوجہل کے ساتھ ہوگئے۔

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ جہاد کررہے ہیں۔ کفار نے دو طرف سے گھیرنا چاہا۔ حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں۔ خطبہ پڑھتے پڑھتے ارشاد فرماتے ہیں ''یاساریتہ الجبل''۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کی آواز مبارک ہزاروں میل دور میدان جنگ میں سنی اور فوج کو پہاڑ پر لے گئے اور جہاد میں کامیابی حاصل کی۔

۴۔ اے عزیز من ! جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی اس نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے محبت کی اور جس نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے محبت کی اُس نے رسول اللہ ﷺ سے محبت

کی۔ جس نے حضور ﷺ سے محبت کی اس نے ان کی عظمت اپنے قلب میں لی۔ اگر قلب مین عظمت نہ ہو تو محبت بے کار ہے۔ محبت کا پتہ عظمت سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ محبت کا اور خلافت کا عطا فرمایا۔ خدمتیں سپرد ہوئیں۔ شریعت کی دستار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی۔ حضور ﷺ نے اپنے ہی سامنے منبر پر کھڑا کیا۔ معلوم ہوا کہ شریعت کی امامت آپ کے سپرد کی۔ یہ دستار رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے بندھی ہے۔

۵۔ غزوہ تبوک کی تیاری کے سلسلے میں حضور نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے گھروں سے کچھ لے آئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے گئے، سارا مال جمع کرکے نصف بچوں کے لئے چھوڑا اور نصف حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ دل میں سوچا کہ آج صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کتنا مال لائے ہو؟ عرض کیا گھر کا سارا مال لے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ کافی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھاکر کہنے لگے کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کو حضور ﷺ کے آستانہ مبارک کے سامنے رکھ دینا۔ دروازہ کھل جائے تو اندر رکھ دینا نہیں تو جہاں چاہے رکھ دینا۔ جب آپ کا جنازہ رکھا گیا تو حضور ﷺ کے آستانہ مبارک کے دونوں پٹ کھل گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی وصیت فرمائی۔ جب آپ کا جنازہ رکھا گیا تو آستانہ مبارک کا ایک پٹ کھلا۔ آپ بھی اندر مدفون ہوئے۔ دونوں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مقام اعلیٰ ہیں۔ دونوں ایک ہی حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے۔

۶۔ ایک غزوے میں ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا شہید ہوگیا۔ جب مدینہ طیبہ کی طرف مجاہدین لوٹے تو اس بڑھیا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرا بیٹا کہاں ہے۔ حضور ﷺ نے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔ پیچھے حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ تھے۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی پیچھے کی طرف

اشارہ کیا۔ سب سے آخر میں حضرت ابوبکر صدیق ﷛ تشریف لا رہے تھے۔ بڑھیا نے پوچھا تو ان کی زبان مبارک سے نکلا کہ پیچھے آرہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد بچہ آگیا۔ سب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین حیران رہ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ میرے صدیق ﷛ کا کہا پورا نہ ہو۔ اسلئے بچے کو زندہ کر دیا۔

۷۔ حضرت عیسیٰ ؑ کا ایک دوست آکر عرض کرنے لگا اے عیسیٰ ؑ آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں مجھے بھی یہ عمل سکھادیں۔ ارشاد فرمایا یہ باتیں بتائی نہیں جاتیں۔ اس نے اصرار کیا۔ چونکہ دوست تھا حضرت عیسیٰ ؑ نے اسے اسم اعظم سکھا دیا۔ جنگل میں جارہا تھا ایک جگہ ہڈیوں کا ڈھیر دیکھا۔ اسم اعظم پڑھ کر جو پھونکا تو وہ شیرببر بن گیا۔ اسے بھوک لگی تو اپنے خالق کو کھا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک خادم حضرت خزینہ ﷛ ایک دفعہ جنگل میں راستہ بھول گئے۔ سامنے سے شیر آگیا۔ آپ نے للکار کر کہا اے شیر میں خادم رسول اللہ ﷺ ہوں۔ شیر نے گردن ڈال دی اور جنگل سے باہر جانے کا راستہ بتادیا۔ وہ حضرت عیسیٰ ؑ کا دوست تھا جسے شیر کھا گیا اور یہ غلام مصطفیٰ ﷺ ہیں کہ شیر ان کی غلامی میں آگیا۔

۸۔ حضرت عمر فاروق ﷛ کا دورِ خلافت تھا۔ آپ کے پاس مصر کے گورنر نے ایلچی بھیجا کہ حضرت یہاں ہر سال دریائے نیل میں طغیانی آتی ہے اور جب تک ایک جوان لڑکی کو ذبح کر کے اس کا خون دریا میں نہیں ڈالا جاتا طغیانی ختم نہیں ہوتی۔ اے خلیفہؓ اب آپکا کیا حکم ہے۔ حضرت امیرالمومنین ﷛ نے ایک پرچہ لکھا کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ ' امیرالمومنین عمر فاروق ﷛ کا حکم ہے کہ اے نیل اب تجھ میں طغیانی نہیں آنی چاہیئے۔ حکم دیا کہ یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا جائے اور کسی لڑکی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔ آج تک طغیانی نہیں آئی۔ معلوم ہوا کہ دریا بھی خلیفہ رسول اللہ ﷺ کا حکم مانتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی شان وعظمت کا کوئی کیا اندازہ لگاسکتا ہے۔ اگر محبتِ رسول اللہ ﷺ کا غلبہ ہوجائے تو ساری کائنات تابع ہوجائے۔

۹۔ اے عزیزمن' قرآن شریف اٹھاکر غور سے پڑھو۔ اللہ تبارک

وتعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کی بارگاہ کا ادب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو سکھارہا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں اسطرح بیٹھو کہ اپنی آوازوں کو میرے محبوب ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے تمام عمل ضائع ہوجائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ جب آپ آداب مصطفوی ﷺ سے واقف ہوجاؤ گے تو اے صحابہ رضی اللہ عنہم قیامت تک صحابی کاخطاب کسی کو عطا نہ ہوگا۔ نماز پڑھے گا نمازی ہوجائے گا۔ حج کرے گا حاجی ہوجائے گا قرآن شریف حفظ کرے گا حافظ ہوجائے گا' عبادت الٰہی کرے گا تو عارف ہوجائے گا لیکن نہ ہوگاتوصحابی نہ ہوگا۔ صحابی وہی ہوگا جس نے میرے محبوب ﷺ کی ایمان کی حالت میں زیارت کی ہوگی اور ان کی بارگاہ میں ادب اور احترام سے بیٹھے گا۔

۱۰۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی نگاہیں سرکار دوعالم ﷺ پر لگی رہتی تھیں۔ کتنی بافیض نگاہیں تھیں کتنی بامراد نگاہیں تھیں۔

۱۱۔ اے عزیز من یہی طریقہ سکھایا گیا ہے۔ جس کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی محبت نہیں اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں اور جسکے دل میں حضور ﷺ کی محبت نہیں اس کے دل میں خدا کی محبت نہیں۔ جوصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے پیچھے پیچھے چلے گا ایک دن اپنی مراد کو پہنچ جائے گا۔ ان کے مرتبے کو کوئی قطب یا ولی پہنچ ہی نہیں سکتا۔

۱۲۔ پارہ نمبر۲۶' سورہ فتح میں ارشاد ہوا کہ بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی اللہ کے محبوب ﷺ کے ہاتھ پر۔ جب فتح کی خبر رب دے پھر مطمئن کیوں نہ ہوں۔ آج تک مطمئن ہیں۔ یہ جو بیعت لی گئی یہ ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے لی گئی۔ ان چودہ سو مقدس ہستیوں نے اللہ کے محبوب ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کیوں کہتے ہیں؟ اس لئے کہ اس بیعت سے اللہ راضی ہوگیا۔ جنکی بیعت سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہوجائیں ان ہستیوں کے مقام کا کوئی کیا اندازہ لگاسکتا ہے۔ آج ان حضرات کے تصور سے ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ رب تو ان حضرات سے راضی ہوگیااور بہت بڑی فتح کی خبر دی۔ اب اگر کوئی ان ہستیوں پر الزام

لگائے تو اس کی معنی یہ ہوئے کہ رب کو بھی خبر نہ تھی کہ یہ ایسے ہونے والے ہیں حالانکہ رب علیم بھی ہیں خبیر بھی ہیں اور کیسے خبیر کہ ہم نے ابھی ارادہ بھی نہیں کیا اور اسے علم ہوگیا۔ ان مبارک ہستیوں پر جو الزام لگائے وہ کافر سے بھی بدتر ہے۔

۱۳۔ مولانا مولوی ابراہیم دیوبندی نے اپنی کتاب "علامتِ قیامت" کے صفحہ ۸ پر یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ فاطمیوں کا دورِ حکومت ہے۔ وہ مدینہ طیبہ میں صدا لگا رہا تھا کہ ہے کوئی ایسا جو امیرالمومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر کھانا کھلائے۔ ایک شخص اسے گھر کے اندر لے گیا اور اسکی زبان کاٹ لی۔ وہ روتا ہوا دربارِ رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوگیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے یارِ غار' آپ کے خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں میری زبان کاٹی گئی۔ غنودگی آگئی۔ حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے چاہنے والے کی کسی بندر نے زبان کاٹ لی ہے اسے جوڑو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اپنا لعاب دہن لگاکر اسکی زبان جوڑ دی۔ آنکھ کھل گئی زبان جڑی ہوئی تھی۔ اگلے سال پھر حج پر گیا۔ پھر اسی دروازے پر صدا لگائی کہ ہے کوئی شخص جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر کھانا کھلائے۔ ایک شخص نکلا اندر لے گیا۔ عزت کے ساتھ کھانا پیش کیا نذر پیش کی۔ پوچھا کہ پچھلے سال تو اس گھر میں میری زبان کاٹی گئی تھی۔ کہا وہ میرے والد ہیں۔ لے جاکر ایک کھڑکی سے دکھادیا اندر ایک بندر بیٹھا ہوا تھا۔ زبان مصطفیٰ ﷺ سے نکلا تو وہ شخص بندر بن گیا۔ کون کہتا ہے کہ حضور ﷺ حیات نہیں۔ اس مالک مکان نے پوچھا کہ جب پچھلے سال تمہاری زبان کاٹی گئی تھی تو دوبارہ یہاں کیوں آگئے؟ کہنے لگا زبان کٹنے کے بعد روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دی۔ حضور ﷺ کے کہنے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعاب دہن لگاکر میری زبان جوڑدی۔ اس سے ایسی لذت حاصل ہوئی کہ جی چاہتا ہے کہ پھر میری زبان کٹے اور وہ جوڑیں۔ حضور ﷺ تو حیات ہیں اور جسے حضور ﷺ سے محبت ہے وہ بھی حیات ہیں۔

۱۴۔ اگر چنبیلی کے پھولوں میں ایک شب کیلئے تل ڈال دو تو اسکا تیل

تلوں کا نہیں بلکہ چنبیلی کا کہلاتا ہے اور دماغ کیلئے نفع بخش ہوجاتا ہے۔ سارے خواص اور بوباس چنبیلی کی ہوجاتی ہے۔ اور حضور نبیؐ اکرم جناب احمدِ مجتبی محمدِ مصطفیٰ ﷺ کروڑہا برس اربہا برس اللہ تعالیٰ کی حضوری خاص میں رہے تو پھراس ذات کے کمالات' انعامات اور فیضان کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے ہوں ان کا کیا مقام ہونا چاہئے۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی چمک ہے جو ہمیں نظر آرہی ہے۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی چمک تو خاصان خاص ہی دیکھ سکتے ہیں۔

پانچواں باب

عظمت اولیائے عظام رحمتہ اللہ علیہم

حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث الاعظم سیدنا میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات

۱۔ حضرت پیرانِ پیر، دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، حسنی و حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت فطری ہے۔ آپ مادر زاد ولی ہیں۔ رمضان المبارک کی چاند رات کو پیدا ہوئے۔ رات کو دودھ پیا، دن کو نہ پیا۔ آپ کے والد صاحب علیہ الرحمۃ نے سن کر فرمایا مبارک ہو رمضان المبارک کا چاند ہوگیا۔ یہ بچہ مادر زاد ولی ہے۔ اور ایک ولایت وہبی ہے۔ اب نبی نہیں آئیں گے، ولی کی ماننی پڑے گی۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں چور آگیا۔ اسے کچھ نظر نہ آیا، خالی ہاتھ جارہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ ہمارے در کی بدنامی ہے کہ خالی ہاتھ واپس جائے۔ نگاہ ڈالی اور قطب بنادیا۔ یہ ولایت وہبی ہے۔ اور ایک ولایت کسبی ہوتی ہے جو انسان کسب سے حاصل کرتا ہے، یعنی نماز، روزے اور پرہیز گاری سے حاصل کرتا ہے۔ جب زمین تیار ہوجاتی ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر ولایت عطا ہوجاتی ہے۔ ہم سب چور ہیں۔ ایک نظرِ کرم پڑجائے تو سب قطب بن جائیں۔ آپ پیروں کے پیر ہیں۔ یہ ارشاد حق ہے کہ سب پیروں کے شانے ہوں گے اور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم۔

۲۔ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۵ برس علم حاصل کیا، پھر ایک کمبل میں ۲۵ سال مجاہدہ کیا، نہ مکان نہ بچھونا، نہ کھانے کا انتظام۔ جنگلوں میں رہنا اور رات دن عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ بھوک لگی تو جنگل کے پھل کھالئے۔ رجس قدر آپ نے مجاہدے کئے اسی قدر اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلیوں کا ظہور فرمایا۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زبان کھولتے تھے تو کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی قربِ الٰہی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث

شریف ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ جسے میں اپنی بارگاہ کا مقبول بندہ بنالیتا ہوں میں اُس کی زبان بن جاتا ہوں وہ میری زبان سے بولتا ہے، میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں وہ میری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ میں اُس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے کانوں سے سنتا ہے، میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھوں سے کھاتا ہے۔ اب ایسا کون ہے جو اپنی عقلِ ناقص سے اولیاء اللہ کی شان و عظمت بیان کرے۔ غوثِ پاک ﷺ مادر زاد ولی ہیں اور آپ نے مجاہدے بھی بہت کئے۔ معلوم ہوا کہ مجاہدے دوست سے کرائے جاتے ہیں، دشمن سے نہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ رمضان المبارک میں آپ دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔ افطار کے بعد دودھ پیتے تھے۔ ایک دفعہ عید کے چاند کے بارے میں شبہ ہوگیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے لوگوں کو بتایا کہ عید کا چاند نہیں ہوا کیونکہ آج میرے بچے نے دن میں دودھ نہیں پیا۔ کیسے اہلِ محبت اہل عقیدت لوگ تھے کہ انہوں نے مان لیا۔ آج کل لوگوں کے قلب محبت رسول اللہ ﷺ سے بند ہیں۔ قرآن شریف ہی کو بدل کر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ ہمارا کام تو دعا کرنا ہے۔

۳۔ ایک دفعہ حضور نبیٔ کریم ﷺ تشریف فرما ہوگئے اور ارشاد فرمایا اے عبدالقادر ﷺ مخلوق کو ہدایت کرو، پیغام حق سناؤ۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں عجمی ہوں اور عرب لوگ بڑی فصاحت اور بلاغت کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا اپنا منہ کھولو۔ آپ ﷺ نے اپنا منہ کھولا تو حضور ﷺ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ نور سے سینہ منور ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہ تشریف فرما ہوئے اور چھ دفعہ اپنا لعابِ دہن حضرت غوث پاک ﷺ کے منہ میں ڈالا۔ غوث پاک ﷺ نے عرض کیا آپ نے چھ مرتبہ لعابِ دہن کیوں ڈالا جبکہ حضور نبی کریم ﷺ نے سات مرتبہ ڈالا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فرزند مقامِ ادب ہے میں ان کی برابری نہیں کرسکتا۔ اب آپ غور فرمائیں کہ حضور غوثِ پاک ﷺ کے بیان کا کیا عالم ہوگا۔

۴۔ ایک مرتبہ حضرت غوثِ پاک ﷺ کو سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ

الزہرا رضی اللہ عنہا کی زیارت کا شرف عطا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا اے فرزند اللہ تعالیٰ نے میرے شہزادوں امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عوض مجھے دو فرزند عطا فرمائے ہیں۔ ایک تو آپ (غوث پاک ﷺ) ہیں جن کا ظہور شانِ جمالی کے ساتھ ہوا ہے۔ اور ایک آپ کے بیٹے عبدالوہاب ؒ کی پشت سے علاؤالدین علی احمد صابر کلیری ؒ ہوں گے جن کا ظہور شانِ جلالی کے ساتھ ہوگا۔ اس دن کے بعد حضرت غوثِ پاک ﷺ نے کبھی اپنے بیٹے عبدالوہاب ؒ کی طرف پشت نہ کی کہ ان کی پشت سے اللہ کی شانِ جلالی والے ولی کا ظہور ہو گا۔

۵۔ ایک دن حضرت غوثِ پاک ﷺ بہترین زریں لباس پہنے جنگل میں جارہے تھے۔ ایک چور مل گیا۔ اس نے دامن پکڑ کر کہا یہ لباس اتار دیجئے۔ غوثِ پاک ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھادیئے کہ باری تعالیٰ اس نے تیرے غوث کا دامن تھاما ہے اب میری دعا ہے کہ قیامت تک میرا دامن اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ چور قدموں میں گر گیا اور خادم اور غلام بن گیا۔ غلط بات کہنے کی بجائے اچھی بات کہنا اچھا ہے۔

۶۔ حضور غوثِ پاک ﷺ کے صاجزادے جناب عبدالوہاب ؒ بہت سے دینی علوم حاصل کرکے گھر لوٹے ایک دن غوث پاک ﷺ کی اجازت سے منبر پر تشریف لے گئے اور فصاحت اور بلاغت کے دریا بہادیئے لیکن کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر کہ لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہورہا آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ حضرت غوث پاک ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ کل میں روزے سے تھا۔ اُمِّ یحییٰ نے میرے لئے انڈے بھونے اور مٹی کے سکورے میں طاق پر رکھے۔ بلی آئی، پنجہ مارا۔ سکورا گر کر ٹوٹ گیا اور انڈے خاک میں مل گئے۔ اتنا ارشاد فرمانا تھا کہ ھُوحق کے نعرے لگ گئے۔ بعد میں صاجزادے نے عرض کیا کہ حضور میں نے اتنی فصیح و بلیغ تقریر کی لیکن لوگوں پر اثر نہ ہوا۔ آپ نے ایک گھر کا واقعہ بیان فرمایا تو لوگوں پر رقت طاری ہوگئی۔ غوثِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فرزند آپ نے اپنی خودی میں رہ کر بیان فرمایا اور عبدالقادر ﷺ اپنی خودی سے پاک ہوکر زبان کھولتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور لوگوں پر اثر ہوتا ہے۔

۷۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج نبوت میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرمارہے تھے۔ تقریباً دس ہزار آدمی حاضر تھے حضرت علی ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک حضرت علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے اور حضرت علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مودب کھڑے ہوگئے اور مجمع کو بھی اشارہ کردیا سب کھڑے ہوگئے۔ جب حضرت علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا آپ نے ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں زیارت کی اور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیداری کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ پھر غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے علی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نصیحت بھی فرمائی۔ عرض کیا جی ہاں یہ نصیحت فرمائی کہ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہا کرو۔

۸۔ ایک دفعہ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خانقاہ میں نعتیں سن رہے تھے۔ مجمع کثیر تھا۔ آپ نے دیکھا کہ کفن میں لپٹا ہوا ایک مردہ چلا آرہا ہے۔ وہ آپ کا مرید تھا جس کا وصال ہوچکا تھا۔ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ قبرستان لے گیا۔ محفل میں سے کچھ لوگ بھی آپ کے ساتھ ہولئے لیکن کسی کو مردہ نظر نہ آیا۔ قبرستان لے جاکر وہ کہنے لگا حضرت میرے برابر والی قبر پر عذابِ الٰہی ہورہا ہے۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اے پیرانِ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے کہیں اور دفن کرادیجئے۔ آپ نے ٹوپی اتار دی اور ننگے سر ہاتھ اٹھادیئے۔ آپ کی دعا سے عذاب ہٹ گیا۔ یہ غوثوں کے غوث ہیں، پیروں کے پیر ہیں۔ بظاہر اولیاء اللہ یہاں ہوتے ہیں لیکن وہاں بھی ہوتے ہیں۔ عالمِ برزخ میں اپنے مرید کی امداد فرمائی یا نہیں۔ باقی لوگوں کو کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی انہیں ساری بات بتائی۔

عطائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، شہنشاہِ ہند، غریب نواز، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی ثم الاجمیری رحمتہ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ

آپ ہی کے صدقے میں ہندوستان، ہندوستان کہلانے لگا اور بجائے ہندوؤں کے راج کے مسلمانوں کا راج قائم ہوا اور لاکھوں کروڑوں ہندو مسلمان ہوئے اور بے شمار اولیاء اللہ اس عالم دنیا میں تشریف لائے اور ہر طرف بزرگانِ دین کی روحانی شمعیں روشن ہوئیں۔ یہ فقیر آپ کی چند کراماتوں اور واقعات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے تاکہ ہمارے قلبوں میں ایمان کے چراغ منور ہوجائیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ بڑے رئیس گھرانے کے فرزند تھے۔ والدِ ماجد تاجر اور رئیس تھے۔ جب شہنشاہِ ہند رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو بڑی خوشیاں منائی گئیں، خیرات و صدقات دیئے گئے۔ بڑے چاؤ سے پالا گیا۔ خدا کی حکمت، جب خورد سالی کا زمانہ آیا تو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو ورثے میں ایک بڑا سرسبز باغ اور ایک پن چکی ملی۔ آپ باغ میں ہی رہتے تھے اور اس کی رکھوالی کرتے تھے۔ ایک درویش کی نگاہ آپ پر پڑی اور آپ کی نگاہ درویش پر پڑی۔ آپ نے انکساری سے درویش کو بٹھایا اور ٹھنڈا پانی اور انگور کا خوشہ پیش کیا۔ درویش بے حد خوش ہوئے۔ ان کا نام نامِ اسمِ گرامی ابراہیم قندوزی رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ مجذوب بزرگ تھے۔ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی مہمان نوازی دیکھی تو سمجھ لیا کہ یہ تو اُس کے چراغ ہیں جس کی روشنی سے مخلوق سیراب ہوگی۔ آپ نے جھولے سے کھلی کا ٹکڑا نکالا اور چباکر غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو دیا۔ آپ نے کھایا تو دنیا کی محبت دل سے نکل گئی اور اللہ کی محبت کا غلبہ ہوگیا۔ باغ اور چکی فروخت کرکے سب خیرات کردیا۔ علم حاصل کرنے کے لئے مختلف مقامات پر گئے۔ قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ نے علمِ فقہ اور بہت سے علوم حاصل کئے۔ پھر رہبر کی تلاش میں نکلے۔ خراسان میں ایک قصبہ ہارون ہے۔ وہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے قلب کو روحانیت کے لئے بنایا ہے۔

اپنے پاس رکھا۔ بیعت کیا اور تعلیم عطا فرمائی۔ جس قدر بھی علم سلوک کی تعلیم تھی آپ کو عطا فرمائی۔ معرفت کے مقامات طے کرائے۔ تقریبا دو اڑھائی برس شیخ کے ساتھ سفر میں رہے۔ بڑے بڑے مقامات طے کرائے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ گئے اور حج کرایا۔ اور خانہ کعبہ میں ملتزم پر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے باری تعالیٰ یہ میرا معین الدین علیہ آپ کے ہاں حاضر ہوگیا ہے۔ میرا کام یہاں تک پہنچانا تھا۔ اب یہ آپ کے سپرد ہے۔ حکم ہوا کہ میرے محبوب ﷺ کے دربار میں لے جاؤ۔ اشارہ پاتے ہی مدینہ طیبہ حاضری دی روضہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا معین الدین علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ جیسا چاہیں بنائیں۔ یہ کہہ کر خواجہ عثمانی ہارونی علیہ چلے آئے۔ ایک روز حضور ﷺ کے مزار پر انوار سے آواز آئی "معین الدین"۔ آپ نے سوچا شاید کوئی اور معین الدین ہو۔ پھر آپ کے نام کے ساتھ آپ کے شیخ کا نام لیا گیا تو آپ حاضر ہوگئے۔ ارشاد ہوا ہندوستان چلے جاؤ آپ کو خدمت سپرد کی جاتی ہے۔ یہ سن کر خوش بھی ہوئے اور حیران بھی کہ نہ راستہ معلوم ہے نہ زاد راہ۔ عالم خواب میں راستے بتائے گئے اور حکم ہوا کہ راستے میں جتنے بزرگوں سے ملاقات ہو ان کی دعائیں لینا اور ان کے ہاتھ سر پر رکھوانا۔ (اس لئے جب بھی سفر پر جائے تو بزرگوں سے دعا لے کر جائے۔ ان کی زبان سے خیر کے کلمے نکلتے ہیں تو خیر ہی ہوجاتی ہے) چنانچہ غریب نواز علیہ نے ایسا ہی کیا۔ ہر بزرگ نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو ہندوستان کی خدمت کے لئے بھیجا ہے۔ ہر درویش نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا۔ نہ معلوم کس قدر نعمتوں کے انبار لگ گئے۔ ہندوستان میں اتنے کافر تھے ان سے مقابلے کے لئے طاقت کی ضرورت تھی۔ لاہور میں داتا گنج بخش علیہ کے آستانے پر قیام فرمایا۔ چند روز کے بعد جانے کا ارادہ کیا۔ آواز آئی اتنی جلدی؟ چلّہ تو پورا کرو۔ چنانچہ چلّہ پورا کیا۔ آپ کی چلّہ گاہ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجمیر شریف میں ہی حاضر ہیں۔ جب اجازت ملی تو شہنشاہ ہند علیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ چالیس مرید آپ کے ساتھ تھے۔ جہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے تھے وہاں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے کہا بابا یہ تو ہمارے اونٹوں کی جگہ ہے۔ اٹھ جاؤ۔ فرمایا ہم تو اٹھ جاتے ہیں لیکن تیرے اونٹ بیٹھے ہی رہیں گے۔ آپ انا

ساگر کے پاس جاکر تشریف فرما ہوئے۔ صبح راجہ کے اونٹ نہ اٹھے۔ راجہ کے ملازموں نے جاکر معافی مانگی۔ پھر اونٹ اٹھے۔ یہ پہلی کرامت اجمیر شریف میں ظاہر ہوئی۔ راجہ نے آپ ﷫ کے مقابلے کے لئے اپنے جادوگر بھیجے۔ راجہ کا سب سے بڑا جادوگر جے پال آپ ﷫ سے شکست کھاکر مسلمان ہوگیا۔ آپ کا مرید ہوگیا اور کاملین میں سے ہوا۔ آپ کا ایک مرید راجہ کا ملازم تھا۔ راجہ نے ایک دفعہ ناراض ہوکر اس سے کہا میں تجھے نکال دوں گا۔ جب غریب نواز ﷫ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا تو ہمیں کیا نکالے گا ہم نے تجھے ایک مسلمان بادشاہ کے حوالے کیا۔ محمد غوری جو پہلے حملے میں ناکام ہوا تھا اس نے دوسرے حملے میں خواجہ بزرگ ﷫ کی دعا سے فتح حاصل کی۔ پرتھوی راج کو شکست ہوئی اور زندہ پکڑا گیا۔ خواجہ غریب نواز ﷫ کے واقعات روح کی غذا ہیں۔ آپ نے لاکھوں کافروں کو مسلمان کیا۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور غریب نواز شہنشاہ ہند ﷫ بہت خوش تھے۔ فرمایا کوئی مجھ سے کچھ مانگنا چاہتا ہے تو مانگ لے۔ قبولیت کا دروازہ کھلا ہے۔ ایک نے دنیا مانگی' آپ نے عطا کی دوسرے نے عقبٰی مانگی وہ بھی عطا فرمادی۔ دونوں کامیاب۔ حضرت حمید الدین ناگوری ﷫ سامنے آگئے۔ فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی میں تو بندہ ہوں آپ آقا ہیں جو آپ چاہیں وہی میں چاہتا ہوں۔ فرمایا ہم نے سُلطَانُ التَّارِکین بنایا۔ دونوں جہان کی عزت عطا فرمادی۔ حضرت خواجہ خواجگان قطب الدین بختیار کاکی اُوشی چشتی بہشتی ﷫ سامنے آگئے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے' عرض کی حضور میں تو آپ کا ہوں آپ کا مانگنا ہی میرا مانگنا ہے۔ فرمایا قطب الاقطاب بنایا۔ یہ تو حضور نبیٔ کریم ﷺ کے غلاموں کی شان ہے۔ جو مختار کلُ ہیں جناب احمدِ مجتبٰی ہیں محمد مصطفٰی ﷺ ہیں ان کے مقامات کا کوئی اندازہ لگا ہی نہیں سکتا۔ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی ﷫ نے اس واقعہ کی تائید فرمائی اور فرمایا جسے خدا مل گیا اسے خدائی مل گئی۔

حضرت قطب الاقطاب، صدر الصدور اعلیٰ حضرت شاہ انعام الرحمٰن، قادری، چشتی، صابری، نظامی، قدوسی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و واقعات

۱۔ میرے خاندانی بزرگوں کے جب وصال ہوگئے اور اماں حضور کا بھی وصال ہوگیا تو خاندان میں کوئی ایسا نہ رہا جس سے اپنا دکھ درد بیان کرکے نیک مشورہ لے سکتا۔ میرے والد صاحب کے ایک دوست خواجہ محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن پوچھا کہ بیٹا آپ کس فکر میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ میں نے اپنا حال بیان کیا۔ انہوں نے پڑھنے کے لئے کچھ بتایا اور فرمایا یہ پڑھ کر سوجاؤ کوئی رہبر ضرور ملے گا۔ ابھی ایک ہفتہ وہ عمل پڑھا تھا کہ خواب میں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور ایک آواز آئی کہ یہ ہیں آپ کے رہبر۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ کر میرے قلب میں اتنی محبت پیدا ہوئی کہ جی چاہا انہیں قلب میں رکھ لوں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے اشارے سے قریب آنے کو کہا۔ میں نے دست بوسی کی پھر قدم بوسی کے لئے جھکا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ اب میں پریشان ہوا کہ اسم گرامی بھی نہ پوچھ سکا۔ اب انہیں کہاں تلاش کروں۔ اس تلاش میں ان گنت بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہر بزرگ نے یہی کہا کہ ہمارے ہی مرید ہوجاؤ۔ لیکن میرا دل کہتا تھا کہ جس دلربا کو خواب میں دیکھا تھا یہ تو وہ نہیں ہیں۔ ایک دن میں اپنے گھر واقع پہاڑ گنج سے چاندنی چوک اپنی دکان پر جانے کے لئے نکلا۔ راستے میں میرے دوست منشی نور العمر (رحمتہ اللہ علیہ) ملے۔ فرمانے لگے آیئے آپ کی ایک درویش سے ملاقات کرائیں۔ میں جو اُن کے گھر گیا تو دیکھا کہ یہ تو وہی بزرگ تشریف فرما ہیں جن کی خواب میں زیارت کرائی گئی تھی۔ منشی جی رحمتہ اللہ علیہ نے میرا تعارف یوں کرایا کہ یہ ہمارے برادر ہیں، ان کی پیش گوئیاں سب صحیح ہوتی ہیں، ان کو درگاہ سید حسن رسول نما رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ حضرت شبیر حسن رحمتہ اللہ علیہ نے پنڈت کا خطاب دے رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا میاں محمد فاروق آپ کو تو بہت سی معلومات ہیں، اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ عرض کیا حضور اب تک جو علوم سیکھے ہیں ان سے محض یہ بات معلوم ہوتی

ہے کہ یہ کام ہوگا' یہ نہ ہوگا۔ فرمایا میاں اب آپ کیا چاہتے ہو۔ عرض کیا حضور میں چاہتا ہوں انہونی ہو۔ تبسم فرمایا اور کہا میاں تلاش کرو ایسے بھی مل جائیں گے۔ میں نے عرض کی حضور مل تو گئے ہیں یہ سامنے ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میری یہ بات اعلیٰ حضرت ﷺ کو بہت پسند آئی۔ اتنے میں دسترخوان لگ گیا۔ میں نے سوچا کہ میری دعوت نہیں اس لئے میں کھانا نہیں کھاؤں گا' ہاں اگر اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ تو کھالوں گا۔ ابھی یہ سوچا ہی تھا کہ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا میاں محمد فاروق جانا نہیں کھانا میرے ہی ساتھ کھانا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلایا۔ کھاتے کھاتے ارشاد فرمایا اگر کوئی آپ کے پاس سونا لے کر آئے تو کس لگاکر دیکھو گے یا ایسے ہی رکھ لوگے۔ عرض کی حضور میں تو اب آہی گیا ہوں خواہ کس لگائیں' یا جو جی چاہے کریں۔ بس یہ بات پسند آگئی اور اپنے ہاتھ کا نوالہ میرے منہ میں دے دیا۔ بخدا صحیح عرض کرتا ہوں کہ وہ نوالہ کھاتے ہی گویا میں مسلمان ہوگیا۔

ایک دفعہ ہم اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ غالباً یہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی ﷺ کے مزار شریف کا واقعہ ہے۔ میرے علاوہ حافظ محمد عثمان رحمانی اور چند اور پیر بھائی بھی موجود تھے۔ اتنے میں اعلیٰ حضرت ﷺ کے ایک دوست جنہیں سب ماسٹر خورشید علی کہتے تھے تشریف لائے۔ ماسٹر صاحب ﷺ مراد آباد کے صاحب خدمت تھے اعلیٰ حضرت ﷺ ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے پوچھا ماسٹر صاحب آپ کہاں سے آرہے ہیں۔ ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت خانہ کعبہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر آرہا ہوں۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ چلئے پھر ہمیں یہاں عصر کی نماز پڑھادیں۔ ماسٹر صاحب ﷺ نے میرے پیر بھائی حافظ محمد عثمان کا ہاتھ پکڑ کر مصلے پر کھڑا کردیا کہ چلئے مولوی صاحب نماز پڑھایئے۔ نماز پڑھانے کے بعد حافظ صاحب نے ماسٹر خورشید علی صاحب ﷺ کے پاؤں پکڑ لئے اور رو رو کر معافی مانگنے لگے۔ ماسٹر صاحب ﷺ نے فرمایا ارے بھائی اس داڑھی مونچھ منڈے کے پاس کیا رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے فرمایا ماسٹر صاحب یہ بچے ہیں' نابالغ ہیں' معاف کردیں۔ معلوم ہوا ان اہل سلوک کے ہاں

بال بچوں والے بھی نابالغ ہوتے ہیں۔ ان کی بلوغت کا معیار کچھ اور ہی ہے۔ بعد میں میرے پیر بھائی حافظ محمد عثمان نے مجھے بتایا کہ انہوں نے ماسٹر صاحب ﷫ پر دل میں شک کیا تھا کہ داڑھی مونچھ تو صاف ہے اور کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں ظہر پڑھ کر آرہے ہیں لیکن جب ماسٹر صاحب ﷫ نے مجھے مصلے پر کھڑا کیا تو میں نے خود کو خانہ کعبہ میں پایا اور ساری نماز میں نے خانہ کعبہ میں پڑھائی۔ اس لئے میں نے رو رو کر معافی مانگی کہ میں نے خواہ مخواہ ان کی بات پر شک کیا۔ جو مجھے خانہ کعبہ پہنچا سکتے ہیں وہ خود کیوں نہیں پہنچ سکتے۔

۳۔ ایک مولوی صاحب مدرسہ دیوبند میں مدرس تھے۔ ان کا بڑا لڑکا لاپتہ ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے ہنس کر فرمایا بھئی یہ تو علم غیب ہے ہمیں کیا پتہ۔ جب مولوی صاحب نے بہت منت سماجت کی تو فرمایا اچھا جاکر وضو کرو اور صحن مسجد میں کھڑے ہوکر دو مرتبہ بچے کا نام لو اور تیسری مرتبہ کہو محمد شفیع گھر آجاؤ۔ مولوی صاحب نے آہستہ سے صحن مسجد میں یہ الفاظ دہرائے۔ جب گھر پہنچے تو بچہ آچکا تھا۔

۴۔ ایک دفعہ ہم کراچی سے سہارنپور شریف اعلیٰ حضرت ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کلیر شریف جانے کا اجازت نامہ ہمارے پاسپورٹ میں درج نہیں تھا اور سہارنپور کے ہندو افسر نے اجازت دینے سے انکار کردیا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے مجھے حضرت شاہ نور ﷫ کے مزار شریف پر بھیجا کہ وہاں جاکر عرض کرو کہ ہمیں کلیر شریف جانے کی اجازت دی جائے۔ میں مزار شریف پر جاکر مراقب ہوگیا۔ دیکھا کہ پرانی طرز کا ایک بہت بڑا مکان ہے۔ حضرت شاہ نور ﷫ کے علاوہ ۴۰، ۵۰ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ موٹے موٹے بھی کھاتے کھلے ہوئے ہیں۔ میں نے حاضر ہوتے ہی سلام عرض کیا۔ خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پیرو مرشد نے بھیجا ہے۔ کلیر شریف جانے کی اجازت چاہئے۔ ارشاد فرمایا ارے بھائی وہ خود ہی اجازت دے دیتے۔ اچھا جس دفتر میں درخواست دو گے منظور ہوجائے گی۔ دوسرے دن اُسی ہندو افسر نے فوراً منظوری دے دی۔

۵۔ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت ﷫ دہلی میں کوچہ چیلاں میں اپنی ہمشیرہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ گلی اولیاء کے برابر ایک مسجد تھی اسی میں نماز ادا فرماتے تھے۔ میں اور میرے پیر بھائی منشی نور العمر ﷫ گھر سے چلے۔ راستے میں منشی صاحب نے کہا بھائی آج اعلیٰ حضرت ﷫ کی خدمت میں عرض کریں کہ حضور اس مسجد میں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو جو آپ نماز عشاء جامع مسجد میں ادا کریں۔ وہاں ہوا زیادہ ہوتی ہے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو اعلیٰ حضرت ﷫ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا میاں محمد فاروق اس مسجد میں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کل سے ہم نماز عشاء جامع مسجد میں پڑھا کریں گے۔ کیوں منشی جی ٹھیک ہے نا؟ اب میں منشی جی کی صورت دیکھنے لگا اور وہ میری صورت دیکھنے لگے۔ ہم نے عرض کیا حضور ہم سے بڑی بھول ہوئی جو ایسا خیال کیا۔ فرمایا نہیں بھائی میں بہت خوش ہوں۔ اور دوسرے دن سے نماز جامع مسجد میں ادا کرنے لگے۔

۶۔ یہ فقیر ایک دفعہ اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت ﷫ کے ساتھ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی ﷫ کے آستانے پر حاضری دینے گیا۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ واپسی میں پیاس کی شدت ہوئی۔ راستے میں ببن کا ہوٹل تھا۔ اس فقیر نے دل میں سوچا کہ اس کے ہاں دہی کی لسی بڑی اچھی ہوتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر یہاں دہی کی لسی پئیں۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کے ہاں جائیں گے تو ٹھنڈا پانی ہی ملے گا۔ جب ببن کی دکان آئی تو اعلیٰ حضرت ﷫ رک گئے۔ فرمایا میاں محمد فاروق اس کے ہاں لسی بہت اچھی ملتی ہے۔ دکان پر جاکر دو گلاس لے کر اپنے دست مبارک سے دھوئے اور دکاندار سے کہا میاں ان میں بڑی اچھی لسی بناکر دو۔ پیسے بھی مجھے نہ دینے دیئے۔ لسی پی کر چلے تو فرمایا میاں لسی اس کے ہاں بڑی اچھی ملتی ہے۔ بھئی گھر جاکر تو ٹھنڈا پانی ہی ملتا۔ میں نے عرض کی حضور گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ تبسم فرماکر کہا نہیں بھائی ٹھیک ہے

۷۔ اعلیٰ حضرت ﷫ سہارنپور شریف میں کریانے کی دکان کرتے تھے اور سودا دہلی کھاری باؤلی سے اجمل حسین محمد حسین کی دکان سے لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جو ان کی دکان پر آئے تو انہیں بہت غمگین پایا۔ وجہ

پوچھی تو وہ عرض کرنے لگے کہ حضور سرکار نے حکم دیا تھا کہ گندھک حکومت کے پاس جمع کرادیں سب کے ساتھ ساتھ ہم نے بھی گندھک کی بوریاں حکومت کے پاس جمع کرادیں۔ اتفاق سے ایک بوری کہیں دبی ہوئی رہ گئی۔ ہمارا ہندو پڑوسی مزدوروں کے ساتھ مل گیا اور رپورٹ کردی۔ چھاپہ پڑا اور بوری برآمد ہوگئی۔ ہم پر کیس چلنے لگا۔ کل فیصلے کا دن ہے۔ مجسٹریٹ سکھ ہے۔ ہمیں سزا ہوجائے گی اور عزت خاک میں مل جائے گی۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے ایک کاغذ قلم لے کر کاغذ پر کچھ لکھا اور اسے لفافے میں بند کردیا۔ فرمایا اسے تجوری میں رکھ لو۔ گھبراؤ نہیں اللہ کرم کرے گا۔ اس لفافے کو عدالت سے واپس آنے کے بعد کھولنا۔ دوسرے دن عدالت میں سکھ مجسٹریٹ نے یہ فیصلہ سنایا ’’اجمل حسن محمد حسین آپ نے جرم تو بہت بڑا کیا ہے لیکن چونکہ آپ کا گزشتہ ریکارڈ بالکل صاف ہے اس لئے ہم آپ کو باعزت بری کرتے ہیں‘‘۔ بہت خوش ہوئے۔ دکان پر آکر اعلیٰ حضرت ﷫ کا لفافہ کھولا تو اِس میں بالکل وہی الفاظ درج تھے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ ان اولیاء اللہ کی زبان پر کون بولتا ہے اور ان کے قلب میں کون رہتا ہے؟

۸۔ ایک دفعہ میری اور منشی نور العمر ﷫ کی کوچۂ حامد میں دعوت تھی۔ گرمی کا موسم تھا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کوچۂ چیلاں میں تشریف فرما تھے۔ دعوت کے بعد ہم اعلیٰ حضرت ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوگئے جاتے ہی ارشاد فرمایا کہ کہیں سے برف لے آؤ۔ میں نے عرض کی حضور ابھی لیجئے۔ جب ہم باہر نکلے تو منشی نور العمر ﷫ نے فرمایا یہ ہمارا علاقہ نہیں، کوئی ہمیں جانتا نہیں، برف پر کنٹرول ہے۔ آپ نے جھٹ کہہ دیا ابھی لایا۔ میں نے کہا منشی جی حکم شیخ ہے۔ برف ضرور ملے گی، میرا ایمان ہے چنانچہ برف والے کی دکان پر گئے اور ان سے کہا ہمارے شیخ نے برف منگتی لی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا ابھی دکان بند ہے آپ پچھواڑے سے آجائیں۔ وہاں گئے تو انہوں نے ہمیں پانچ سیر برف دیدی حالانکہ فی کس آدھا سیر دینے کا حکم تھا۔ پھر قیمت بھی کنٹرول ریٹ پر لی۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے صاحبزادے میاں عطاالرحمن سے فرمایا جاؤ اس برف کا شربت بنالو۔ ہم نے دل میں سوچا کہ ہم تو کھانا کھاکر آئے ہیں ہم شربت کیسے پئیں گے ہمیں تو ٹھنڈا پانی چاہئے۔ فورا ہی فرمایا میاں

تھوڑا سا ٹھنڈا پانی بھی بنالو۔ خیر ہم نے ٹھنڈا پانی پیا۔ اور شربت بھی تیار ہوکر آگیا۔ ہم نے سوچا اتنا شربت کون پیئے گا۔ اتنے میں کسی دینی مدرسے کے ۱۰، ۱۲ طالبعلم آگئے۔ گرمی کی وجہ سے پسینے میں شرابور تھے۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے شفقت فرمائی۔ پیار سے بٹھاکر سب کو شربت پلوایا۔ کسی کو ان طالبعلموں کے آنے کی اطلاع نہیں تھی۔ انہوں نے کسی دینی مسئلے پر بحث کرتے ہوئے اچانک اعلیٰ حضرت ﷺ سے مسئلہ حل کرانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت ﷺ نے ایک گروہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر ہم لندن والوں کو آرڈر دیں کہ اتنے بجلی کے بلب بھیج دو اور تفصیل نہ لکھیں کہ اتنے سفید، اتنے لال اتنے پیلے بھیجو اور وہ سب سفید بھیج دیں تو بھیجنے والے کا کیا قصور؟ طلباء کے دونوں گروہوں نے اعلیٰ حضرت ﷺ کے پیر پکڑ لئے اور عرض کی بس حضور سب بات سمجھ میں آگئی۔ میرے اور منشی جی کے پلے کچھ نہ پڑا۔ اتنے میں اعلیٰ حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میاں محمد فاروق آپ کی دکان پر کوئی آپ کا انتظار کررہا ہے۔ رات کو آنا پھر سمجھادیں گے۔ دکان پر میرا ایک گاہک بیٹھا تھا جسے میں وقت دے کر بھول گیا تھا۔ دن گزارنا مشکل ہوگیا۔ رات کو اعلیٰ حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا یہ دونوں گروہ آپس میں بحث کررہے تھے ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ناخلف اولاد اوپر سے ایسی آتی ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا تھاہ کہ یہاں آکر خراب ہوتی ہے۔ میں نے انہیں سمجھادیا کہ جب اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگو تو یہ بھی مانگو کہ باری تعالیٰ نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ اب غور فرمائیں۔ کہاں بحث ہورہی ہے اور اعلیٰ حضرت ﷺ کے علم میں ہے۔ پھر یہ بھی علم میں ہے کہ حل کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شربت بھی تیار کراکے رکھ لیا۔

۹۔ اعلیٰ حضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب یہ فقیران کے مزارِ اقدس پر جاکر مراقب ہوا تو دیکھا ایک بہت بڑا محل ہے، قالین بچھے ہوئے ہیں اوپر سونے چاندی کی کرسی رکھی ہے ایک بہت بڑا گملہ بھی رکھا ہے جس میں بڑے بڑے موتیا کے پھول ہیں۔ ایک پھول اعلیٰ حضرت ﷺ کے ناک سے لگا ہے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ تبسم فرمایا عرض کیا حضور یہ کیا عمل ہے جو یہ موتیا کا پھول آپ کے سامنے رکھا ہے؟ فرمایا آنے والی مخلوق سے جو اذیت پہنچتی تھی اور میں برداشت کرتا تھا آج یہ اُسی کا ثمرہ

ہے۔

۱۰۔ ایک دفعہ میں اور میرے پیر بھائی منشی نور العمر ﷫ اعلیٰ حضرت ﷫ کی خدمت میں جامع مسجد دہلی میں حاضر ہوئے۔ منشی صاحب کے ہاتھ میں تکلیف تھی۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے پوچھا منشی جی یہ کیا ہاتھ لئے بیٹھے ہو۔ عرض کی حضور پھوڑا نکلا ہے آگ لگی ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے ارشاد فرمایا آگ پانی سے بجھتی ہے جاؤ ہاتھ پانی میں ڈال دو۔ منشی جی فورا اٹھے اور حوض میں ہاتھ ڈال دیا۔ مکمل سکون ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے دریافت فرمایا کوئی تکلیف تو نہیں۔ عرض کیا نہیں حضور کوئی تکلیف نہیں۔ حضور اب اس پر کیا لگاؤں۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے مسکرا کر فرمایا۔ اب کیا ضرورت ہے۔ حوض کا پانی لے جاؤ وہی لگاتے رہنا۔ اب بتائیے کیا یہ بندے کی زبان ہے؟ کیا اِن اولیاء اللہ کی زبان پر خدا نہیں بولتا؟

عظمت اولیائے عظام رحمتہ اللہ علیہم کے بارے میں متفرق ارشادات

۱۔ اولیاء اللہ رسول اللہ ﷺ کے چمن کے پھول ہیں۔ جو ولایت کا قائل نہیں وہ رسالت کا بھی قائل نہیں۔

۲۔ اہل علم کے ہاں کوئی ولی نہیں ہوتا ولایت تو محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ ڈر اور خوف سے تو تعمیلِ امر ہوتی ہے لیکن اتباع محبت سے ہوتی ہے۔

۳۔ جس نے اولیاء اللہ سے محبت کی اس نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی۔ جس نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

۴۔ ایک ہے دعا مانگنا اور ایک ہے دعا کرانا۔ اے عزیزِ من ہم اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی سیسے کی گولی ہاتھ سے کسی کو مار دے۔ کوئی نتیجہ نہ نکلے گا، کوئی مرے گا نہیں نہ کوئی زخمی ہوگا۔ اور ایک ہے اولیاء اللہ سے دعا کرانا۔ تو اولیاء اللہ کی

زبان ہماری زبان جیسی نہیں ہوسکتی۔ ان کی زبان کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ جیسے سیسے کی گولی بندوق میں رکھ کر چلائی جائے تو ٹھیک نشانے پر لگتی ہے۔ بندوق کی وجہ سے اس گولی میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ ابھی اللہ کے مقبول بندے، اللہ کے دوست موجود ہیں۔ ختم نبوت ہوئی ہے ختم ولایت نہیں ہوئی۔ ادھر اللہ کے دوست کوئی بات منہ سے نکالتے ہیں ادھر وہ قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے دوست، اللہ کے ولی کامل، اپنے دوستوں کے ہمراہ پہاڑ پر جارہے تھے۔ ایک دوست نے پوچھا حضرت ولی اللہ کی کیا پہچان ہے؟ فرمایا اگر پہاڑ سے کہیں کہ چل تو چلنے لگے۔ اتنا کہنا تھا کہ پہاڑ ہلنے لگا اور آپ کے دوست ڈگمگانے لگے۔ آپ نے فرمایا اے پہاڑ میں نے تجھے چلنے کے لئے تو نہیں کہا۔ پہاڑ تھم گیا۔ یہ تو اولیاء اللہ کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کے منتظر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی شان و عظمت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے اور کیا بیان کرسکتا ہے۔

۵۔ ہر انسان کو چاہئے کہ بزرگان دین اولیائے عظام کا ادب اور احترام کرتا رہے۔ کیونکہ با ادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب ہوتے ہیں۔ تفسیر روح البیان میں میں نے خود پڑھا ہے کہ اللہ جل شانہ کی جناب میں ایک ضعیف بزرگ پیش ہوں گے اللہ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے ہمارے لئے کیا لایا۔ یہ عرض کرے گا کہ باری تعالیٰ میں نے تیرے لئے عبادت کی، حج کیا، زکواۃ ادا کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ یہ جو کچھ آپ نے کیا یہ سب اپنے مفاد میں کیا۔ جنت حاصل کرنے کے لئے اور دوزخ کے خوف سے کیا۔ ہمارے لئے کیا کیا؟ یہ عرض کریں گے باری تعالیٰ تیری کیا رضا ہے؟ تیرے لئے کیا کرنا چاہئے تھا ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اے میرے بندے تجھے چاہئے تھا کہ میرے دوستوں سے محبت کرتا اور میرے دشمنوں سے عداوت رکھتا۔ اے عزیز من غور کرو کہ جتنے اولیاء اللہ ہیں ان کا منشا نہ جنت کا لالچ ہے اور نہ دوزخ کا خوف ہے بلکہ یہ حضرات تو رضائے الٰہی چاہتے ہیں۔ جب کہ رب تبارک تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ میرے دوستوں سے محبت کرو تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم سب کو چاہئے کہ اولیائے عظام سے، اللہ کی بارگاہ کے مقبول اور برگزیدہ بندوں سے، ان کی بارگاہ کے ناز پرور بندوں سے محبت کریں۔ ان

حضرات سے محبت کرنا ہی اللہ کو راضی کرنا ہے۔ جہاں بزرگان دین کی محفلیں ہوں یعنی عرس منعقد کئے جائیں تو تمام دنیا کے معاملات چھوڑ کر ان میں شرکت کی جائے۔ یہ عبادت ہے اور منشائے رب ہے۔

۶۔ آپ حیران ہوں گے کہ قبر کا حال اللہ والوں کو معلوم ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تو قبر کا حال ہے ان کو تو آخرت کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات تو دوزخ میں جسکا نام لکھا ہو وہ بھی دیکھ لیتے ہیں اور جنت میں جس کا نام لکھا ہو وہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث شریف دیکھئے آپ کی سمجھ میں بات آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو بندہ ہمیں یاد کرتا ہے اور ہمارا ذکر کرتاہے تو ہم اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ جس بندے کا ہم ذکر کرنے لگتے ہیں وہ ہمارا محبوب ہوجاتا ہے ہم اس کے ہاتھ بن جاتے ہیں وہ ہمارے ہاتھوں سے کھاتا ہے ہم اس کی زبان بن جاتے ہیں۔ وہ ہماری زبان سے بولتا ہے۔ ہم اس کے پیر بن جاتے ہیں۔ وہ ہمارے پیروں سے چلتا ہے۔ ہم اس کے کان بن جاتے ہیں وہ ہمارے کانوں سے سنتا ہے۔ ہم اسکی آنکھیں بن جاتے ہیں وہ ہماری آنکھوں سے دیکھتا ہے تو جس کی آنکھ رب بن جائے تو اللہ تو یہاں بھی دیکھتا ہے وہاں بھی دیکھتا ہے قبر میں بھی دیکھتا ہے اور قبر سے باہر بھی دیکھتا ہے مرنے والوں کے مرنے سے پہلے کا حال بھی دیکھتا ہے اور مرنے کے بعد بھی حال دیکھتا اور انجام بھی اسے معلوم ہے۔ پھر اولیاء اللہ' اللہ کی آنکھ سے سب کچھ دیکھ لیں تو کیا تعجب ہے؟ فی زمانہ یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں کیونکہ طریق کار سمجھانے کے الٹے ہیں۔ جب تک کسی سے محبت نہ ہوگی اُس کی کوئی ادا آپ کو نہ بھائے گی۔ اور جس سے عشق ہو اس کی ہر ادا عاشق کو پسند آئے گی۔ اہل نفرت تو اولیاء اللہ کے کمال کو بھی عیب سمجھیں گے اور اگر کوئی اہل اللہ کا چاہنے والا آگیا تو وہ اُن کے عیب کو بھی کمال سمجھے گا۔ یہ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جس کو جس سے عشق ہوتا ہے اس کی حقیقت اسے نظر آنے لگتی ہے اور وہ کیفیت اور لذت میں مبتلا رہنے لگتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب جناب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرو یہی تکمیلِ ایمان ہےاور محبت کیسی؟ جان' مال'

اولاد، ماں باپ سے بڑھ کر محبت ہوگی تو تکمیل ایمان ہوگی۔ جس کی تکمیل ایمان ہوئی اسے مومن کہتے ہیں۔ مومن کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی توجہ میں رکھ لیتے ہیں اور ارشاد رب ہوتا ہے کہ جس نے میرے مومن بندے کی شان میں غلط گمان کئے تو ساری نیکیاں ضبط کرلوں گا ہم تو مومن کی تعریف کریں گے کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور جسے حضور ﷺ سے محبت ہے اسے اللہ سے محبت ہے۔

۸۔ اولیاء اللہ جانشین رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس منبعٔ نور ہے۔ اولیاء اللہ حضور ﷺ کی نسبت حاصل کرکے اور منبع نور سے فیض حاصل کرکے اپنے مریدین کو تقسیم کرتے ہیں۔

۹۔ اولیاء اللہ کی نگاہ آنے والوں کے قلوب پر پڑتی ہے۔ وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس آنے والا جیسے ارادے لے کر آتا ہے ویسی ہی مراد پاتا ہے۔ اگر آنے والے کی قلبی دنیا مبارک اور مناسب ہوتی ہے تو اولیاء اللہ ایک ہلکی سی توجہ سے اس کے قلب کے حالات بدل دیتے ہیں۔ ذوقِ الٰہی پیدا ہوجاتا ہے اور وہ قلب اللہ کی یاد میں رہتا ہے۔ جب قلب نفس پر غالب آجاتا ہے تو بخدا اُسی روز انہیں اولیاء اللہ کا خطاب عطا ہوجاتا ہے۔ وہ انسان کیسے مبارک ہیں جنہیں اولیاء اللہ، اللہ کے نور سے دیکھ لیں اور اُن کی دنیا بدل دیں۔ جس کے دل میں اللہ بس جائے اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ؟ اسے حاصل کرنے کا طریقِ کار یہی ہے، یعنی ادب، احترام، ذکر اذکار، صحبتِ اولیاء، صحبت اہلِ دل۔ یہ کوئی لمبا چوڑا فلسفہ نہیں۔ مختصر سی بات ہے۔ کسی اولیاء اللہ سے محبتِ کرلو یہی محبتِ رسول اللہ ﷺ ہے اور یہی محبت اللہ ہے۔ جب اللہ کی نگاہ اپنے مومن بندوں پر پڑرہی ہے تو پھر یہ مظہرِ خدا نہ ہوئے تو کیا ہوئے؟ ان کی ذات میں بڑے بڑے کمالات نظر آتے ہیں، بڑے بڑے مناظر نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات مظہر خدا بھی ہیں اور منظرِ خدا بھی ہیں۔

۱۰۔ ایک مولوی صاحب اپنے ایک دوست ایک ولی اللہ کی عیادت کے لئے گئے اور حال پوچھا۔ فرمایا اللہ کا کرم ہے میں آپ کو یاد ہی کررہا تھا۔ وہ سامنے طاق میں سے تھیلی اٹھالایئے اور پیسے نکال کر گنئے۔ مولوی صاحب نے گنے تو اس تھیلی میں سے پانچ سو روپے نکلے۔ کہنے لگے حضرت

آپ کو پیسے سے بڑی محبت ہے' بڑے جمع کئے۔ ولی اللہ کہنے لگے ہاں اسی لئے تو اس پیسے کو ساتھ لئے جارہا ہوں۔ کچھ پیسے نکال کر تکیے کے نیچے رکھ لئے اور فرمایا باقی پیسے جاکر تقسیم کر دیں۔ کل میرا انتقال ہوجائے گا۔ کل فلاں وقت اگر میرے تکیے کے نیچے رکھے ہوئے پیسے نکال کر میرے کفن دفن کا انتظام کر دینا۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں دیکھا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا آپ نے ان کے مبارک ارشادات سنے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں سنے ہیں۔ پھر پوچھا کیا آپ نے حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے؟ فرمایا کہ ہاں کی ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا آپ نے حضور ﷺ کے سینۂ مبارک سے اپنا سینہ ملایا ہے؟ فرمایا کہ ہاں ملایا ہے۔ وہ شخص یہ سن کر بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور ایمان لایا وہ مبارک ہے اور جس نے مجھے نہیں دیکھا اور پھر ایمان لایا وہ بہت ہی مبارک ہے۔ وہ شخص یہ سن کر خوش ہوگیا۔ اولیاء اللہ کی ولایت پر ایمان لاؤ مبارک' ان کی کرامات پر ایمان لاؤ مبارک۔ اولیاء اللہ حضور نبیؐ کریم ﷺ کی شان و عظمت کا ثبوت پیش کررہے ہیں۔

۱۲۔ اولیاء اللہ وہی سبق یاد کئے ہوئے ہیں جوحضور نبی کریم ﷺ وسلم نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو عطا فرمایا' انہوں نے تابعین کو عطا فرمایا' انہوں نے تبع تابعین کو عطا فرمایا اور تبع تابعین سے اولیاء اللہ تک پہنچ گیا۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے میرے بندو میں تمہارا وکیل ہوں۔ کسی کا کوئی مقدمہ الجھ جائے تو مشہور و معروف وکیل کرکے اطمینان حاصل کرتا ہے۔ وکیل اسے کہتے ہیں جو موکل کے تمام حقوق کی مکمل حفاظت کرے۔ اللہ ہمارے وکیل ہیں۔ اب ہمیں اُن پر بھروسہ کرنا چاہئے جسے اللہ پر بھروسہ نہ ہو پھر اس کا وکیل دنیا میں کون ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت کا کیا ٹھیک ہے۔ اگر کوئی رب کا ارشاد اپنے کانوں سے سن لے تو پھر اس کے کان اس عالم دنیا کے قابل ہی نہ رہیں۔ وجود

انسانی کیا چیز ہے بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔ وہ بڑی شان کے مالک ہیں، اِن کی طاقتیں بے پناہ ہیں جن کا کوئی اندازہ لگا ہی نہیں سکتا۔ اس میں سے ایک رائی بھر کن فیکونی طاقت اپنے دوستوں کو عطا فرماتے ہیں تو یہ نہال ہوجاتے ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ مرجا تو مرجاتا ہے یہ فرماتے ہیں کہ زندہ ہوجا تو زندہ ہوجاتا ہے۔

۱۴۔ حدیث مصافحہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میرے ہاتھ ملانے والے سے ہاتھ ملایا اور جس نے ہاتھ ملانے والے کے ہاتھ ملانے والے سے ہاتھ ملایا وہ سب جنتی ہیں۔ تو حضور ﷺ سے ہاتھ ملایا خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور اُن سے ہاتھ ملایا خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اب یہ سلسلہ چلتے چلتے شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ تک آیا۔ اور جتنے بھی سلاسل ہیں سب تک پہنچا اور میرے شیخ تک بھی پہنچا۔ اور میرا ہاتھ بھی میرے شیخ کے ہاتھ میں ہے۔

۱۵۔ اولیاء اللہ کے مختلف مقامات ہیں، مختلف مدارج ہیں اور مختلف درجات ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے حکومت ایک ہوتی ہے لیکن محکمے مختلف ہوتے ہیں اور ہر محکمے کی وردی بھی الگ ہوتی ہے۔ پولیس کی الگ وردی، فوج کی الگ وردی، ریلوے کی الگ وردی۔ لیکن خفیہ پولیس کی وردی نہیں ہوتی۔ انہیں کوئی نہیں پہچانتا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ مومنین کی قبروں پر بسط کی تجلی ڈال دیتے ہیں جس سے ان کی قبریں بہت کشادہ ہوجاتی ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ولی کے مزار کے قریب قبر بناؤ۔ جب وہاں رحمت نازل ہوگی تو کچھ تو ملے گا۔ وہاں تو جنت کی کھڑکی بھی کھلی ہوئی ہے ٹھنڈی ہوائیں آرہی ہیں۔ ہدئے پہنچ رہے ہیں، مرتبے بڑھ رہے ہیں۔ کچھ تو پاس والے کو بھی مل جائے گا۔

۱۷۔ اولیاء اللہ کے سینوں میں محبت الٰہی کی شمع جل رہی ہے۔ جس پر ایک محبت کی نگاہ ڈال دیتے ہیں اس کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ اِن حضرات کے مخالف بھی بہت ہوتے ہیں۔ ان پر بڑے بڑے الزام لگائے

جاتے ہیں۔ لیکن ان کے قلب میں جو اللہ کی محبت کی شمع جل رہی ہے دنیا والے اسے اپنی پھونکوں سے بجھا نہیں سکتے۔ ان پھونکوں سے تو یہ شمع اور ترقی پاتی ہے۔

۱۸۔ لیلۃ القدر میں جو مصروف عبادت ہوتے ہیں اُن کے پاس فرشتے آتے ہیں، انبیاء علیہ السلام اولیاء کی مقدس ارواح بھی تشریف لاتی ہیں۔ ذکر فکر کرنے والوں کے پاس بیٹھتی ہیں۔ اُن کی تشریف آوری سے خیروبرکت حاصل ہوتی ہے۔ ہم اندھے ہیں تو کیا ہوا دیکھنے والے تو دیکھ رہے ہیں۔ ہم وہ اندھے ہیں جو آنکھ والوں کی مان لیتے ہیں۔ یہ آنکھ والے دکھا بھی دیتے ہیں۔ حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نعتیہ رباعی کی بڑی تعریف فرماتے ہیں "بلغ العلی بکمالہ..." اس رباعی کا چوتھا مصرع "صلوا علیہ و آلہ" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اپنا کلام اُوپر رکھتے تاکہ شیخ ان کا کلام پڑھیں۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اوپر رکھ دیتے اور امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نیچے رکھ دیتے۔ ایک دن خواب میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادی۔ دیکھا کہ بڑی بڑی مقدس ہستیاں تشریف فرما ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں "بگویا سعدی" اور حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ وہی نعتیہ رباعی پڑھتے ہیں اور ساری محفل کیف و وجد میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے ہیں "بگو یا سعدی" اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بار بار پڑھتے ہیں۔ دوسرے دن حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا "خسرو ہم کلام نہیں دیکھتے۔ یہ مقبولیت کہاں سے لاؤگے۔" یہ اولیاء اللہ دیکھتے بھی ہیں دکھا بھی دیتے ہیں۔

۱۹۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ روضۂ اقدس کے باہر بیٹھے تھے کسی نے کہا اے جامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بڑی بڑی نعتیں سناتے تھے آج دروازے سے باہر بیٹھے ہو، اندر کیوں نہیں جاتے۔ کہا حکم ہی نہیں ہے۔ آپ جاؤ اپنا کام کرو یہ راہِ محبت ہے وہاں بھی طے ہورہی ہے یہاں بھی طے ہورہی ہے۔ جیسے ہی حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے قدم اندر رکھا ندا آئی اے جامی رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے ہو اگر تم اندر آئے تو ہمیں باہر آنا پڑے گا۔ اِن باتوں

کو عاشق ہی سمجھ سکتا ہے۔ دلوں کے حال اللہ جانتے ہیں' رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں' اولیاء اللہ جانتے ہیں اور نہیں جانتے تو وہ جنہیں محبت رسول اللہ ﷺ حاصل نہیں۔

۲۰۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سراجاً منیرا بنایا۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے کتنے چراغ جلے' کتنے اولیاء اللہ بنے' اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگاسکتا۔ کوئی چراغ بتی اور تیل کے بغیر نہیں جل سکتا۔ محبتِ رسول اللہ ﷺ نہ ہو تو ایسا ہے جیسے بغیر بتی اور تیل کے چراغ جو کمہار کے ہاں ڈھیر میں پڑا رہتا ہے۔ تیل اور بتی سے چراغ کی قدر ہے۔ یہ ڈیوٹی اولیاء اللہ کو دے دی ہے کہ تیل ڈالتے جاؤ بتی ڈالتے جاؤ' دیا سلائی دکھاتے جاؤ اور چراغ روشن کرتے جاؤ۔ چراغ کا منشا یہ ہے کہ گم شدہ چیز تلاش کرو۔ حضور ﷺ کی روشنی سے تمہارے گم شدہ نقشے' عبادتیں' نیکیاں' ظہور میں آگئیں۔ گھر والوں کے لئے یہ چراغ رحمت ہے اور چور کے لئے زحمت ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ اگر کہیں ایک اولیاء اللہ ہو تو اس سے کتنی مخلوق کو نفع پہنچتا ہے لیکن اگر ان کی محفل میں چور آجائے تو اسے کیا حاصل ہوگا؟ اسے تو زحمت ہوگی۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس ایمان والوں کے لئے رحمت اور بے ایمان کافر و مشرکین کے لئے زحمت ہے۔ کوئی ہزارہا برس کفر کی ذلت میں رہے ایک دفعہ سچے دل سے کلمہ طیب پڑھے تو اسے روشنی مل جائے گی۔ یہ اولیاء اللہ فیضان مصطفوی ﷺ کے روشن چراغ ہیں۔ ان کے قلوب نور مصطفوی ﷺ سے روشن ہیں۔ جو ان کا ہاتھ پکڑ لے گا اسے بھی روشنی مل جائے گی۔

۲۱۔ اہل دنیا جو ڈگریاں لیتے ہیں انہیں اولیاء اللہ کی اصطلاح میں درجات کہتے ہیں۔ اگر کوئی درجہ مل جائے تو بڑے کام کی بات ہے۔ جو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں انہیں یہ درجات ملتے ہیں۔ اولیاء اللہ اپنے مخالفین سے انتقام لینے کی تجویز نہیں سوچتے۔ کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے۔ یہ دشمنوں کے حق میں بھی دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اہل تقویٰ خود پر کنٹرول کرتے رہتے ہیں تاکہ اُن کی پرہیزگاری میں فرق نہ آئے۔ ہر رئیس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایسا انتظام کریں جس سے دولت محفوظ رہے۔ اولیاء اللہ کو یہ فکر ہوتی ہے کہ کہیں کسی بات پر درویشی یا

ولایت چھن نہ جائے۔

۲۲۔ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی علیہ نے ابلیس سے پوچھا کہ اے ابلیس تجھے کونسی بات معلوم نہیں ہوتی؟ اُس نے کہا کہ جو باتیں اللہ اور اس کے دوستوں کے درمیان دل ہی دل میں ہوتی ہیں ان کا مجھے پتہ نہیں چلتا۔

۲۳۔ جس مقام پر روشنی ہوتی ہے وہ مقام آباد ہوتا ہے۔ جس جگہ اندھیرا ہے وہ قبر کا گڑھا ہے۔ ایمان والوں کی روشنی جس جگہ بیٹھتے ہیں وہاں بھی ہے' جہاں جاتے ہیں وہاں بھی ہے' جہاں رہتے ہیں وہاں بھی ہے' جہاں سوتے ہیں وہاں بھی ہے جہاں بولتے ہیں وہاں بھی ہے' جہاں کا خیال کرتے ہیں وہاں بھی روشنی ہوتی ہے۔ یہ اولیاء اللہ کی شان ہے۔

۲۴۔ علماء حضرات پڑھاتے ہیں' فقیر نگاہ ڈالتا ہے۔ جب یہ فقیر نیا نیا کراچی آیا اور رنچھوڑ لائن میں ٹھہرا۔ میرے خلیفہ محمد عارف خان (محبوب محبوب رحمانی' چمنِ رحمانی کے پھول' سالار رحمانی' لعل رحمانی' شاہ محمد عارف خان المعروف بہ بھائی جان' قادری چشتی صابری' نظامی رحمانی علیہ) کے چھوٹے بھائی افضل نے ان سے کہا کہ ایک درویش ہیں ملاقات کے لئے چلیں۔ میرے پاس آئے میں نے نگاہ ڈال دی۔ تین سال نہیں اٹھے۔ اب دوسروں کو بھی خیال پیدا ہوا۔ میں نے کہا مکھن تو لے گئے میاں عارف اب تو چھاچھ باقی ہے۔ یہ بھی کوئی نصیب والا ہی لے گا۔ مولانا فخر دہلوی علیہ کی خدمت میں جب حضرت نور محمد مہاروی علیہ حاضر ہوئے تو آپ نے نگاہ ڈال دی۔ شیخ کی خدمت میں بارہ برس رہے بڑے بڑے علوم اور دستار پاکر گئے حضرت نور محمد مہاروی علیہ کی والدہ نے پوچھا کیا عالم بنے؟ عرض کی نہیں اماں درویش بن گیا ہوں۔ دہلی والوں نے کہا لو بھئی ہم تو رہ گئے پنجاب والا لے گیا۔ جب دہلی والے حضرت فخر دہلوی علیہ کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا اب کیا آئے ہو مکھن تو لے گیا نور محمد علیہ۔

۲۵۔ اس فقیر کے ایک دوست نے کہا جے پور میں میرے زیورات بکوا دو۔ چنانچہ ان کے ساتھ جے پور گیا۔ مال پسند ہوا۔ چالیس ہزار روپے کا بِک گیا۔ ایک انگوٹھی کھوٹی نکلی سارا مال دھرا رہ گیا۔ میرا دوست رونے

لگا۔ میں نے کہافکر نہ کرو۔ فجر کی نماز کے بعد مولانا ضیاء الدین ﷫ کے مزار شریف پر حاضری دی اور مراقب ہوکر عرض کی کہ حضور جو کچھ آپ کے پاس دولت ہے دہلی کی ہے۔ میں مسکین شاہ ﷫ کا پوتا ہوں اپنے دادا کے ہاں نہیں گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مال بک جائے اور ذلت کی بجائے عزت ملے۔ کافی دیر بعد زیارت کا شرف بخشا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں ہم نے تحقیق کرلی ہے۔ سب بک جائے گا ساڑھے تین سو روپے جرمانہ ہوگا۔ ہم جوہری بازار آئے۔ میرا ایک جاننے والا شگن لال مل گیا مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے کہا ہمارا یہ کام کرادو۔ اُس نے ساتھ جاکر سب کام کرادیا۔ مٹھائی کے ساڑھے تین سو روپے مانگے۔ ہم نے فوراً دے دیئے۔ یہ اولیاء اللہ سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔

۲۶۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی بارگاہ میں جو مقام اعلیٰ عطا فرمائے وہ پیغمبروں کو عطا فرمائے۔ اور تمامی پیغمبروں کو جو مقام اور اختیارات عطا فرمائے وہ اپنے محبوب شہنشاہِ کون و مکاں، سردارِ دارین، تاجدارِ کونین جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائے۔ مخلوق میں پہلا درجہ نبیوں کا، دوسرا درجہ صدیقین کا، تیسرا درجہ شہداء کا اور چوتھا درجہ صالحین کا ہے۔ اولیاء اللہ صدیقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں حیات ابدی عطا فرمائی اور یہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں، میرا غیر ان کو نہیں دیکھ سکتا۔ اولیاء اللہ کو وہی دیکھ سکتا ہے جس میں ایمان ہو یعنی محبتِ رسول اللہ ﷺ ہو۔ صدیقین کو اللہ تعالیٰ نے وہ حیات عطا فرمائی ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں۔ شہدا کے بارے میں ارشاد ہے کہ انہیں مردہ نہ کہنا ہم ان کو رزق دیتے ہیں۔ جب تیسرے درجے والوں کا یہ مقام ہے تو پھر صدیقین کا کیا مقام ہوگا؟ آپ نے اُنکے مزار پر جانے کا خیال کیا تو انہیں پتہ چل جاتا ہے اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ کس نیت سے آیا ہے۔ عبدالباری جان کے ایک محبّ اقبال احمد سہون شریف بال بچوں کے ساتھ گئے وہاں کسی فقیر نے ایک روپیہ مانگا انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ عتاب میں آگئے۔ ملازمت سے برطرف ہوگئے۔ تین سال پریشان پھرتے رہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر ﷫ سندھ کے بادشاہ ہیں، شاہ بھی ہیں اور باز بھی ہیں۔ میں نے کہا کہ اب سہون شریف جاؤ اور میرا نام لے کر کہو کہ حضور انہوں نے بھیجا

ہے۔ غلطی بڑی ہے' معاف فرمایا جائے۔ وہاں گئے۔ نماز کے بعد ایک بزرگ ملے اور فرمایا سفارشی آئے ہو۔ ایک روپے کی تو بات تھی۔ کہا حضور غلطی ہوگئی معاف فرمایا جائے۔ فرمایا معاف تو وہ کرائیں گے جنہوں نے بھیجا ہے۔ اب خیال فرمائیے کہاں کراچی کہاں سہون شریف۔ وہاں سب پتہ ہے کہ کون آرہا ہے' کس نے بھیجا ہے' کیوں بھیجا ہے۔

۲۷۔ اولیاء اللہ سرکاری محکمے کے محکمہ دار ہیں۔ انہیں کبھی غلط نگاہ سے نہ دیکھنا' اپنی ناقص عقل کے پیمانوں میں نہ تولنا' ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جس نے میرے اولیاء کے بارے میں غلط گمان کیا وہ میرے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہوجائے۔

۲۸۔ اولیاء اللہ کو کلام پاک کا نور حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب یہ زبان کھولتے ہیں تو دکھی دل سکون پاتے ہیں' بے مرادوں کی مراد پوری ہوتی ہے' غافل بیدار ہوجاتے ہیں' اور مردہ جی اٹھتے ہیں۔ فی زمانہ صحبت اچھی نہیں ملتی نہ ہی حفاظتِ ایمان ہے اور نہ ہی غذا کی حفاظت ہے۔ اس وجہ سے قلوب پر میل آگیا ہے۔ اس میل کو صاف کرنے والا صابن صحبتِ اولیاء اللہ ہے۔ ان کی صحبت میں یہ سب میل کچیل دُھل جاتا ہے۔

۲۹۔ اللہ تعالیٰ کو پہچاننا آسان ہے' ولی کو پہچاننا مشکل ہے۔ کیونکہ شکل میں' لباس میں' رفتار میں' گفتار میں' لین دین میں ایک عام دنیا دار سے کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ شریعت کے معنی اظہار کے ہیں' طریقت اخفا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ مکان کا حُسن دروازے سے پتہ چل جاتا ہے لیکن جواہرات کوٹھریوں میں رکھے جاتے ہیں۔ شریعت کے اظہار کا حکم ہے جبکہ ولایت کو چھپانے کا حکم ہے۔ شریعت ایک علم ہے جو پڑھایا جاتا ہے۔ ولایت ایک عطا ہے جو کی جاتی ہے۔ شریعت ایک روشنی ہے جو پڑھنے والے کو نظر آتی ہے۔ طریقت وہ روشنی ہے جو خود کو نظر آتی ہے' جسے چاہے دکھادے' عطا کردے۔ علم ظاہر بغیر پڑھائے نہیں آسکتا علم طریقت محبت سے عطا ہوتا ہے۔ ولایت کے مختلف درجات ہیں۔ اہل دنیا اپنے خیال کی رو میں ولی کی پہچان اپنی ناقص عقل سے تجویز کرلیتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ میلے کچیلے ننگے رہنے والے ہی ولی ہیں۔ بعض کہتے ہیں دنیا چھوڑ کر پہاڑ پر بیٹھنے والے ولی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شکل و صورت الگ ہوگی' نہ

کھاتا ہوگا نہ پیتا ہوگا۔ یہ ناقص عقل کے تحت ولیوں کی پہچان کے پیمانے انسان کے دماغ میں سماگئے ہیں۔ لیکن نبیوں کے قدم سے جو مقام ہوتا ہے وہ دنیاوی عقل سے کیسے پہچاناجاسکتا ہے۔ ولی وہ ہے جو خود پر بھی کنٹرول کرے، گھر پر بھی کنٹرول کرے، باہر بھی کنٹرول کرے، جو اس کا تصور کرے اسے بھی کنٹرول کرے۔ جو اس سے محبت کرلے اس پر بھی کنٹرول کرے۔ جو ان کی توجہ میں آگیا وہ محفوظ ہوگیا۔ اگر محبت کے تار جڑے ہوئے نہیں تو اندھیرا ہے وگرنہ اندھیرے کا کام ہی نہیں۔ پنہاریاں گاؤں سے نکل کر پانی لینے آتی ہیں۔ ایک گھڑا سر پر، ایک اس بغل میں ایک اس بغل میں۔ سہیلیوں سے باتیں بھی ہو رہی ہیں اور گھڑے بھی محفوظ ہیں اور مقام بھی طے ہورہے ہیں۔ یہی مقام ولی کا ہے۔ شریعت سر پر، طریقت بغل میں، دنیا نگاہ میں۔ سہیلیوں سے گفتگو، یہ دنیاوی لوگوں کے اعتراضات ہیں۔ نہ شریعت سر سے اترتی ہے، نہ طریقت بغل سے جاتی ہے اور مقام طے ہوتے رہتے ہیں۔ فقیر سے محبت کھیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اپنی قبا کے نیچے چھپا رکھا ہے۔ اہل دنیا انہیں کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں دیکھ بھی سکتے ہیں۔ چھپانے والے کو راضی کرلو۔ جس سے چاہیں پردہ ہٹادیں۔ جسے چاہیں جلوہ دکھادیں۔ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں۔ یہ سب کرم کی باتیں ہیں۔ کوئی شخص اولیاء اللہ کو پہچاننا چاہتا ہے تو ان کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھے کہ خدا یاد آتا ہے یا نہیں، ان کی محبت میں دنیاوی معاملات بھولتا ہے یا نہیں۔ اگر ان کی یاد دل میں بس جائے تو ایک دن خدا کا جلوہ بھی نظر آجائے گا۔

۳۰۔ مولانا غلام علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جو خلیفہ ہیں مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے، ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے وہاں سماع ہورہا تھا۔ یہ چونکہ نقشبندی ہیں کہنے لگے یہاں تو گانا ہورہا ہے چلو یہاں سے۔ تو یہ میاں نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلے گئے۔ نماز فجر پڑھنے کے لئے پھر حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر آئے۔ حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ عالم بیداری میں تشریف لے آئے اور فرمایا بھئی غلام علی تم ہمارے ہاں آئے تھے، رہے نہیں چلے گئے۔ کہا حضرت اس لئے نہیں رہا کہ یہاں گانا ہورہا تھا۔ محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم تو ہمارے پاس آئے تھے تمہیں گانے سے کیا نسبت؟ ہمارے پاس آنے کے بعد بھی تمہارا

خیال گانے میں رہا؟ اچھا چلو نماز فجر پڑھاؤ۔ مولانا غلام علی ﷫ فرماتے ہیں کہ جب میں نے نیت باندھی تو محبوب الٰہی ﷫ میرے برابر کھڑے تھے' ساتھ نماز پڑھی۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اس عالم میں جانے کے بعد بھی نماز پڑھتے ہیں۔ اس عالم میں جانے کے بعد قوتیں اور تصرفات کم نہیں ہوتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ جو روحی امداد اس عالم میں فرماتے ہیں اس عالم میں بھی امداد فرماتے ہیں۔

۳۱۔ حشر کے میدان میں جب حضور نبیٔ کریم ﷺ بابِ شفاعت کھول دیں گے تو اولیاء اللہ کو بھی حکم ہو گا کہ جس کسی نے آپ کے ساتھ ذرا سی نیکی بھی کی ہے تو آپ کو حق پہنچتا ہے کہ اسے بھی ساتھ لے جاؤ۔

۳۲۔ اولیاء اللہ کے تار حضور ﷺ کی محبت میں جڑ چکے ہیں۔ ان کے پاس کرنٹ اوپر سے آرہا ہے۔ ان کی روشنی کا کوئی اندازہ نہیں لگاسکتا۔ اولیاء اللہ کو اندھا نہ سمجھو۔ اگر ان سے محبت کی ہے تو اپنے تار مضبوط رکھو۔ اِسی میں خیر ہے۔ جہاں کسی کو نظر نہیں آتا فقیر کو نظر آتا ہے۔ تمہارے لئے اندھیرا ہے' میرے لئے نہیں۔ مجھے جن کے نقشے بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے کہ انہیں کیا ہوگیا ہے۔ اپنے عقیدوں کو درست رکھو۔ یہ آخری دور ہے۔ اس کے بعد جو دور آنے والا ہے وہ اچھا نہیں۔ ہاں اس وقت جو تم کرجاؤ گے' جو مانگ جاؤ گے' جو منوا جاؤ گے وہی آگے کام آئے گا۔ یہ مذاق نہیں ہے' درویشی ہے۔ جو چیز دی گئی ہے اس کی قدر کرو اور اس کی عظمت قلوب میں حاصل کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔ جو چیز چاہو مجھ سے پوچھو۔ اگر فقیر بتانے میں بخل کرے تو درویش نہ سمجھنا۔ میں اس لئے بیٹھا ہوں کہ تمہاری اصلاح کروں اور تم اپنے گھروں میں سوتے رہتے ہو۔ تمہیں دنیا چاہئے' تم آخرت کے طلبگار نہیں۔ یہ دنیا تو پھینک دی جائے گی۔ میں بھی دنیا میں رہتا ہوں۔ تم سے زیادہ دنیا مجھ پر لدی ہے۔ لیکن دنیا میرے قلب کے اندر نہیں۔ میں دنیا کو قلب سے نکال چکا ہوں اور ہمہ وقت اپنی ڈیوٹی ادا کرنے میں مشغول ہوں۔

۳۳۔ اے عزیز من تلاشِ حق بہت ضروری ہے۔ تلاش حق سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت تلاش کرے تاکہ وہ اللہ تعالٰی تک پہنچا دیں۔ اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہدایت فرمائی۔ پھر

دین کی تکمیل کے لئے اپنے محبوب ﷺ کو عالم دنیا میں بھیجا۔ یہ بے پناہ کرم کی بات ہے کیونکہ کوئی اپنا محبوب کسی کو عطا نہیں کرتا۔ محبوب ﷺ نے محبوب ہی بنائے جس نے بھی اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت کی اسے محبوب بنادیا۔ بے شمار محبوب ہیں پیروں کے پیر حضرت محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھو۔ شہنشاہ ہند، غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو، حضرت سلطان الاولیاء، محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو۔ یہ وہ محبوب ہیں جن کے مزارات پر رحمتیں برس رہی ہیں اور عشق و محبت کا سبق مل رہا ہے اور قلب اللہ کی طرف رجوع ہورہا ہے۔ یہ آستانے اپنے اپنے مقام پر جلوہ فرما ہیں اور اہل عقیدت کو فیض پہنچارہے ہیں۔ یہ حضرات حیات ہیں اور شفقتیں اور عطائیں فرمارہے ہیں۔ ولایت کیا ہے؟ نبوت کا ایک حسن ہے یہ وہ حسن ہے کہ اس کی روشنی سے اہل محبت منور ہوتے ہیں، سیراب ہوتے ہیں۔

۳۴۔حدیثِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہوں گے۔ اب غور کا مقام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث تو وہی ہیں جن کے قلوب میں محبت رسول اللہ ﷺ کا غلبہ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف میں علماء سے مراد اولیاء اللہ ہیں جو انبیاء علیہ السلام کے علوم کے وارث ہیں۔

۳۵۔ اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے لنگر خانے کے قاسم ہیں۔ اگر کوئی اولیاء اللہ کی مخالفت نہ کرے تو خیر ہی خیر ہے اور اگر کوئی ان سے محبت کرے تو انعام ہی انعام ہے۔ اولیاء اللہ ذکر اذکار میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ ہی کی محبت میں غرق رہتے ہیں۔ اللہ ان پر انعام و اکرام کی بارش فرماتا ہے اور ان کی زبان پر خود بولتا ہے۔ اولیاء اللہ کو ۱۵ مقام طے کرنے ہوتے ہیں۔ جب پہلے ۵ مقام طے ہوتے ہیں تو کشفِ قلوب اور کشفِ قبور حاصل ہوجاتا ہے۔ جب اسے چھپاتا ہے تو آگے اور مقام طے ہوتے ہیں اور اگر اظہار کردیا تو آگے ترقی کے راستے بند ہوجاتے ہیں۔ فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ کر بھی اولیاء اللہ کہتے ہیں ابھی کچھ آیا ہی نہیں۔ تسبیح مصلیٰ نہیں چھوڑتے، یہی کرم کی باتیں ہیں۔ یہ شریعت اور طریقت سے ہمیشہ آراستہ ہوتے ہیں۔ یہ شریعت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوتے ہیں۔

ایسا نہیں کہ طریقت میں غرق ہوجائیں۔ ان کی شریعت مریدین کے لئے ہے اور ان کی طریقت خدا کو پسند ہے۔

۳۶۔ کسی تبلیغی جماعت والے کے مزار کا کوئی پتہ ہے؟ اولیاء اللہ کے مزارات ہر جگہ موجود ہیں۔ راستہ چلتے روک لیتے ہیں۔ ملتان چھاؤنی میں جارہا تھا۔ پیر رک گئے۔ دیکھا سامنے ایک مزار ہے۔ حاضری دی' فاتحہ پڑھی۔ مراقبہ کیا کہ حضور آپ کو ہم سے کچھ شکایت ہے؟ فرمایا ہماری ولایت سے گذرتے ہو' یہاں نہیں آتے' ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے۔ وہاں بھوک لگی۔ پیسہ پاس نہ تھا۔ ایک صاحب مل گئے کہ حضرت میں آپ کو جانتا ہوں آیئے کھانا کھایئے بڑے اچھے کھانے کھلائے۔ آج تک پتہ نہ چلا کہ وہ صاحب کون تھے۔

۳۷۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ نفس کتا ہے اس کے گلے میں کسی کی غلامی کا پٹہ ڈالنا چاہئے پٹے والے کو سرکاری آدمی نہ مارتے ہیں نہ پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ بغیر پٹے والے کو پکڑ کر لے جاتے ہیں ان اولیاء اللہ کا جو شجرہ ہے وہ اس پٹے کی زنجیر ہے جس کا ایک سرا مرید کے ہاتھ میں ہے اور آخر کا سرا حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہے اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

۳۸۔ قرآن شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف پلک جھپکنے میں ملکہ بلقیس کا تخت ہزاروں میل دور سے لے آیا۔ معلوم ہوا ان اولیاء اللہ کے پاس خدائی طاقتیں ہوتی ہیں۔

۔ایک بزرگ پھل فروخت کرتے تھے۔ اگر کوئی کھوٹا سکہ دیتا تو رکھ لیتے اور سودا دے دیتے پھر اس کھوٹے سکے کو الگ رکھ لیتے۔ حتیٰ کہ ایک بکس کھوٹے سکوں سے بھرگیا۔ بوقت وصال آسمان کی طرف سر اٹھا کر عرض کی کہ اے باری تعالیٰ ساری عمر تیری مخلوق کے کھوٹے سکے قبول کئے اس امید پر کہ حشر کے دن تو میرے کھوٹے عمل قبول فرمالے گا۔ اولیاء اللہ نے اداؤں سے رب کو راضی کیا ہے۔

زہد و تقویٰ سے نہیں ہوتی دعائیں مستجاب
وقت ہیں کچھ خاص خاص اور ہیں ادائیں خاص خاص

۳۹۔ جس قدر بھی اولیاء اللہ ہیں سب نسبتِ رسول اللہ ﷺ میں فنا ہوئے۔ ذرا ان کے مزارات پر جاکر مراقب ہوکر دیکھو' یہ زندہ نظر آتے ہیں۔ بخدا میں فقیر کی گدی پر اور اپنی ڈیوٹی پر بیٹھ کر آپ سے کہتا ہوں' یہ زندہ ہیں۔ ایک دفعہ میں اپنے شیخ کے ساتھ دہلی میں حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر تھا۔ ایک بزرگ تشریف لائے' سادہ سا لباس' نورانی چہرہ' جی چاہے کہ دیکھتا چلا جاؤں۔ پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہاتھ ملایا' پھر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات رخصت ہوئے تو میں رک گیا۔ میرے قلب نے کہا یہ کوئی بزرگ آدمی ہیں اور غریب ہیں سوال نہیں کرسکتے۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر سارے روپے نکال کر نذر پیش کی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے میرا ہاتھ نیچے کر دیا اور فرمایا نہیں نہیں' ہم لینے والوں میں سے نہیں۔ میں نے روپے جیب میں رکھنے کے لئے نظریں جھکائیں۔ اتنی دیر میں غائب ہوگئے سارے مزار شریف پر کہیں نظر نہ آئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا میاں کہیں وہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی تو نہیں تھے۔ بس ان کا یہ فرمانا اور میری بڑی عجیب کیفیت ہوگئی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا میاں انہوں نے کیا فرمایا۔ عرض کیا حضور فرمایا کہ ہم لینے والوں میں سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اچھا حضور پھر کچھ عطا فرمادیں۔

۴۰۔ خواجۂ خواجگاں حضرت بہاء الدّین زکرّیا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ علم ظاہر حاصل کرنے کے بعد شیخ کامل کی تلاش میں نکلے۔ بحکم الٰہی حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے آپ نے ارشاد فرمایا اے زکریا دس برس سے آپ کا انتظار ہورہا تھا۔ اب آئے ہو۔ بڑے مبارک وقت میں آئے ہو۔ بڑی شفقت فرمائی۔ اپنے پاس رکھا۔ رات کو حضرت بہاء الدین زکرّیا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے۔ وہاں سے ایک کلاہ اور ایک خرقہ عطا ہوا اور کسی نے کہا یہ زکرّیا ملتانی کے لئے ہے۔ صبح شیخ کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد فرمایا اے بہاء الدّین زکرّیا رحمۃ اللہ علیہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے دس برس پہلے ارشاد فرمادیا تھا اور یہ کلاہ اور خرقہ دکھادیا تھا۔ یہ آپ ہی کے لئے ہے۔ اٹھارہ دن میں شیخ نے تمام مقامات طے کرادیئے۔ ساری تکمیل کرادی اور اپنا پیراہن بھی عطا فرمایا۔

خواجہ خواجگاں حضرت شہاب الدین سہروردی ﷺ کے باقی مرید کہنے لگے کہ شیخ کے پاس اتنے عرصے سے بیٹھے ہیں ہمیں تو کچھ عطا نہیں فرمایا اور اس ہندی کو آتے ہی نواز دیا ہم بیٹھے رہ گئے۔ شیخ نے اپنے نور معرفت سے ان کے قلوب کی بات کا پتہ لگالیا۔ سب سے کہا کہ جنگل میں جاکر لکڑیوں کا ایک ایک گٹھا لے آؤ۔ سب نے جلدی جلدی ہرے ہرے درخت کاٹ کر گٹھے بنالئے اور خانقاہ میں لوٹ آئے۔ حضرت بہاء الدین زکرّیا ملتانی ﷺ کافی دیر بعد آئے۔ شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور جس درخت کے پاس جاتا اسے اللہ کے ذکر میں مشغول پاتا۔ خوف خدا سے ان کو نہ کاٹا کہ اِن میں تو جان ہے اور اللہ کا ذکر کررہے ہیں۔ پھر ان خشک سوکھی لکڑیوں کو چن کر گٹھا بناکر لایا ہوں۔ شیخ نے سب سے کہا کہ اپنی لکڑیوں میں آگ لگاؤ۔ گیلی ہونے کی وجہ سے کسی کی لکڑیوں میں آگ نہ لگی صرف دھواں پیدا ہوا۔ جبکہ حضرت بہاؤ الدین زکرّیا ملتانی ﷺ کی لکڑیوں میں خشک ہونے کی وجہ سے فورا آگ لگ گئی۔ شیخ نے تمام مریدوں سے کہا جب آپ کی لکڑیاں بھی خشک ہوجائیں گی تو وہ بھی روشن ہوجائیں گی۔

۴۱۔ ایک دفعہ یہ فقیر چوہاخالصہ میں میجر سجاول رحمانی کے ہاں مقیم تھا۔ کھلے میدان میں میلاد شریف کی محفل کا اہتمام کیا گیا۔ بڑی مخلوق اکٹھی ہوگئی۔ اتنے میں گھر کر بادل آگئے۔ میجر سجاول رحمانی نے کہا حضرت اگر بارش ہوگئی تو مکان کے اندر اتنے آدمیوں کی گنجائش نہیں۔میں نے کہا بھئی اتنے جنات یہاں اس محفل میں شریک ہیں۔انہیں نظر نہیں آرہا کہ یہ فقیر کہاں سے آکر یہاں بیٹھا ہے اور یہ کس ذات اقدس ﷺ کی محفل ہورہی ہے۔ ان سے کہو بادلوں کو پنڈی کی طرف دھکیل دیں۔ تھوڑی دیر میں بادل صاف ہوگئے۔بعد میں معلوم ہوا کہ پنڈی میں غضب کی بارش ہوئی ہے۔

۴۲۔ ایک دفعہ اِس فقیر کے پاس ایک عیسائی عورت آئی اور کہنے لگی آپ بھی پیغمبر کو مانتے ہیں اور ہم بھی پیغمبر کو مانتے ہیں۔ پھر آپ میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا کیا تم اپنے باپ کی بیٹی ہو یا دادا کی؟ کہنے لگی میں باپ کی بیٹی ہوں۔ میں نے کہاپھر تم عیسیٰ علیہ السلام کو ہی مانتی ہو جن کی شریعت منسوخ ہوچکی لیکن حضور نبی کریم جناب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو

نہیں مانتی جن کی شریعت جاری وساری ہے۔ معلوم ہوا تم باپ کو نہیں، دادا کو مانتی ہو۔ جو حاکم وقت کو نہ مانے وہ بغاوت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ زمانہ مصطفیٰ ﷺ کا ہے اور تم مان رہی ہو عیسیٰ علیہ السلام کو۔ وہ عورت مسلمان ہوگئی اور اس کا اسلامی نام طاہرہ رکھا۔

۴۳۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب پیغمبروں کو اپنی صفت سے متصف تو کیا لیکن ایک سا علم سب کو نہیں دیا۔ لیکن اپنے حبیبِ پاک جناب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو تو اپنی تمام صفات کا مظہر اتم بنادیا اس طرح ان کے صدقے میں اولیاء اللہ کو بھی اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ کسی کو ایک صفت کا کسی کو دو کا کسی کو تین کا۔ ارشاد فرمایا میرے اولیاء اللہ میری صفات کے مظہر ہیں۔ انہیں میرا قرب حاصل ہوا ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا میرے پاس بیٹھنا ہے، انہیں بُرا کہنا مجھے بُرا کہنا ہے۔ انہیں اچھا کہنا مجھے اچھا کہنا ہے۔ جو میرے اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرے گا تو وہ میرے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہوجائے۔

۴۴۔ ایک شخص جنگل میں بیٹھا اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اللہ کی محبت کا غلبہ ہوا تو عرض کی باری تعالیٰ تو اپنے بندوں کو بڑے بڑے انعام عطا فرماتا ہے۔ مجھے بھی کچھ عطا کر۔ ندا آئی اے بندے تو کیا چاہتا ہے۔ اب یہ سوچ رہے ہیں کہ کیا مانگیں۔ کچھ واقفیت نہیں۔ کوئی مشورہ دینے والا نہیں۔ اگر کسی پیر کامل کے ہاتھ میں ہاتھ ہوتا تو سب بتادیتے۔ عرض کی معبود کچھ مہلت عطا ہو۔ ارشاد ہوا اچھا آٹھ دن کی مہلت عطا کی۔ پوچھتے پوچھتے ایک درویش کے پاس پہنچے۔ اور مدعا بیان کیا۔ فرمایا کل آنا بتادیں گے۔ دوسرے دن گیا تو انہیں کسی نے قتل کردیا تھا سر کہیں پڑا تھا اور دھڑ کہیں۔ سر کے پاس کھڑے ہوکر کہا اللہ کے دوست وعدے کے سچے ہوتے ہیں۔ سر سے آواز آئی ارے نادان قطبیت، غوثیت، جو چاہے مانگ لے لیکن اللہ کا عشق نہ مانگنا۔ ہم اللہ کے عاشق ہیں یہ ہماری گت بنی ہے۔ آٹھویں دن وہ شخص مصلے پر بیٹھا تھا کہ ندا آئی اے بندے تو کیا مانگتا ہے۔ عرض کی میری کچھ مانگ نہیں جو آپ چاہیں عطا فرمادیں۔

۴۵۔ قلبِ انسانی کے دو دروازے ہیں ایک اندرونی، ایک بیرونی۔ اگر کسی نے علمِ ظاہر سیکھا اور علمِ باطن نہیں سیکھا تو اس کا بیرونی دروازہ تو

کھل گیا لیکن اندرونی دروازہ نہیں کھلا۔ علم ظاہر کسب سے حاصل ہوتا ہےاور حضور نبی کریم ﷺ نے کسب سے علم حاصل نہیں کیا۔ آپ ﷺ کا علم عطائے رب العالمین ہے اور اولیاء اللہ کو بھی وہی علم حاصل ہوتا ہے اور وہی انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں۔

۴۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بھی بنایا اور پیغمبر بھی۔ انسان، جن، پرندے، ہوا، سب آپ علیہ السلام کے تابع تھے۔ ایک دفعہ آپ کو خیال آیا کہ تمام پرندوں سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔ سب پرندوں نے اپنی اپنی عطا بتائی۔ پھر ہدہد کو بلایا۔ اس نے کہا میں ہوا میں اڑتے ہوئے زمین پر نگاہ ڈالتا ہوں اور جہاں زمین میں پانی ہو مجھے نظر آجاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو اپنا مصاحب بنالیا اور فرمایا اے ہدہد تو تو بڑے کام کا ہے۔ کوے کو احساس ہوا کہ میں ہدہد سے بڑا ہوں مجھے مصاحب بنانا چاہئے تھا۔ کوے نے حسد کیا اور کچھ اور اپنے ہم خیال پرندے اکٹھے کرکے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی حضور آپ نے جو ہدہد کو مصاحب بنایا ہے اسے تو اپنی خبر نہیں۔ یہ جھوٹا ہےاور جھوٹی باتیں بناکر مصاحب بن گیا ہے۔ اگر اس کے پاس صحیح نگاہ ہوتی تو یہ جال میں کیوں پھنستا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو بلایا اور کوے کی بات بتائی۔ ہدہد نے کہا اے پیغمبر خدا یہ کوا منافق ہے یعنی آپ کے انتخاب کی مخالفت کررہا ہے۔ جیسا یہ باہر سے کالا ہے ویسے ہی اندر سے بھی کالا ہے۔ اب یہ سوال کہ میں جال میں کیوں پھنستا ہوں تو اے پیغمبرِ خدا مجھے رب نے مشیت کے کاموں میں دخل دینے کے لئے نہیں بنایا۔ اب مشیت کا منشا ہے کہ میں جال میں پھنسوں تو ضرور پھنس جاؤں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بیشک یہ کوا منافق ہے۔ اسے یہاں سے نکال دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ میرا غیر ان کو نہیں دیکھ سکتا۔ جب یہ اولیاء اللہ کو نہیں دیکھ سکتے تو رسول اللہ ﷺ کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ پھر یہ "یا رسول اللہ ﷺ" کیسے کہیں انہوں نے تو دیکھا ہی نہیں معلوم ہوا یہ کوے ہی رہے۔ جو اہل اللہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ وہ اللہ کے غیر ہیں۔

۴۷۔ اللہ کے نور کی حقیقت نورِ مصطفیٰ ﷺ سے معلوم ہوئی اور نور

مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت اولیاء اللہ سے معلوم ہوئی۔ اولیاء اللہ، اللہ کی شان کبریائی میں چھپے ہوئے ہیں، اللہ کا غیر انہیں نہیں دیکھ سکتا۔ کبریائی کے معنی ہیں عطا کرنا اور اپنی عطا میں لے لینا۔ اولیاء اللہ کو برا کہنا اللہ کو برا کہنا ہے۔

۴۸۔ اولیاء اللہ روحانیت اور نورانیت لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ روحانیت والوں کا ہرقدم شریعت اور طریقت سے آراستہ اور پیراستہ ہوتا ہے اور ان کی صحبت میں بیٹھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ نورانیت والا اسے کہتے ہیں جس کی روشنی چہرے سے ظہور میں آئے۔ نورانیت والے کو ایک بار دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

۴۹۔ ایک شخص شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میری بچی جوان ہوگئی ہے اور میں مفلس ہوں۔ اس کی شادی کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ شاہ صاحب نے ایک مٹی کے ڈھیلے پر تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر دم کیا وہ سونے کا بن گیا۔ اسے دے کر کہا جا اپنی بیٹی کی شادی کا انتظام کر۔ اس نے گھر جاکر بیوی سے کہا نیک بخت یہ سونا لے اور آئندہ اور سونا بنانے کا نسخہ بھی ہاتھ آگیا ہے۔ ایک بڑا سا ڈھیلہ لے کر اس پر ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر پھونکا لیکن وہ مٹی کا ہی رہا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ حضور آپ نے تو تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر پھونکا تو مٹی کا ڈھیلہ سونے کا بن گیا۔ میں نے ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر پھونکا لیکن وہ سونا نہ بنا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا بیوقوف شاہ صاحب کی زبان بھی تو لا۔

۵۰۔ علماء حضرات کو علم پڑھایا جاتا ہے، عطا نہیں ہوتا اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں انہیں علم پڑھایا نہیں جاتا، عطا ہوتا ہے۔

۵۱۔ حضرت حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ جسے چاہتے اُس کا سر اپنی بغل میں لے کر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرا دیتے۔ آپ کی بیوی آپ کی بڑی مخالفت کرتیں اور لوگوں سے کہتیں کہ ان کے پاس کیوں آتے ہو۔ انہوں نے تو بزرگی کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے۔ ایک دفعہ پتہ

نہیں ان کے دل میں کیا آئی کہ کہنے لگیں اے میاں لوگ کہتے ہیں تم حضورﷺ کی زیارت کرا دیتے ہو۔ ہمیں بھی تو زیارت کراؤ۔ حضرت رسول نماﷺ نے فرمایا بیوی تم تو جانتی ہو کہ میں نے ڈھونگ رچایا ہے۔ لیکن بیوی نے اصرار کیا کہ مجھے زیارت کراؤ۔ فرمانے لگے حضورﷺ کی زیارت کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ غسل کرو، سب سے اعلیٰ لباس پہنو، زیور پہنو، خوشبو لگاؤ، ہر طرح سے آراستہ پیراستہ ہوجاؤ۔ پھر میں تمہیں حضورﷺ کی زیارت کرا دوں گا۔ یہ کہہ کر باہر تشریف لے گئے اور اپنے بڑے سالے سے جاکر کہا کہ اپنی بہن کی خبر لو۔ اس بڑھاپے میں دلہن بننے کا شوق ہوگیا ہے۔ ہمارے گھر جاکر دیکھ لو کہ دلہن بنی بیٹھی ہے۔ اس زمانے میں یہ بات بہت معیوب سمجھی جاتی تھی۔ بڑا بھائی فوراً آیا اور انہیں مارنا پیٹنا شروع کردیا اور کہا تم نے تو باپ دادا کو رسوا کردیا۔ کیا یہ عمر دلہن بننے کی ہے۔ مارپٹائی اور شرم کی وجہ سے بیوی بہت روئیں۔ جب رو رو کر نڈھال ہوگئیں تو حضرت رسول نماﷺ باہر سے تشریف لائے اور ان کا سر اپنی بغل میں لے کر زیارت رسول اللہﷺ سے مشرف فرمادیا۔ نہال ہوگئیں۔ بعد میں شکایت کرنے لگیں آپ نے یہ کیا بات میرے بھائی سے جاکر کہی۔ مجھے شرمندگی بھی ہوئی اور مار بھی پڑی۔ فرمایا نیک بخت تیرا قلب بڑا سخت تھا حضورﷺ کی زیارت کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا اگر اس حالت میں تجھے زیارت کراتا تو خطرہ تھا کہ تیرا قلب پھٹ جائے گا۔ آخر کار یہ ترکیب سوچی کہ جس سے تیرے قلب میں رقت پیدا ہو اور نرمی آئے تاکہ تو زیارت کی متحمل ہوجائے۔

۵۲۔ ایک دفعہ ایک شخص سفر پر گیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک اوپر کی منزل میں رہتی تھی اور ایک نیچے رہتی تھی۔ اوپر جانے کے لئے بانس کا زینہ لگا تھا۔ جب سفر سے واپس آیا تو اوپر والی نے کہا میرے پاس آؤ۔ یہ زینہ چڑھنے لگا تو نیچے والی نے کھینچا کہ نہیں میرے پاس آؤ۔ جب دونوں شور مچانے لگیں تو اس شخص نے غصے میں آکر کہا اگر اوپر آؤں تو تجھے طلاق اور نیچے آؤں تو تجھے طلاق اب دونوں اسے چھوڑ کر اپنے کمروں میں چلی گئیں اور کہا ہمارے پاس نہ آنا۔ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا۔ آپ کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے علوم اور ذکاوت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا

قسم تو یہ کھائی ہے کہ اوپر آؤں تو اوپر والی کو طلاق اور نیچے آؤں تو نیچے والی کو طلاق۔ ایسا کرو کہ ایک دوسرا زینہ لگاؤ۔ اس سے اوپر والی نیچے آجائے اور نیچے والی اوپر چلی جائے۔ اس کے بعد تم دونوں کے پاس جاسکتے ہو کسی کو بھی طلاق نہ ہوگی۔

چھٹا باب

میلاد شریف اور ہدیہ ایصال ثواب کی اہمیت

(i) میلاد شریف

۱۔ اے عزیز من کیا وہ شخص، جو صلوۃ و سلام پڑھنے سے منع کرے، مومن ہوسکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود میلاد کیا ہے اپنے محبوب ﷺ کا اور روز میلاد ہورہا ہے یہ کوئی میری طرف سے بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ جلَّ شانہ، کے حبیب پاک سرکارِ دو عالم ﷺ کے آستانہ عالیہ پر، آپ ﷺ کے اُس روضہ پرانوار پر، جہاں بے پناہ رحمتیں برس رہی ہیں، ستر ہزار فرشتے دن میں کھڑے ہوکر صلواۃ و سلام بھیج رہے ہیں اور ستر ہزار فرشتے رات میں کھڑے ہوکر صلواۃ وسلام بھیج رہے ہیں۔ کیا کوئی اس سے انکار کرسکتا ہے؟ کیا یہ صلواۃ وسلام نہیں ہے؟ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا نامِ نامیِ اسمِ گرامی لیا جائے۔ اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (ﷺ)

۲۔ اب کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر صلواۃ وسلام نہ پڑھو، بیٹھ کر پڑھو۔ میری اِن آنکھوں نے خود دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے اگر کوئی بیٹھ کر صلواۃ وسلام پڑھے تو وہ نجدی، جن کا عقیدہ ہمارے عقیدے سے مختلف ہے، وہ بھی اسے کھڑا کردیتے ہیں کہ صلواۃ وسلام کھڑے ہوکر پڑھو اور یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر پڑھو۔ حالانکہ اگر کوئی شخص کسی سے ملنے جاتا ہے تو پہلے کھڑے کھڑے سلام کرتا ہے اور پھر بیٹھتا ہے۔ یہ نہیں کہ پہلے جاکر بیٹھ جائے اور پھر کہے کہ حضرت السلام علیکم۔ اسی طرح جب رخصت ہوتا ہے تو پہلے کھڑا ہوتا ہے اور پھر کہتا ہے السلام علیکم۔ یہ نہیں کہ پہلے بیٹھے بیٹھے السلام علیکم کہے، پھر کھڑا ہو اور پھر رخصت ہو۔ معلوم ہوا کہ سلام کھڑے ہوکر کہنا ہی درست ہے۔

۳۔ حضرت حسان ﷛، حضور نبی کریم ﷺ کے نعت خواں، جب مسجد نبوی میں آتے تو حضور ﷺ ان کے لئے منبر بچھواتے اور حضرت حسان ﷛ اونچے مقام پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھتے۔ حضور ﷺ سن کر خوش ہوتے اور دعا فرماتے کہ اے اللہ میرے حسان ﷛ کی رُوح القُدس ؑ سے مدد فرما۔ آج ہم بھی نعتیں سنتے اور نعتیں پڑھواتے ہیں۔ یہ فقیر بھی جو کچھ کہہ رہا ہے یہ بھی نعت رسول مقبول ﷺ ہے۔ حضور ﷺ کی تعریف ہی نعت شریف ہے۔ جسے عظمتِ رسول اللہ ﷺ حاصل نہیں اُس کی تکمیل ایمان نہیں۔

۴۔ کتابیں پڑھنے سے نور حاصل نہ ہوگا۔ عرفان کی بارش تو اولیاء اللہ کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ قلب مومن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ ﷺ سے سیراب کیا ہے۔ بخدا جس کے قلب میں نور ایمانی ہے وہ تو یہاں بھی صلواۃ وسلام پڑھے گا اور وہاں بھی پڑھے گا حضور ﷺ کا ذکرِ خیر کرنا ہی ہمارے نزدیک صلواۃ و سلام پڑھنا ہے۔

۵۔ جب قیامت آئے گی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام ذاکر ختم ہوجائیں گے لیکن اپنے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجنے والا اللہ تعالیٰ موجود ہوگا۔ ذکر مصطفیٰ ﷺ اُس وقت بھی جاری رہے گا۔

۶۔ جو لوگ درود و سلام نہیں پڑھتے اور حضور اکرم ﷺ کا نامِ نامیِ اسمِ گرامی بے ادبی سے لیتے ہیں وہ مانعِ خیر ہیں۔ وہ پیغامِ حق نہیں پہنچاتے۔ اُن کے پیش نظر اپنا ہی مفاد ہے۔ غور کرو اگر کوئی کسی کے محبوب کی شان میں گستاخی کرے تو عاشق کو کتنا غصہ آئے گا؟ حضور نبی کریم ﷺ محبوبِ رب العالمین ہیں۔ ان کا نامِ نامیِ اسمِ گرامی محبت اور عقیدت کے القابات کے ساتھ نہ لیا جائے تو باری تعالیٰ کیسے راضی ہوں گے؟

۷۔ اے عزیزِ من دعا کے اول و آخر اِس لئے درود شریف پڑھا جاتاہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ باری تعالیٰ اول و آخر کی چیز قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا قبول نہ فرمائیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے محبوب ﷺ پر ایک دفعہ درود شریف بھیجتا ہے میں اُس کے کھاتے میں دس نیکیاں لکھتا ہوں۔ جو ایک بار

میرے محبوب ﷺ پر سلام بھیجتا ہے میں اُس پر دس سلام بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے محبوب ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔ اللہ کو راضی کرنا عبادت ہے۔

۹۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ چاروں طرف صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین حاضر تھے۔ ارشادات ہورہے تھے۔ ایک شخص آیا جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا۔ دوسرا آیا جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ تیسرا آیا وہ منہ موڑکر چلا گیا۔ اس کا منہ موڑکر جانا تھا کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوگئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کے حلقہ میں تین آدمی آئے۔ جو آکر بیٹھ گیا اس پر اللہ کی رحمت کی نظر ہے۔ جو جوتیوں میں بیٹھ گیا ہم اس سے خوش ہیں اور ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ جوتیوں میں بیٹھا۔ اور جو شخص غرور و تکبر سے منہ موڑکر چلا گیا تو ہم نے بھی اُس سے منہ پھیرلیا۔ اے عزیز من جہاں اللہ تعالیٰ اور ان کے حبیبِ پاک ﷺ کا ذکرِ خیر ہورہا ہو وہاں بیٹھ کر کچھ نہ کچھ سُن لو۔ نظر انداز کرکے نہ جانا۔ اس وقت ایمان کے ڈاکو پھررہے ہیں۔ دیکھو عقل و شعور سے کام لو۔ جہاں پیغمبرِ خدا ﷺ کی تعریف نہ ہو، درود و سلام نہ ہو، عبادت آسمانوں پر نہیں جاتی۔

۱۰۔ تفسیرِ رُوحُ البیان میں ہے کہ ہر کلام میں اول و آخر درود و سلام ہونا چاہئے۔ ارشادِ رب ہے "اے بندو میں اپنے پیارے پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں، تم بھی بھیجا کرو" اب جو یہ کہے کہ درود و سلام نہ پڑھو تو معلوم ہوا کہ اُنہیں بغضِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ یہ لوگ اوراد وظائف جتا جتاکر اور پیغمبر خدا ﷺ کا ذکر چھوڑکر اللہ ہی کا ذکر کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ بچہ کہے میں باپ سے نہیں، اللہ سے لوں گا۔ قرآن شریف میں رازقین، خالقین کے صیغے آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور باپ بچوں کے رزق کا کفیل ہے۔ وہ بھی رازق مجازی ہے۔ وہ رزق پیدا نہیں کرتا، رب کا دیا ہوا رزق تقسیم کرتا ہے۔

۱۱۔ اے عزیزِ من اس وقت انسان اپنے مرکز سے ہٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک ﷺ پر درود وسلام نہیں بھیجتے۔ بزرگان دین کی

خدمت میں ہدیہ نذر و نیاز نہیں پہنچاتے۔ اس لئے خیر و برکت ختم ہو رہی ہے' بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ لوگ گستاخ و بے ادب ہوگئے ہیں۔ حضور اکرم فخر بنی آدم جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفٰے ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور آپ کے دشمنوں کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے نواسوں کو جس نے شہید کیا اس یزید کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ اب شاید شیطان کی بھی تعریف شروع کر دیں۔ جو مردود ہیں ان کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ سب سے بڑا کفر توہین رسول اللہ ﷺ ہے۔ شیطان کتنے بڑے علوم کا مالک تھا کوئی مقام اس نے نہ چھوڑا جہاں اللہ کی عبادت نہ کی ہو۔ ہزار ہا برس عبادت کی ہے۔ توہین آدم علیہ السلام کا مرتکب ہوا۔ آپ کو سجدہ نہ کیا' اللہ کا حکم نہ مانا۔ توہین آدم علیہ السلام سے کیا ہوا؟ چہرہ اُس کا مسخ ہوگیا' علم اُس کا ضبط ہوگیا اور راندۂ درگاہ ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کی شان میں گستاخی سے بڑا کوئی کفر نہیں۔ اپنے حبیب پاک ﷺ کی شان میں رب فرما رہا ہے "ورفعنا لک ذکرک" ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔ اور اب کیا کہتے ہیں؟ درود و سلام نہ پڑھو۔ اگر درود و سلام چھوڑ دیا تو نماز میں کیا پڑھو گے؟ رب تو فرماتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ سے محبت کرو۔ اور محبت کے معنی تو یہی ہیں کہ آپ ﷺ کا نامِ نامیِ اسمِ گرامی لیتے رہو۔ تعریف کرتے رہو۔ محبت کے یہی معنی ہوتے ہیں۔ مدینہ طیبہ جا کر دیکھ لو جہاں سردار دارین' تاجدارِ کونین' رحمت اللعالمین' نورِ مجسم' فخرِ بنی آدم' جنابِ احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا روضہ اقدس ہے وہاں نجدی بھی کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ رہے ہیں اور یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پڑھنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا کہ جو اہل نفرت ہیں انہیں ادب سے تکلیف ہوتی ہے۔ اور جو اہل محبت ہیں انہیں ادب سے راحت ہوتی ہے۔ ایک مومن کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تو اللہ تعالیٰ نیکیاں ضبط کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کیا حشر ہوگا؟

۱۲۔ ایک دفعہ یہ فقیر سہارنپور شریف میں اپنے پیرو مرشد حضرت قطب الاقطاب' صدر الصدور' صوفی شاہ انعام الرحمن قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کی منعقد کردہ محفل میلاد میں حاضر ہوا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف مسجد میں کیا اور سب کو حکم دیا کہ مسجد کے صحن میں آجاؤ۔ صحن بھر گیا۔ میں

نے عرض کیا کہ حضور آدمی زیادہ ہیں اندر بھی بٹھادیں۔ فرمایا نہیں یہیں بیٹھیں۔ پھر فرمایا اندر خیال کرکے دیکھو کیا نظر آتا ہے؟ میں نے جو نگاہ ڈالی تو تمام کمرہ اولیاء اللہ سے بھرا ہوا تھاجو عالم ارواح سے آئے تھے۔ مجھے آج تک ان کی شکلیں اور لباس یاد ہیں۔ وہاں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے ہاں میلاد شریف میں اولیاء اللہ آتے ہیں اور اُن کے صدقے میں حضور نبی کریم ﷺ بھی تشریف فرما ہوجاتے ہیں۔

۱۳۔ دنیا کے رئیس کے ہاں خوشی ہورہی ہو تو وہ اس خوشی کی تقریب پر اپنے خادموں کو انعام تقسیم کرتا ہے۔ ہم شہنشاہ کون و مکاں، سردار دارین، تاجدار کونین، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا جشن عید میلادالنبی منائیں گے تو کیا ہم عطا سے محروم رہیں گے؟ سرکار ﷺ کا وہ دربار ہے کہ مانگنے والوں کو مانگنے سے پہلے ملتا ہے۔ غزالی دوراں مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سکھ عورت نے دوران وعظ پرچہ بھیجا کہ حاتم طائی اتنا سخی تھا کہ اُس نے خیرات کے لئے اپنے گھر میں آٹھ دروازے بنا رکھے تھے۔ ایک سائل آٹھوں دروازوں سے گیا اور آٹھوں دروازوں سے اسے خیرات ملی۔ کیا آپ کے رسول کریم ﷺ سخاوت میں اس سے بڑھ کر تھے؟ مولانا کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سائل کو آٹھوں دروازوں سے جو ملا وہ نامکمل، ناقص تھا اِس لئے اسے آٹھوں دروازوں پر جاناپڑا۔ اگر اس سے زیادہ دروازے ہوتے تو ان پر بھی جاتا۔ معلوم ہوا اُس کی ضرورت کسی دروازے پر پوری نہیں ہوئی۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ خوش ہوگئے تو فرمایا اے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ مانگو۔ عرض کی میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ ارشاد فرمایا اچھا کچھ اور بھی مانگو۔ تین دفعہ تکرار کی۔ تینوں دفعہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور ﷺ بس میں یہی چاہتا ہوں۔ یہاں بن مانگے مل رہا ہے لیکن ایک ہی دفعہ میں اتنا عطا کر دیا کہ سیراب ہوگئے، اور مانگنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

۱۴۔ درود شریف اِس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ ہمارے تمام مدعا کا حل درود شریف ہے اور یہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ اگر اِس یقین کے ساتھ پڑھیں گے تو اس کی برکات انوارات کانزول ہوگا۔ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ

اسے دس نیکیاں عطا فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے۔ محمود غزنوی کے زمانے میں ایک شخص بہت مقروض ہوگیا۔ اس قدر مقروض ہوا کہ زندگی دشوار ہوگئی۔ اُس نے ہمہ وقت درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔ کچھ عرصے کے بعد حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جاکر محمود غزنوی سے کہو تمہارا قرض ادا کرادے نشانی کے لئے کہنا کہ تو جو فجر کی نماز سے پہلے ہم پر درود بھیجتا ہے وہ ہمیں بہت پسند ہے۔وہ شخص محمود غزنوی کے دربار میں چلا گیا۔ کہا کہ سرکاری پیغام لایا ہوں۔ جو تمام عالم کی سرکار ﷺ ہیں ان کا پیغام لایا ہوں۔ پیغام سن کر محمود غزنوی اس شخص کا طواف کرنے لگا۔ جب ہوش آیا تو پوچھا کیا چاہتے ہو۔ کہا یہ میرا قرض ادا کرادو۔ بادشاہ نے خزانچی کو بلا کر کہا کہ میرے کھاتے سے اس کا قرض ادا کردو۔ خزانچی نے سن کر کہا حضور میں اپنے کھاتے سے اس کا قرض ادا کروں گا۔ قاضی نے سن کر کہا میں ادا کروں گا۔ قرض خواہوں کو جو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے قرضہ معاف کیا۔ غرضیکہ لوگوں نے اسے اسقدر دولت دی کہ مالا مال ہوگیا۔ یہ برکتیں ہیں درود پاک کی۔

۱۵۔ قرآن شریف میں بے شمار حکم احکام ہیں بندوں کے لئے لیکن ایسا کوئی حکم نہیں جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ' بھی شریک ہو' اس کے فرشتے بھی شریک ہوں اور تمام مسلمان بھی شریک ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے میرے بندوں میں بھی اپنے حبیبِ پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں' میرے فرشتے بھی بھیجتے ہیں اور تم بھی بھیجا کرو۔ یہ قرآن شریف میں ایسا مبارک حکم ہوا ہے جس کی برکتیں بے شمار ہیں۔ بادشاہ جب اپنی رعایا کو کوئی خاص مقام دینا چاہتا ہے تو کہتا ہے اے میری رعایا میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ درود شریف کی یہ شان ہے کہ جب ہم پڑھتے ہیں تو فرشتے دربار رسالت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ' یا حبیب اللہ ﷺ فلاں ابن فلاں نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ کیا ہمارا منہ اور پھر فرشتہ دربار رسالت میں ہمارا درود پہنچائے اور حضور ﷺ شفقت فرمائیں۔ کوئی بھکاری کسی داتا کے در پر جاتاہے تو اسکی آل اولاد کو دعائیں دیتا ہوا جاتا ہے جس سے سخی کا کرم متحرک ہوتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے میرے بندو میں

اولاد سے پاک ہوں لیکن میرا ایک محبوب ﷺ ہے۔ مجھ سے کچھ لینا ہے تو میرے محبوب ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہوئے اور ان کی خیر مناتے ہوئے آؤ۔ پھر کیا ہوگا؟ جو رحمت کی بارش اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ پر برسارہا ہے اس کا ایک چھینٹا آپ پر بھی پڑ جائے گا۔ اس چھینٹے سے ہمارا سب کا بھلا ہوجائے گا۔۔ معلوم ہوا کہ درود شریف وہ عمل ہے جو عرش والے بھی کرتے ہیں اور فرش والے بھی کرتے ہیں۔ جنت میں پتے پتے پر لکھا ہے ''لَاالٰہ الاّ اللہ محمد رّسولُ اللہ''۔

۱۶۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر کتنا درود شریف بھیجوں؟ ارشاد فرمایا جتنا چاہو بھیجو۔ عرض کیا ایک حصہ درود شریف اور تین حصے دیگر اوراد۔ ارشاد فرمایا بہت اچھا ہے۔ پھر عرض کیا دو حصے درود شریف اور دو حصے باقی اوراد۔ ارشاد فرمایا بہت اچھا ہے۔ پھر عرض کیا تین حصے درود شریف اور ایک حصہ دیگر اوراد۔ ارشاد فرمایا بہت اچھا ہے۔ پھر عرض کیا اگر ہمہ وقت درود شریف ہی پڑھوں۔ فرمایا تمہاری نجات کے لئے کافی ہے اور تمہارے لئے اس میں خیر ہی خیر ہے۔ معلوم ہوا کوئی اور دعا پڑھیں نہ پڑھیں درود شریف ہی پڑھتے رہیں تو رب ساری حاجتیں پوری کردے گا۔

۱۷۔ اے عزیزِ من حضور نبی کریم ﷺ جب شبِ معراج عرش پر تشریف لے گئے تو اللہ کے حکم سے عرش سجایا گیا اس لئے جب حضور ﷺ کی محفل میلاد کرو تو محفل کی جگہ کو سجالیا کرو۔

(ii) ہدیہ ایصال ثواب کی اہمیت

۱۔ ایصال ثواب میں نذر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی جاتی ہے کہ اس ہدیئے کو اپنے محبوبِ پاک سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پہنچادیں۔ جب ہدیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو حضور ﷺ ہدیہ بھیجنے والوں کے لئے دعا فرماتے ہیں جس سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور عمل نیک کی توفیق ملتی ہے۔ (جب کسی بزرگ یا اپنے کسی مرحوم عزیز کو ہدیہ پہنچانا مقصود ہو تب بھی پہلے

حضور نبیٔ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے واسطے اور وسیلے سے تمام انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، تمام اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم تمام مرحومین امتِ رسول اللہ ﷺ کو پہنچا کر عرض کیا جاتا ہے کہ بالخصوص فلاں بزرگ یا میرے فلاں عزیز یا عزیزوں کو اس کا ثواب پہنچے۔)

۲۔ حضور اکرم ﷺ جمعرات یا جمعہ کے دن قبرستان تشریف لے جاتے اور عزیز و اقارب کی قبروں پر مغفرت کی دعا مانگتے۔ معلوم ہوا قبروں پر جانا، دعا مانگنا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے اور نیک عمل ہے۔

۳۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ آپ کا گذر قبرستان سے ہوا۔ حضور ﷺ وہیں ٹھہر گئے اور ایک درخت کی ٹہنی ایک قبر پر لگادی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ساتھ تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا بات تھی۔ ارشاد فرمایا اس قبر والے پر عذاب ہورہا تھا۔ اس کی دو عادتیں خراب تھیں۔ ایک تو وہ پیشاب کے چھینٹوں سے اپنا جسم نہیں بچاتا تھا۔ دوسرے وہ غیبت کرتا تھا۔ اس لئے عذاب قبر میں مبتلا تھا۔ جب تک یہ ہری ٹہنی قبر پر رہے گی عذاب میں تخفیف رہے گی۔ جب ایک ہری ٹہنی سے عذاب قبر میں کمی ہو تو درود شریف اور کلمہ طیب انسان کی نجات کے لئے مفید نہ ہوگا؟

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک قبر سے روشنی کا مینار آسمان کی طرف جارہا ہے۔ کوہ طور پر حاضری ہوئی تو پوچھا کہ باری تعالیٰ اس میں کیا راز ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اس قبر والے سے جاکر پوچھ لیں۔ آپ قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے قبر والے اپنے عمل سے مجھے آگاہ کر یہ کہنا تھا کہ قبر شق ہوئی۔ دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے۔ اس کے آگے کھانے رکھے ہیں اور ان سے روشنی نکل کر آسمان کی طرف جارہی ہے۔ پوچھا کہ اے شخص یہ انعامِ ربی کیسا ہے، تیرا کیا عمل ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اے پیغمبرِ خدا میں نے اللہ کی جناب میں عرض کی تھی کہ باری تعالیٰ مجھے ایک نیک اور صالح فرزند عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نیک اور صالح فرزند عطا فرمایا۔ جب سے میرا انتقال ہوا ہے میرا فرزند پڑھ

کر اور کھانے تقسیم کر کے ہدیئے بھیجتا ہے۔ یہ اُن ہدایہ کی نورانیت کا ظہور ہے۔ میرا اپنا کوئی عمل نہیں۔ یہ میرے بیٹے کا عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ کو جو ہدیہ پہنچائے وہ پہنچتا ہے۔ جسے بھیجا جائے اُسے بھی پہنچتا ہے اور جو بھیجے اسے بھی ثواب ملتا ہے۔

۵۔ بغداد شریف سے ایک بزرگ حج کرنے کے لئے گئے۔ راستے میں اپنے دستور کے مطابق وہ ایک قبرستان میں ٹھہرے۔ تہجد کے وقت اٹھے تو دیکھا کہ قبرستان میں بہت سے لوگ اکٹھے کھڑے ہیں اور ایک نورانی صورت والا ان میں کچھ تقسیم کر رہا ہے۔ لیکن ایک نوجوان بچہ ایک طرف گھٹنوں پر سر رکھ کر اداس بیٹھا ہے۔ اس کے کپڑے بھی میلے اور پھٹے ہوئے ہیں۔ اُن بزرگ نے اُس بچے سے کہا تو یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ سامنے اتنا کچھ بٹ رہا ہے تو بھی جاکر لے۔ وہ بچہ کہنے لگا بانٹنے والا فرشتہ ہے اور لینے والے سب قبرستان کے مردے ہیں۔ جن کے متعلقین نے کھانے اور کپڑے وغیرہ بھیجے ہیں وہ مردے اس فرشتے سے لے رہے ہیں۔ قرآن شریف اور درود شریف بھی بھیجا ہے۔ میں ماں باپ کا ایک ہی بیٹا تھا میرے باپ کا انتقال ہوگیا تو ماں نے ایک رئیس سے نکاح کر لیا اور مجھے بھول گئی۔ میرے نام پر کچھ نہیں بھیجتی اِس لئے اِس حال میں ہوں۔ اس لڑکے نے اپنی ماں کا نام اور پتہ بھی بتایا۔ ان بزرگ نے وعدہ کیا کہ حج سے واپسی پر بغداد شریف پہنچ کر تیری ماں کو تیرا پیغام پہنچاؤں گا۔ چنانچہ حج سے واپسی پر یہ بزرگ بغداد شریف لوٹے تو بتائے ہوئے پتے پر اس کی ماں سے ملے اور بچے کا پیغام پہنچایا۔ ماں رونے لگی اور کہا واقعی میں اپنی بچے کو بھول گئی تھی۔ پھر اُس نے بزرگ کو کچھ رقم دی کہ آپ ہی میرے بچے کو کھانا اور کپڑوں وغیرہ کا ہدیہ پہنچادیں۔ چنانچہ ان بزرگ نے اچھے اچھے کھانے پکا کر غرباء کو کھلائے اور اچھے لباس پہنائے اور اس بچے کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ دوبارہ جب وہ حج پر تشریف لے گئے تو اسی قبرستان میں قیام کیا۔ تہجد کے وقت پھر ہجوم دیکھا۔ فرشتہ سامان بانٹ رہا تھا۔ وہ بچہ بھی ملا۔ بڑا اچھا لباس پہن رکھا تھا اور بہت خوش تھا کہنے لگا حضرت میری ماں نے آپ کے ذریعے جو ہدیئے مجھے بھیجے ہیں وہ سب مل گئے ہیں۔

۶۔ ایک دفعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ کے بے شمار امتی ایسے ہوں گے کہ جب وہ قبر میں لیٹیں گے تو دوزخی ہوں گے اور جب قبر سے حشر کے دن اٹھیں گے تو جنتی ہوں گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے باری تعالیٰ ایسا کیونکر ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ وہ گناہگار ہوں گے لیکن ان کے اعزا و اقربا قرآن شریف پڑھ کر اور غریبوں کو کھانا کھلا کر اور کپڑے پہنا کر انہیں ہدیئے پہنچاتے رہیں گے جن سے اُن کے گناہ معاف ہوتے رہیں گے اور نیکیاں اکٹھی ہوتی رہیں گی۔ جب وہ قبر سے اٹھیں گے تو جنتی بن کر اٹھیں گے۔

۷۔ اے عزیز من ہم تبرک سامنے رکھ کر آیات قرآنی کی تلاوت کرتے ہیں اور ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ منشا یہ ہوتا ہے کہ قرآن شریف بھی اللہ کی نعمت ہے اور یہ رزق بھی نعمت ہے۔ دونوں نعمتوں کو سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھادیئے تو کرم ہی کرم ہوتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ ایسی محفلوں میں اللہ کے وہ مقبول بندے بھی تشریف فرما ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ اگر اُن کی ایک نظر اس تبرک پر پڑ جائے تو اُس تبرک کا رنگ اور کیفیت بدل جاتے ہیں اور اس تبرک میں نور پیدا ہوجاتا ہے۔

ساتواں باب

رہبر شریعت و طریقت

جو اپنے ارادوں میں صادق ہے، جس کو یقینِ کامل ہے۔ اور جس کو تلاشِ حق ہے، وہی اپنی مراد کو پہنچے گا وہی اپنی منزلوں کو طے کرے گا۔ جس کو آداب دوست حاصل ہے۔ جس کو آداب بزرگ حاصل ہے اور جس کو آداب محفل حاصل ہے وہی اپنی مراد کو پہنچے گا وہی اپنے منزلوں کو طے کرے گا۔

۲۔ علم کی حقیقت عمل ہے۔ عمل کی حقیقت اخلاص ہے اور اخلاص کی حقیقت قرب الٰہی ہے۔ جسے قرب الٰہی حاصل ہوا دونوں جہاں میں کامیاب ہوا۔

۳۔ جس نے اپنے نفس کی مخالفت کی اس نے اپنے قلب کی حفاظت کی۔ جس نے اپنے قلب کی حفاظت کی اس نے اپنے جسم کی حفاظت کی۔ دل کی اصلاح قرآن پاک کی تلاوت سے ہوتی ہے۔ شب کی نماز پڑھنے سے ہوتی ہے جو تنہائی میں پڑھی جائے۔ صبح کی گریہ و زاری سے ہوتی ہے۔ کم کھانے، کم سونے سے ہوتی ہے۔ اہل اصلاح کی صحبت میں بیٹھنے سے ہوتی ہے۔

۴۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے راضی ہوتے ہیں تو اپنی ہیبت عطا فرماتے ہیں۔ جب اور راضی ہوتے ہیں تو گریہ و زاری عطا فرماتے ہیں۔ جب اور راضی ہوتے ہیں تو عمل نیک کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ جب اور راضی ہوتے ہیں تو اپنی توحید یعنی اپنی معرفت عطا فرماتے ہیں۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے راضی ہوتے ہیں تو فرشتوں میں اعلان فرمادیتے ہیں کہ میں اپنے فلاں بندے سے راضی ہوگیا ہوں۔ پھر فرشتے اس بندے کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ جب فرشتوں کی آمد ہوتی ہے تو اس بندے کی عبادت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کا دماغ روشن ہوجاتا ہے۔ اس کی خصلتیں بدل جاتی ہیں۔ اس کے قلب میں نور پیدا

ہوجاتا ہے اور اسے اللہ کا نام لینے کی توفیق مل جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور راضی ہوجاتے ہیں تو فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں میں نے اپنے فلاں بندے کو اپنا دوست بنالیا ہے' جاؤ میری مخلوق میں اعلان کردو۔ تمام اہل اللہ کے قلوب میں وہ اعلان منکشف ہوجاتا ہے اوردور دراز سے اولیاء اللہ اس سے ملنے کیلئے آتے ہیں۔

۶۔ جو بندہ اللہ کی محبت میں پیغام حق پہنچاتا ہےاور دل سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مومن کا مقام عطا فرمادیتے ہیں اور اسکی زبان سے جو بات نکلتی ہے اسے پورا فرمادیتے ہیں جب اور راضی ہوتے ہیں تو اپنی توحید یعنی اپنی معرفت عطا فرما کر اہل اللہ کی جماعت میں شامل فرمادیتے ہیں پھر ایک نیکی کا فرشتہ مقرر فرماتے ہیں جو اس بندے کو عبادت کے لئے جگاتا رہتاہے۔ دربار رسول اللہ ﷺ میں اس کے تمام حالات فرشتہ پہنچاتا ہے۔ دنیا کی لہو و لعب سے اس کا قلب موڑ دیتے ہیں یہ بندہ اپنے دل میں اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دل میں اس بندے کو پکارتے ہیں۔

۷۔ لفظ ''انسان'' ''اُنس'' اور ''نسی'' یا''نسیان'' کا مرکب ہے۔ اُنس کے معنی ہیں محبت اور نسیان کے معنی ہیں بھول۔ اگر اس نے دنیا سے محبت کی تو اللہ کو بھول گیا اور اگر اللہ سےمحبت کی تو دنیا کو بھول گیا۔

۸۔ اب ایسا نازک دور آگیا ہے کہ دعائیں مانگنا' دعائیں کرنا بار ہوگیا ہے۔ بخدا ان آنکھوں نے دیکھا ہے کہ دعائیں بالکل مختصر کردی ہیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جرم ثابت ہوگیا ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق دعا عبادت کا مغز ہے۔جس عبادت کا مغز ہی نہ ہو وہ عبادت کیسی؟

۹۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے اس عالم دنیا میں بھیجا۔ جتنے بھی پیغمبر عالم دنیا میں تشریف لائے سب خلیفۂ رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے جس نے ہدایت نہ پائی وہ نہ خدا کا رہا نہ خدا کے پیغمبر کا۔ ایمان حاصل کرنے کے لئے پیغمبرِ خدا پر ایمان لانالازمی ہے۔

۱۰۔ حضور نبیؐ کریم ﷺ کے حالات زندگی اور کمالات سے پتہ چلتا

ہے کہ اللہ کے محبوب نے ہی اللہ کی عبدیت اور بندگی کا حق ادا کیا۔ کسی میں وہ طاقت ہی نہیں کہ ویسا حق ادا کرسکے۔ ہاں ان کی تعلیم پر چلنے کی کوشش کرنا امتیوں پر فرض ہے اور اتباع اہلِ محبت پر لازم ہے۔

۱۱۔ غور کرو حلقے میں کیا ہورہا ہے؟ اللہ کی محبت میں جاگنے کی تربیت ہے۔ کچھ وقت کے لئے دنیا کے تمام خیالات نفی کرکے اللہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ نیند اور راحت کو قربان کیا جاتا ہے۔ یہی تزکیہ نفس ہے اور اسی سے مقام عبدیت حاصل ہوتا ہے۔ جب ہر خواہش نفی ہوجائے گی تو وصالِ رب نصیب ہوگا۔

۱۲۔ شکر اللہ کی نعمت کے صحیح استعمال کا نام ہے۔ اس کا غلط استعمال نافرمانی اور معصیت ہے۔

۱۳۔ اللہ تبارک تعالیٰ کو وہ عبادتیں اور خیرات پسند ہے جو صرف ان ہی کیلئے ہوتی ہے جس عبادت میں انسان اپنا مفاد اور غرض قائم کرلے گا وہ عبادت مقبول بارگاہ نہیں ہوگی۔ انسان سینکڑوں برس کی عمر پائے اور ساری عمر الٹا لٹک کر عبادت کرتا رہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ بخشش اور مقامِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر انسان نے اپنی عبادت کے اجر کا خیال کیا تو ہمارے نزدیک وہ عبادت بیکار ہے۔ ایک شخص کو معرفتِ الٰہی نصیب ہوئی۔ جب وقت آخر آیا تو بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ اُس نے خیال کیا کہ میں نے تو بہت عبادت کی ہے۔ فوراً ہی تکلیف جاتی رہی لیکن معرفت چھن گئی۔ اگر کسی کی خدمت کرکے خیال کیا جائے کہ یہ میرے لئے دعا کردیں گے یا مجھے کوئی نفع پہنچادیں گے تو خدمت بیکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو یہ پسند ہے کہ عبادت کی جائے اور یہ کہا جائے کہ معبود تیری بندگی کا حق ادا نہ کرسکا' میں تو کسی لائق نہیں' تیرا کرم ہے کہ مجھے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی' ایسا انسان بامراد ہے۔ جس نے اپنی عبادت پر غرور کیا اُس نے اپنی عبادت ضائع کردی۔

۱۴۔ زندگی دراصل اس وقت کا نام ہے جو انسان واپسی کے سفر پر خرچ کرتا ہے۔ وقت بمنزلہ قدم کے ہے۔ جو قدم صحیح اٹھاتا ہے اس کا سفر بھی صحیح ہوتا ہے۔ غلط قدم اٹھانے والا راستے سے ہٹ کر ہلاک ہوجاتا ہے۔

ادب اس قدم کی حفاظت کے قانون کا نام ہے جو قانون کے اندر رہتا ہے اسے انعام ضرور ملتا ہے۔ ایک بینا بچہ نابینا بوڑھے سے جلد سفر طے کرتا ہے۔

۱۵۔ حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ نے ایک کتے کی تعظیم کی۔ فرمایا میں نے اپنے شیخ کی خانقاہ میں اسی قسم کا کتا دیکھا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اس راہ میں عجز و انکساری اور نسبت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جب تک عجز نہیں قلب میں زندگی نہیں یعنی شعور نہیں۔ پھر جہالت گھیرے رہتی ہے۔ جہالت تاریکی ہے اور تاریکی میں ٹھوکریں کھاکر زخمی ہونا پڑتا ہے۔ اس تاریکی میں بچنے کے لئے روشنی کا حصول ضروری ہے۔ یہ روشنی نفس پر تشدد کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۶۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کے ارادوں سے واقف ہیں۔ جن کے ارادے رضائے الٰہی کے لئے ہوتے ہیں ان کی عبادت مقبول بارگاہ ہوتی ہے اور انہیں عمل نیک کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ جو نیک کہلوانے کے لئے عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت مقبول بارگاہ نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی عبادت چھپاکر محض رضائے الٰہی کے لئے کرے۔ بغیر پرہیزگاری کے عمل مقبول بارگاہ نہیں ہوتا۔ پرہیزگاری یہ ہے کہ روزی حلال کھائے' حقوق العباد ادا کرے اور اپنے اعضاء کو اللہ کے احکام کے مطابق اٹھائے۔

۱۷۔ جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہین۔ جو ماتحتوں سے شفقت سے پیش آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر شفقت فرماتے ہیں۔ جن میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے ان کی روزی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔

۱۸۔ انسان کو چاہئے کہ جیسے زبان سے اللہ کا ذکر کرے ویسے ہی قلب سے عقائد رکھے وگرنہ ذکر بیکار ہوگا۔ جن کا ذکر قلب کے ساتھ ہے یعنی اعتقاد اچھے ہیں اور قلب میں اللہ کا خوف ہے اور وہ اللہ کی عظمت کو پہچانتے ہیں ان کا ذکر درست ہے۔

۱۹۔ انسان کو چاہئے کہ زبان سے ایسے الفاظ نکالے جو اس کے لئے

مفید ہوں اور باعث نجات ہوں۔ ایسے الفاظ نہ نکالے جو ہلاکت کا باعث ہوں۔ انسان پر جتنی بھی مصیبتیں آتی ہیں زیادہ تر اس کے اپنے ہی الفاظ کی گرفت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے خیال اور یقین درست رکھے۔ جن کے یقین درست ہیں وہ دنیا سے محبت نہیں رکھتے۔ دنیا سے محبت رکھنے والے' نفس کی موافقت کرنے والے شیطان کے دوست ہوتے ہیں۔

۲۰۔ نماز سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے' اللہ کی توحید حاصل ہوتی ہے' اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جو اپنی نمازیں درست کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی محبت عطا فرماتا ہے۔

۲۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق ان لوگوں کے شامل حال فرماتے ہیں جو پہلے قصد کرتے ہیں پھر اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں ایک روز اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں۔ جس کا جیسا ارادہ ہوتا ہے ویسا ہی اس کا سفر ہوتا ہے۔ جو اپنے ارادوں میں پختہ ہوتے ہیں اور صدیق ہوتے ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ حق الیقینی عطا فرماتے ہیں وہ اپنے رب کا گلہ شکوہ نہیں کرتے اور ہر معاملے میں راضی برضا رہتے ہیں اور اپنے رب کی طرف منتظر نگاہیں رکھتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ جیسے سلوک کا اللہ سے مُطمئنی ہو ویسے ہی رب سے گمان رکھے۔

۲۲۔ جس پر معبود انعام فرماتے ہیں وہ انعام ان کی خوشی کی دلیل ہے۔ اور جس سے رب خوش ہوجائیں سمجھ لو اُس کا سفر کامیاب ہے۔

۲۳۔ دنیا پیٹ کی کھیتی ہے اور دل آخرت کی کھیتی ہے۔ انسان دنیا کا مسافر ہے اور آخرت کا مقیم۔ مسافر کو سفر کی نسبت سے ذخیرہ حاصل کرنا پڑے گا اور آخرت کی کھیتی میں مقیم کی حیثیت سے ذخیرے کا انتظام کرنا ہو گا۔ انسان کو چاہئے کہ سفر کے ذخیرے سے زیادہ قیام کے ذخیرے کی فکر کرے۔ سفر کی میعاد کم ہے اور قیام دائمی ہے۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ جن بندوں پر رحم و کرم فرماتے ہیں ان کے قلوب کو اپنی جلوہ گاہ بناتے ہیں اور ان قلوب پر تجلی فرماتے ہیں اس تجلی کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت جمالی اور ایک حالت جلالی۔ جن پر جمالی تجلی

فرماتے ہیں انہیں محبت نصیب ہوتی ہے۔ اس محبت میں ایک کیف و مستی' حلاوت اور لذت نصیب ہوتی ہے۔ پھر اور کرم فرماتے ہیں تو اس محبت کو اپنی زبان عطا فرماتے ہیں۔ وہ زبان اپنے رب کو پکارتی ہے۔ اِس پکار کا نام ذکر ہے۔ جب ذاکر کا ذوق و شوق بڑھتا ہے تو معبود اُس پکارنے والے کو پکارتے ہیں۔ جب اور راضی ہوتے ہیں تو اس ذاکر پر اپنے حبیب پاک ﷺ کی اتباع کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ وہ بندہ سچا امتی بن جاتاہے اور ان چیزوں سے پرہیز کرنے لگتا ہے جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو ناپسند ہیں۔ جب بندے کو اس حال میں صدیق پاتے ہیں تو اسے روشنی عطا فرماتے ہیں۔ اس روشنی میں انسان اپنی منزل کو دیکھتا اور پہچانتا ہے۔ ان حضرات کے پاس بیٹھنے سے عبادت میں لذت و سرور پیدا ہوتا ہے۔ اور رقت پیدا ہوتی ہے جس سے غسل باطن ہوتا ہے۔ انسان کا قلب آنکھوں کے پانی سے غسل کرتا ہے۔ اس گریہ سے گناہوں کی سیاہی اس طرح دُھل جاتی ہے جیسے صابن سے کپڑے کا میل دُھل جاتاہے۔ اور جن پر جلالی تجلی ڈالتے ہیں وہ ڈرجاتے ہیں اور اپنے ماضی کے گناہوں سے گریز کرتے ہیں اور معبود سے معافی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اللہ کی جناب میں گریہ اور آہ و زاری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں متقیوں کا مقام عطا فرماتے ہیں۔

۲۵۔ بصارت والے نظر آتے ہیں بصیرت والے نظر نہیں آتے۔ انسان یوں تو ہرایک کو آنکھوں سے دیکھتا ہے لیکن پہچان بصیرت سے ہوتی ہے۔ وہی نگاہیں ماں پر بھی پڑتی ہیں' بہن پر بھی پڑتی ہیں' بیوی پر بھی پڑتی ہیں لیکن ہرایک کا مقام کا بصیرت سے پتہ چلتا ہے۔ مکروہ اور حرام چیزیں کھانے سے' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دل سے بھلادینے سے بصیرت جاتی رہتی ہے۔ ان تمام چیزوں سے بڑھ کر عشق ہے۔ عشق وہ کحل الجواہر ہے کہ جب یہ سرمہ آنکھوں میں لگ جاتا ہے تو تمام چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے دوربین اور سیربین سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے چاہنے والوں کے سینوں میں دوربین اور سیربین لگارکھی ہے۔

۲۶۔ انسان کے اندر دنیا کی مکروہات اور شیطانیت کا غلبہ ہوتا ہے تو خیالات پراگندہ ہوجاتے ہیں۔ یقین بگڑ جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو شمار

میں لانے لگتا ہے۔ اپنی عقل کو بہتر جانتا ہے۔ یہ سب انسانی مکروہات ہیں۔
جب انسان اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ اسے ذکر نفی اثبات کی
تعلیم دیتے ہیں۔ یہ ذکر کیا ہے۔ اللہ کا نام لئے جاؤ اور باقی نفی کئے جاؤ۔
اس ذکر سے اندر کی گندگی اور ناپاکی دور ہوجاتی ہے ایک وقت آتا ہے کہ
ماسوا سب نفی ہوجاتا ہے اور اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ
کے حالات زندگی دیکھ لو۔ اس قدر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کہ اپنی نفی کر دی
اور اللہ ہی اللہ رہ گیا۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ
اے محمد ﷺ آپ ہو اور میں ہوں اور جو پیدا کیا آپ ہی کے لئے ہے۔
حضور ﷺ بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ تو ہے میں
نہیں ہوں اور جو کچھ تو نے پیدا فرمایا سب تجھ پر نثار ہے۔ یہ کمالِ عبدیت
ہے لوگ اسے کمالِ معبودیت سمجھتے ہیں۔ یہ بھول ہے ان کی۔ بندہ خدا
نہیں بن گیا۔ کمالِ عبدیت حاصل کر کے مظہر خدا بن گیا ہے۔ یہ اللہ نے
اس میں کمالِ پیدا کیا ہے۔ اب غور فرمائیں حضور ﷺ نے غزوۂ بدر میں
کفار کی طرف ایک مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے
محبوب ﷺ وہ ہمارا ہی ہاتھ تھا۔ یہ کمالِ عبدیت ہے اور لوگ اسے شرک
کہتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی سب سے پہلے یہی ''شرک'' ہوگا۔ تمام
مخلوق انبیاء علیہم السلام کے پاس جائے گی کہ ہمیں اللہ کی بارگاہ میں پیش
کریں۔ وہ فرمائیں گے یہ ہمارے بس کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب
پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوجاؤ۔ جسے
لوگ ''شرک'' کہتے ہیں وہ وسیلہ ہے۔ اور بغیر وسیلے کے تو وجود انسانی بھی
نہیں۔ انعام بھی ملتا ہے تو وسیلے سے اور انعام ضبط بھی ہوتا ہے تو وسیلے
سے۔ حضرت سیدنا نبینا آدم علیہ السلام کو جنت سے جو اس دنیا میں بھیجا گیا وہ
بھی وسیلے سے اور اولاد آدم علیہ السلام کو جو انعام ملے گا اور جنت میں داخل
کیا جائے گا وہ بھی وسیلے سے۔

۲۷۔ حضور نبیؐ کریم ﷺ نے اہل مدینہ کو ''میرے انصاری'' کہہ کر
پکارا۔ انصاری کے معنی ہیں خدمت گار' مدد کرنے والا۔ تو مدد کرنے والا
انصاری ہوگیا۔ اور غیر عقائد والے کہتے ہیں کسی سے مدد نہ مانگو یہ شرک
ہے۔ اگر یہ مشرکانہ الفاظ ہوتے تو حضور ﷺ کی زبان مُبارک پر کبھی نہ
آتے۔ حضور ﷺ نے بڑے پیار سے فرمایا ''میرے انصاری''۔ قرآن

شریف میں عیسائیوں کو نصاریٰ کہا گیا ہے۔ اس کے بھی یہی معنی ہوتے ہیں۔ قرآن شریف میں رب یہ بھی فرمارہا ہے کہ تم مدد کرو ایک دوسرے کی بلکہ یہ کہ تم میرے دین کی مدد کرو میں تمہاری مدد کروں گا۔ تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب کسی سے مدد لینے کا موقعہ آئے تو یہ غیر عقائد والے کہتے ہیں جائز ہی نہیں' شرک ہے۔ تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کچہری میں کس کے لئے مدد ہورہی ہے؟ یہ تھانے کس کی مدد کررہے ہیں؟ یہ مدرسے کس کی مدد کررہے ہیں؟ یہ عدالت میں پیش ہونے کے لئے وکیل کرنا' وکیل سے مدد لینا کیا ہے؟ یہ سب مدد کے لئے ہے یا نہیں؟ یا تو کہہ دو کہ ان سب سے مدد لینا غلط ہے۔ اے عزیز من بجلی سے پنکھے چل رہے ہیں۔ بتیاں جل رہی ہیں' بڑے بڑے مل چل رہے ہیں' بڑے بڑے انجن چل رہے ہیں۔ یہ روشنیاں جہاں سے آرہی ہیں وہ تو منبع نور ﷺ ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا ظہور نہ ہوتا تو اندھیرا تھا۔ یہ سب روشنیاں آپ ﷺ نے پھیلائی ہیں۔ وہیں سے سب روشنی پاتے ہیں۔ صرف نام ہورہا ہے ان سے مانگا' اُن سے مانگا۔ سب خادم و غلام رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔ کسی اللہ والے کا ہاتھ تھام لیں تو حضور نبیٔ کریم' فخرِ نبی آدم جنابِ احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچے گا۔

۲۸۔ راہ طریقت میں مفلسی اور تونگری کی کوئی قید نہیں۔ یہاں صرف قلب دیکھے جاتے ہیں۔ روح کا تعلق روح سے ہے۔ یہ رب کی عطائیں ہیں۔ کسی کو زریں کپڑے پہناکر راضی ہورہے ہیں کسی کو لنگوٹی بندھواکر راضی ہورہے ہیں۔ یہ ان کی عطائیں ہیں۔ اس میں دخل اندازی کا کسی کو حق نہیں۔ رب مالک ہیں اور ان کے حبیب پاک ﷺ مختار کلُ ہیں۔ جسے چاہا جیسا بنادیا۔

۲۹۔ باادب بانصیب ہوتے ہیں اور بے ادب بے نصیب ہوتے ہیں۔ با ادب اچھے مقام حاصل کرتے ہیں اور بے ادب اپنی کمائی بھی کھوبیٹھتے ہیں۔

۳۰۔ بغیر رہبر کے کسی بھی مقام یا منزل کا طے ہونا ناممکن ہے۔ اہلِ دنیا جب دنیا کی منازل طے کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی واسطہ اور وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ عِلم حاصل کرنے کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی فن

حاصل کرنا ہو اس کے لئے استاد ضروری ہے۔ جب دنیا کے مقام بغیر رہبر کے طے نہیں ہوتے تو پھر آخرت' جو کہ بڑا ہی نازک مقام ہے' وہ بغیر رہبر کے کیسے طے ہوسکتا ہے؟ دنیا کے رہبر کا نام استاد ہے اور آخرت کی راہ بتانے والے کو شیخ طریقت کہتے ہیں' پیر کامل کہتے ہیں۔ اہل طریقت راہ حق دکھاتے ہیں اور آستانہ خدا تک پہنچاتے ہیں۔

۳۱۔ شیخ طریقت کعبہ مجازی سے کعبہ حقیقی کی زیارت کرا دیتا ہے۔ کعبہ مجازی کی زیارت تو پیسہ خرچ کرنے سے ہوجاتی ہے لیکن کعبہ حقیقی کی زیارت شیخ طریقت کی محبت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ کعبہ انسان کے دل میں بنتا ہے اور دل میں ہی خدا کی زیارت ہوتی ہے۔

۳۲۔ شیخ سعدی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مرید اسے کہتے ہیں جو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پھر جو وہ کہیں اس پر عمل کرے' آداب شیخ کو ملحوظ رکھے اور ظاہر و باطن یکساں رکھے۔ ارادت ترک عادت کا نام ہے۔ یعنی سابقہ عادت ترک کرے ارادت حاصل ہوجائے گی۔ جسے ارادت حاصل ہوئی اسے آداب شیخ حاصل ہوئے اور وہی اپنی مراد کو پہنچا۔

۳۳۔ صحبتِ اہل طریقت سے اصلاح ظاہر و باطن ہوتی ہے۔ یہ روحانی طبیب ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت سے روحانی امراض دور ہوجاتے ہیں۔ انسان کو غم دنیاوی خواہشات میں محرومی سے ہوتے ہیں اہل طریقت کی صحبت سے سب خیالات دور ہوکر ایک ہی طرف رجوعیت ہوجاتی ہے۔ اے عزیز من ساتھ ہونے سے مراد یہی ہے کہ صدیقین کے تصور میں رہو۔ تصورِ شیخ روحانی بجلی ہے۔ جس کا تصور قائم ہوگیا اس کے ساتھ اس کا شیخ موجود ہے۔ ختم نبوت ہوئی ہے ختم ولایت نہیں' فیضانِ نبوت قیامت تک جاری و ساری رہیں گے کیونکہ حضور ﷺ حیات النبی ہیں۔ جس سے محبت ہوتی ہے مصیبت میں وہی یاد آتا ہے۔

(۳۴) اگر انسان کا دل زندہ ہے تو زندگی ہے اور نفس زندہ ہے تو موت ہے۔ جس کا نفس زندہ ہے وہ انسان بظاہر زندہ نظر آتا ہے لیکن مردے سے بدتر ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی چاہتا ہے تو اپنے نفس کو مردہ کرے اور اپنے دل کو زندہ کرے۔ جس نے اپنا دل زندہ کرلیا اس نے حیات حاصل کرلی۔

(۳۵) انسان کا جسم محتاجِ جان ہے اور انسان کا دل محتاج ایمان ہے۔ جسم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی ایمان سے ہے اور ایمان کی زندگی محبتِ رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ جس کے قلب میں حضور ﷺ کی محبت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں جس کے پاس ایمان نہیں میرے نزدیک کافر ہے مسلمان نہیں۔

(۳۶) تمام جھگڑے نفس پرستی کی وجہ سے ہیں۔ جو انسان نفس کا بندہ ہے وہ جھگڑوں میں مبتلا رہتا ہے۔ جب نفس کو مردہ اور دل کو زندہ کرلے گا تو تمام جھگڑوں سے محفوظ ہوجائے گا۔

(۳۷) یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کے ذکر سے رزق کم ہوگا۔ رزق کم نہ ہوگا' نہ یہ خیال کرنا کہ ہمیں ضرورت سے زیادہ رزق حاصل ہوگا رزق کے انبار لگ جائیں گے۔ یہ بھی نہیں ہوگا۔ ہاں اگر رب سے بیوپار کریں تو رب فرماتا ہے میں ایک کے دس دیتا ہوں' ستر بھی دیتا ہوں اور ایک کے سات سو بھی دیتا ہوں۔ اگر نام ونمود کیلئے خیرات کرتا ہے تو یہ رب سے بیوپار نہیں۔ اولیاء اللہ چپکے چپکے دیتے ہیں' حاجت مندوں کو دیتے ہیں' بلا بلا کر دیتے ہیں' تلاش کرکر کے دیتے ہیں۔

(۳۸) ہر انسان مثل ایک مسافر کے ہے جسے آخرت کا سفر درپیش ہے۔ ہر انسان کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کی طرف اسے لوٹ جانا ہے۔ دنیا کے سفر کا توشہ ساتھ رکھنا پڑتا ہے لیکن آخرت کے سفر کا توشہ پیشگی وہاں بھیجنا ہوگا جب وہاں کام آئے گا۔

(۳۹) ایک روز چند صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پورا سال روزے رکھیں گے' تمام رات جاگ کر عبادت کریں گے اور شادی بھی نہیں کریں گے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ میں رات کو جاگتا بھی ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا اور میں شادیاں بھی کرتا ہوں۔ اے صحابہ رضی اللہ عنہم تم میری سنت ادا کرو۔ اسی میں نجات ہے۔

(۴۰) اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تم ساتھ رہو صدیقین کے۔ ساتھ ان کے رہا جاتا ہے جن سے محبت ہو۔ ایک ساتھ رہنا تو یہ ہے کہ وہ اٹھیں تو ہم اٹھیں' وہ بیٹھیں تو ہم بیٹھیں' وہ کھائیں تو ہم کھائیں' وہ سوئیں تو ہم سوئیں۔ اور ایک ساتھ رہنا یہ ہے کہ ہم ان کے تصور میں رہیں۔

۴۱۔ اگر کوئی شخص ہوا میں بھی اڑے اور اڑتے اڑتے کہے کہ نماز نہ پڑھنا تو وہ کافر ہے۔ کیسے نہ پڑھنا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پڑھی۔ پیروں کے پیر حضرت غوث الاعظم ؓ' نے پڑھی۔ شریعت مقدم ہے۔ جو شریعت پر چلے گا اسی میں سے طریقت 'معرفت اور حقیقت کی راہیں کھلیں گی۔

۴۲۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا لیکن ان کے ایمان میں فرق نہ آیا۔ اور نہ ہی نبوت کا مرتبہ گھٹا۔ ہمیں بھی شیطان دھوکے دیتا رہتا ہے لیکن ہمارے ایمان پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

۴۳۔ محبت میں محنت ہے اور جنت آرام کی جگہ ہے۔ محنت کی جگہ دنیا ہے۔

۴۴۔ نماز بڑی عبادت ہے مسلمانوں کے لئے۔ نماز میں قرآن شریف پڑھتا ہے۔ قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہے' فرعون کا بھی ذکر ہے' عادو ثمود کا بھی ذکر ہے۔ سب پڑھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ پھر تشہد ہے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ پر سلام ہے' پھر صالحین پر سلام ہے۔ محبوب رب العالمین ﷺ پر سلام بھیجنے سے اور صالحین کا نام لینے سے آپ نماز کے میدان سے باہر تو نہیں آتے' نماز میں ہی رہتے ہیں۔ پھر جب اہل طریقت اپنے پیشواؤں کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے تصور سے رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں تو اسے ناجائز کیوں کہا جاتا ہے؟ اصل بات نیت کی ہے آپ کی نیت عبادت کی ہے تو عبادت ہے اور آپ کی نیت عبادت کی نہیں تو عبادت نہیں۔

۴۵۔ حلقہ ذکر میں لوگوں کو جمع کرکے ذکر کرنے کی کیا ضرورت

ہے؟ ہر ایک اپنے ہی حجرے میں بیٹھ کر ذکر کرلیتا۔ یہ اجتماع اس لئے کیا جاتا ہے کہ عوام میں ایک خاص ضرور ہوتا ہے اور غافل دلوں میں ایک بیدار دل بھی ہوتا ہے۔اس بیدار دل کی وجہ سے سب میں بیداری پیدا ہوجاتی ہے۔ جب سب مل کر ذکر کرتے ہیں تو سب کے ذکر کی آواز ایک ہی ہوتی ہے۔اِس سے جو غافل ہیں وہ بھی بیدار ہوجاتے ہیں۔

۴۶۔ رب تبارک و تعالیٰ بے شک دیتا ہے لیکن وسیلےاور واسطے سے دیتا ہے۔ کوئی کام وسیلے اور واسطے کے بغیر نہیں ہوتا۔ دیکھو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے کہ ان کا وسیلہ پکڑو مجھ تک پہنچ جاؤگے۔ یہ نہیں ہوا کہ اللہ جل شانہ خود ہی ہدایت کے لئے اتر آتے۔ اگر وہ خود ہی آسمانوں سے اتر آتے تو مخلوق میں طاقت نہیں تھی کہ اللہ جل شانہ کے ارشاد کو برداشت کرتے۔اگر کوئی ان کی ایک پکار سن لے تو دنیا پانی پانی اور ریزہ ریزہ ہوجائے۔ پہاڑ اس طرح اڑ جائیں جیسے روئی دھنی جارہی ہے۔ اس لئے رب نے اپنی شان رحیمی و کریمی کے صدقے پیغمبروں کو ہدایت کے لئے بھیجا۔ جو ان کے پیچھے پیچھے چلا' اللہ تک پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ انسان وسیلے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ تک پہنچ سکتا ہے۔ والدین بچے کے لئے وسیلہ ہیں۔ بچہ والدین کے سائے میں رہ کر پرورش پاتا ہے جب خورد سالی کا زمانہ آیا تو تعلیم کے لئے استاد کا وسیلہ ہے۔ جب سن بلوغ کو پہنچا تو کسی دفتر میں یا کسی صنعتکار کے پاس بیٹھا' اس کا وسیلہ حاصل کیا۔ بال بچے ہوتے ہیں تو میاں بیوی کے وسیلے سے۔ جب انتقال ہوتا ہے تو پھر بھی وسیلے کی ضرورت ہے۔ مردہ یہ نہیں کہتا میں مرگیاہوں' خود ہی قبرستان چلا جاؤں گا۔ مردے کو وسیلے کی سخت ضرورت ہے۔ چارپائی' کفن دفن کے بغیر کیسے کام چلے؟ پھر قبر میں وسیلے کا محتاج' اسے ایصال ثواب کی ضرورت ہے۔

۴۷۔ فی زمانہ علم دین سیکھنے کو گذر معاش بنالیا ہے۔ یہ دنیا کمانے کی باتیں ہیں۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث مقدسہ سے دنیا کماتے ہیں۔ پیغام حق پہنچانے والے طمع دنیا نہیں رکھتے۔ اللہ کی محبت میں اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں عبادت اور اعمال وہی مقبول ہیں جن میں اخلاص ہے۔ اخلاص کیا ہے؟ انکساری اور عاجزی اختیار کرو' خدمت خلق کا جذبہ رکھو'

دکھے دل کو راحت پہنچاؤ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرو۔

۴۸۔ ایک شخص نے خواب میں خود کو نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ وہ شخص آداب بجالایا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تیری نماز دیکھنے آیا ہوں۔ قیامت کے دن یہ تیرے منہ پر ماردی جائے گی۔ پھر ارشاد فرمایا آندھی اور بارش کی طرح نماز نہ پڑھ۔ بلکہ استقامت کر۔ پھر حضور ﷺ نے خواب ہی میں اسے نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا اس طرح پڑھ۔ وہ شخص حضور ﷺ کی خاص نوازش و کرم سے اس طریقہ مبارکہ کے مطابق نماز پڑھنے لگا۔

۴۹۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے ہمارے قلوب میں جو نور عطا کیا ہے اسے بڑھاؤ' گھٹاؤ نہیں۔ ہر ایک کا رزق باری تعالیٰ نے تجویز فرمادیا۔ اگر خیرات کی جائے تو رزق بڑھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جس نے میرے نام پر ایک پیسہ دیا میں دس کا ثواب دیتا ہوں۔ پانچ وقت کی نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کا ہے۔ جو ایک بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اسے دس کا کھانا ملتا ہے۔ اپنے رزق کو بڑھاؤ' گھٹاؤ نہیں۔ عقل و شعور سے کام لو۔ ہر ایک کو خیرات نہیں دینی چاہئے۔ پیشہ ور گداگروں کو نہ دو۔ غریب' مسکین' مستحقین تلاش کرو۔ جہاں قلب مطمئن ہو وہاں خیرات دو۔

۵۰۔ حج سے واپس آنے کے بعد چند بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور گھر میں داخل ہونے سے قبل دو نفل شکرانے کے پڑھو اس مقام پر حاضری کا منشا یہ ہے کہ قلوب کی صفائی ہوجائے۔ حج نام نمود کی خاطر نہیں کیا جاتا۔ یار دوستوں میں اس انداز سے ذکر نہ کرو کہ جیسے حج کرکے اللہ تعالیٰ پر بڑا احسان کیا ہے۔ بلکہ عاجزی اور انکساری اختیار کرو اور کہو کہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ کرم اور احسان ہوا کہ انہوں نے حج کی توفیق عطا فرمائی۔

۵۱۔ ساری نعمتیں اور دولتیں مدینہ طیبہ سے تقسیم ہوتی ہیں۔ ایمان یہاں سے' تکمیل ایمان یہاں سے' ہدایت یہاں سے۔ اور تبلیغی جماعت والے مدینے والوں کو ہدایت کرنے آتے ہیں۔ یہ ایمان سے خارج ہونے کے چلن ہیں۔

۵۲- کسی نے پوچھا جنتی کی کیا علامت ہے۔فقیر نے کہا قلب سے پوچھو جتنی نبی کریم ﷺ کی محبت ہے اتنے جنتی ہو۔

۵۳- اے عزیز ہم اہل فرض نہیں' اہل سنت و الجماعت ہیں۔ فرض تو انسان پر بالغ ہونے کے بعد عائد ہوتے ہیں اور سنت رسول ﷺ پیدا ہوتے ہی بچے کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کچھ مال و زر لے کر نہیں آتا۔ بچے کو غسل دینا' کپڑے پہنانا' ختنہ کرنا۔ وغیرہ یہ سب سنت ہی تو ہے۔ معلوم ہوا کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی سنت پر عمل شروع ہوجاتا ہے۔ جب بچہ جوان ہوتا ہے تو شادی کرتا ہے۔ یہ بھی سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ جب انتقال ہوتا ہے تو کلمہ شریف پڑھا جاتا ہے۔ یہ بھی سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ کفن دفن کا طریقہ بھی سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے' قبر میں رکھنا بھی سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ انتقال کے بعد ہدیہ ایصال ثواب پہنچانا بھی سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔

۵۴- اے عزیزِ من ایمان نجات ہے' نماز مناجات ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ درجات ہے۔ اہل سنت و الجماعت کی نماز اس وقت درست ہوتی ہے جب ان کا ایمان درست ہوتا ہے اور ایمان محبتِ رسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔ حضور ﷺ کی محبت تکمیلِ ایمان ہے اور ایمان ہی ہماری نجات ہے۔

۵۵- اے عزیز من اگر کوئی شخص حضور نبیٔ کریم ﷺ کی نعلین پاک کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔ جن کے عقیدے درست نہیں وہ لاکھ قرآن شریف رٹیں انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور اہل محبت کے لئے ایک لفظ بھی کافی ہے۔

۵۶- اے عزیز من' روح کا تعلق جسم سے بھی ہے اور دل سے بھی ہے۔ بہ نسبت جسم کے دل سے زیادہ تعلق ہے۔ جب انسانی جسم گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے تو رحم و کرم' اخلاق و مروت' محبت اور کردار اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ خلوص دل سے کلمہ طیب پڑھے اور عقیدے کی درستگی کرے ورنہ دائمی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یعنی ان گناہوں کا صیقل کلمہ طیب اور عقیدے کی درستگی ہے۔ عقیدے کی درستگی صحبت اولیاء اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔

۵۷۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ عمل مقبول ہے جو محبت اور اخلاص سے کیا جائے۔ دکھاوے والا عمل قبول نہیں۔ تین شخص سفر پر نکلے۔ راستے میں بارش نے آلیا۔ ایک غار میں پناہ لی۔ اس غار کا منہ پہاڑ کا تودہ گرنے سے بند ہوگیا۔ انہوں نے سوچا کہ اب طاقت کا کام نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں کوئی پرخلوص عمل پیش کرکے اس کی پناہ چاہیں۔ ایک نے کہا باری تعالیٰ میں نے ایک ملازم رکھا۔ اس کا معاوضہ ۱۳ سیر چاول اور ۲ درہم مقرر کیا۔ کام کرنے کے بعد وہ شخص بغیر معاوضہ لئے کہیں چلا گیا۔ میں نے ان چاولوں کی کاشت کی، فصل کاٹی، پھر کاشت کی۔ اس طرح بہت بڑی رقم جمع ہوگئی۔ ایک دن اچانک وہ آگیا اور اپنا معاوضہ طلب کیا۔ میں نے سارا منافع اسے دے دیا کہ سب تیرے معاوضے سے حاصل ہوا ہے۔ اے باری تعالیٰ اگر میرا عمل تیری بارگاہ میں قبول ہے تو یہ تودہ ہٹادے۔ تھوڑا سا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا۔ دوسرے نے کہا کہ میں اپنی چچا زاد سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن چچا کے ہاں سے انکار ہوگیا۔ میں نے اس لڑکی کو اپنے پاس بلایا اور اپنی نفسانی خواہش پوری کرنا چاہی۔ اس نے کہا کیا تجھے اللہ سے خوف نہیں آتا۔ میرے دل میں آپ کا خوف پیدا ہوا اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ اے باری تعالیٰ اگر میرا یہ عمل مقبول بارگاہ ہو تو پہاڑ کا تودہ ہٹادیں۔ تھوڑا سا پہاڑ اور ہٹ گیا۔ تیسرے نے کہا میری ماں ضعیف تھی میں رات کو پہلے ماں کو دودھ پلاتا تھا پھر اپنے بچوں کو دیتا تھا۔ ایک دفعہ ماں سوگئی۔ میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اس خیال سے نہ جگایا کہ میری ماں کی نیند خراب ہوگی۔ میرے بچے بھوکے سوگئے۔ جب ماں جاگی تو دودھ پیش کیا۔ ماں نے بڑی دعائیں دیں۔ اگر یہ عمل مقبول ہو تو پہاڑ کا تودہ ہٹادیں۔ سارا تودہ ہٹ گیا اور راستہ کھل گیا۔ منشا بیان کرنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص پسند ہے اور نام و نمود والا عمل پسند نہیں۔

۵۸۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم اور معرفت میں کیا فرق ہے؟ علم کے معنی جاننے کے ہیں اور معرفت کے معنی پہچاننے کے ہیں۔ جب تک انسان خود کو نہ پہچانے خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ خود کو پہچاننے کے لئے آئینے کی ضرورت ہے۔ یہ آئینہ ذاتِ شیخ ہے۔ اے عزیز من دیکھنے کے لئے آنکھ کی روشنی کی ضرورت بھی ہے اور چاند سورج کی روشنی کی

بھی ضرورت ہے۔ دونوں میں سے ایک نہ ہو تو نظر نہیں آتا۔ بس یہی علم اور معرفت کا آپس میں تعلق ہے۔ علم حاصل کرکے معرفتِ شیخ حاصل کرے تو مراد کو پہنچے گا۔

۵۹۔ موجودہ دور میں اگر کوئی کسی کی اطاعت کرتا ہے تو کفر کے فتوے لگ جاتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ لوگ اس مغالطے میں کیوں ہیں؟ عبادت کسی کو معبود مان کر بندگی کے اظہار کرنے کو کہتے ہیں اور اطاعت تو کسی حاکم کا حکم ماننے کو کہتے ہیں۔ پیغمبر خدا کا حکم ماننا اطاعت ہے، شیخ کا حکم ماننا اطاعت ہے، علماء دین کی بات سننا ماننا اطاعت ہے، ماں باپ کا حکم ماننا اطاعت ہے، محکمے کے افسرِاعلیٰ کا حکم ماننا اطاعت ہے۔ مذہب اسلام میں اطاعت نہ شرک ہے نہ کفر۔ جب کوئی ماں باپ کو، پیر کو، افسر کو، پیغمبر کو، خدا سمجھ کر ان کی اطاعت کرے تو کفر ہوگا۔ لیکن پیغمبر کو پیغمبر سمجھ کر، پیر کو پیر سمجھ کر، ماں باپ کو ماں باپ سمجھ کر، اطاعت کرنا کارِثواب ہے۔

۶۰۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ میری اتباع کرو بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ کی اتباع کرو۔ اتباع کے معنی ہیں نقشِ قدم پر چلنا۔ حضور ﷺ جس راستے سے چلے اس طرف چلو۔ جو ارشاد فرمایا اس طرح عمل کرو۔ حضور ﷺ کی ادا، وضع کو اختیار کرنا اتباع ہے۔

۶۱۔ وحی الٰہی جو جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعے آئی وہ قرآن شریف ہے۔ اور جو اللہ کا حکم یا جبرئیل امین علیہ السلام سے گفتگو حضور نبیٔ کریم ﷺ نے سنائی وہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے اور جو حضور نبیٔ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور سوال جواب ہوئے وہ حدیثِ قدسی ہے۔ معراج شریف کی گفتگو حدیث قدسی ہے۔

۶۲۔ بشر ہونے کی حیثیت سے نبی بھی بشر۔ شرابی بھی بشر ہے۔ چور بھی بشر ہے۔ اے عزیز من غور کرو وہ بھی پتھر ہیں جو سڑکوں پر پڑے رہتے ہیں اور ایک جواہرات ہیں جو جوہریوں کی تجوری کے اندر ہیں اور بیگمات کے گلے کی زینت ہیں۔ کیا پتھر ہونے کی حیثیت سے سب ایک ہی قدروقیمت کے ہیں؟ نہیں نہیں۔ پھر یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ سرکارِ دوعالم

ﷺ کی بشریت ہمارے جیسی ہے؟ فرقِ مراتب منشاء قدرت ہے۔

۶۳۔ علم حاصل کرنے کے بعد معرفتِ شیخ کی ضرورت ہے پھر انسان اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ ایک ہی معرفت سے سبھی کام بن جاتے ہیں یعنی معرفتِ شیخ سے معرفتِ رسول اللہ ﷺ اور معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ معرفت کے بے شمار درجے ہیں۔ اگر ایک درجہ بھی کسی کو حاصل ہوگیا۔ تو بس بجلی کا میٹر لگ گیا۔ لائنیں درست ہوتے ہی روشنی آجائے گی۔ اولیاء اللہ سب میٹر ہیں۔ ان کے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے کھمبے ہیں۔ جس قدر قمقمئے جلتے ہیں یہ روشنی پاور ہاؤس سے ہی آتی ہے لیکن میٹر اور کھمبوں کے ذریعے ہی گھر میں آتی ہے۔

۶۴۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا شیطان پیر ہے۔ جب انسان کو صحبت اولیاء اللہ ملتی ہے تو صحیح علم حاصل ہوتا ہے۔ اچھی صحبت سے انسان پر اچھے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ اس میں غریب امیر یا مختلف شکل و شمائل کی کوئی قید نہیں۔

۶۵۔ ایک مسلمان اپنے کافر والدین کو ہدیہ ثواب نہیں پہنچاسکتا۔ کافر والدین کی خدمت کرنا جائز ہے جب دنیا سے چلے جائیں پھر اُس عالم میں کوئی مقام کافر کے لئے نیکی کا نہیں رہتا۔ نہ عبادت کرسکتا ہے نہ عبادت کا ثواب اسے پہنچ سکتا ہے۔ ہاں مسلمان مسلمان کو پہنچاسکتا ہے۔ اس سے مرحوم کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

۶۶۔ جادو کرنے والا کافر ہے۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ پر ایک یہودی اور اس کی بیٹیوں نے جادو کیا۔ حضور ﷺ کو جسمانی تکلیف ہوئی لیکن حضور ﷺ کے قلب، دماغ اور عقائد پر جادو کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ تھا۔ فوراً وحی بھیجی کہ میرے محبوب ﷺ فلاں شخص نے آپ پر جادو کیا ہے فلاں کنویں میں پتھر کے نیچے کچھ دبا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور وہاں سے حضور ﷺ کا موئے مبارک اور کنگھی کے دندانے اور ایک موم کا پتلا جس میں ۱۱ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں نکال لائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ والفلق اور سورۂ والناس عطا فرمائیں جن میں ۱۱ آیتیں ہیں۔ ہر آیت پر ایک سوئی نکل جاتی تھی۔ اگر عقیدہ درست ہو تو ان آیات سے ضرور فائدہ ہوتا ہے۔

۶۷۔ اے عزیز من جو ہندو کے گھر پیدا ہو' وہ کافر ہوا جو مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اب یہ اور بات ہے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوکر وہ کونسا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اگر تعلیم و تربیت درست نہ ہوئی' استاد کامل نہ ملا' صحبت اچھی نہ ملی تو اصلاح نہ ہوئی۔ پھر خدا معلوم وہ مسلمان ہے یا کیا ہے۔ مسلمان کے گھر پیدا ہوکر کسی نے اصلاح ظاہر و باطن کی اور رحمٰن کا دوست ہوگیا اور کوئی فسق و فجور میں داخل ہوکر شیطان کا دوست ہوگیا۔

۶۸۔ اہل ذاکر و شاغل کے لئے انتہا درجے کی پرہیز گاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ولایت اہل تقویٰ کو عطا فرمائی۔ سب سے زیادہ خراب کرنے والی چیز جھوٹ ہے۔ ہاتھ کچھ نہیں آتا لیکن گناہ عظیم ہے۔ جھوٹ تین قسم کا ہے۔ قول کا جھوٹ یعنی خبر غلط دینا۔ فعل کا جھوٹ یعنی جو کہنا وہ کرنا نہیں۔ اور تیسرا جھوٹ ہے عقیدے کا۔ فی زمانہ عقیدے کا جھوٹ بہت چل رہا ہے۔ کہتے ہیں ہم حنفی ہیں اور اندر سے نجدی ہوتے ہیں، دیوبندی ہوتے ہیں۔ عقیدے کا جھوٹ انسان کو غرق کردیتا ہے۔ یہ عقیدے کا جھوٹ ایسا ہے کہ شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہے' وہ بھی دھوکے میں آجاتا ہے۔ اہل سلوک نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص عبادت کا ذوق رکھتا ہے اور ذکر کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ جھوٹ نہ بولے۔ جھوٹ بولنے سے عبادت خراب ہوجاتی ہے' نور زائل ہوجاتا ہے اور عادت خراب ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے بھی بچائے اور جھوٹوں کی صحبت سے بھی بچائے۔

۶۹۔ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہا اجی صوفی صاحب آخرت میں نجات کی کوئی صورت تو بتائیے۔ میں نے کہا میاں آخرت میں تو وہ ہوگا جسے تم شرک کہتے ہو۔ کہنے لگے کیا مطلب؟ میں نے کہا پہلے بندوں سے مانگنا پڑے گا۔ جب قیامت آئے گی تو سب نفسی نفسی پکاریں گے۔ پیغمبر بھی نفسی نفسی کریں گے۔ مخلوق نجات کا ذریعہ تلاش کرے گی۔ پیغمبر خدا کے پاس جائیں گے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہیں گے یا آدم علیہ السلام ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کردیجئے اور ہماری بخشش کرائیے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے یہ کام میرا

نہیں مجھ سے بھی کچھ بھول ہوئی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، تمام پیغمبروں کے پاس جائیں گے کہ ہماری بخشش کرائیے۔ ذرا غور تو فرماؤ اللہ تعالیٰ کے پاس تو جا نہیں رہے، بندوں کے پاس جاکر سفارش چاہتے ہیں تو تمہارے اصول کے مطابق تو یہ شرک ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام جواب دے دیں گے اور کہیں گے کہ چلو حبیب رب العالمین ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں چلو یہ اُن کا کام ہے، رب نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے لئے مقامِ محمود تجویز فرمادیا ہے۔ اب فرمائیے یہ اللہ تعالیٰ کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ رب جلال میں ہوگا۔ کسی میں جرات نہ ہوگی کہ اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوجائے۔ یہ تو اللہ کے محبوب ﷺ کا کام ہے۔ رب اپنے محبوب ﷺ کو دیکھے گا تو غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا اور فرمائے گا اے میرے پیارے محبوب ﷺ میں تو آپ ہی کا انتظار کررہا تھا۔ اب تم کہتے ہو کہ انسان سے مدد نہ چاہو۔ اب کراچی سے لاہور جانے کے لئے وسیلہ ٹکٹ، پھر وسیلہ ریل، پھر سواری جو اسٹیشن تک پہنچائے۔ پھر لاہور پہنچ کر رہبر کی ضرورت جو اس مقام تک پہنچاسکے جہاں آپ کا دوست رہتا ہے۔ دنیا کا سفر بھی بغیر رہبر کے طے نہیں ہوتا۔ اہل طریقت آخرت کے رہبر ہیں۔

۷۰۔ عبادت حُسن عقیدت سے ہوتی ہے۔ اللہ ہمارے ارادوں کو دیکھ رہا ہے۔ اپنے یقین درست کرلو، ارادے درست کرلو، کسی ولی اللہ سے محبت کرلو تو رسول اللہ ﷺ کی محبت حاصل ہوجائے گی اور حضور ﷺ کی محبت تو خدا کی محبت ہے۔ فرعون نے اپنے کو خدا کہا اور حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اناالحق کہا۔ فرعون غرق کردیا گیا اور منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو قرب الٰہی عطا ہوگیا۔

۷۱۔ مواجہ شریف میں ایک صوفی صاحب ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے۔ ایک نجدی نے کہا یہ طریقہ غلط ہے اس طرح نماز پڑھتے ہیں، ہاتھ کھول کر پڑھ۔ صوفی صاحب نے کہا کہ ہاتھ کھول کر مالکی نماز پڑھتے ہیں اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھوں گا تو یہ شافعی حضرات کا طریقہ ہے اور ناف سے نیچے ہاتھ باندھوں گا تو یہ حنفی طریقہ ہے۔ اب بتا میں کیسے کھڑا رہوں؟ ہاتھ باندھنا یا کھولنا کوئی مقام نہیں۔ وہ تو قلب کے اندر دیکھ

رہے ہیں کہ کس نیت سے آیا ہے' دل میں محبت ہے یا نہیں۔

۷۲۔ اولیاء اللہ کی عبادت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ یہ دل ہی دل میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں تم ظاہری تسبیح پڑھتے ہو' ان کا قلب تسبیح پڑھتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز معاف ہوگئی۔ نماز ہرگز معاف نہ ہوگی خواہ تم ہوا میں اڑتے ہو یا پانی پر چلتے ہو۔ شریعت مقدم ہے۔ اگر شریعت کو چھوڑا تو طریقت حاصل نہ ہوگی۔ جن کے قلب درست ہیں ان کے سارے کام درست ہیں۔ جس کو تلاش حق ہے وہ جس ولی اللہ کی صحبت میں بیٹھے گا فیضان سے محروم نہ رہے گا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اگر کسی ولی اللہ کی صحبت سے فیضان حاصل ہو تو یہی سمجھے کہ یہ فیضان میرے شیخ کے دروازے سے حاصل ہو رہے ہیں ورنہ فیضان کے دروازے بند ہوجائیں گے۔ اے عزیز من جو ایک کا محبوب ہوتا ہے وہ سب کا محبوب ہوجاتا ہے۔

۷۳۔ اے عزیز من صورت سے سیرت' قالب سے قلب' قال سے حال اور اعمال سے کمال کا پتہ چلتا ہے۔ مرید صادق میں اخلاص پیدا ہوتا ہے اور پیر کامل اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لینا بتادیتے ہیں۔ یعنی جب دیکھتے ہیں کہ مرید ہمیں محبت سے دیکھ رہا ہے تو اس کے سینے کی طرف رخ کرکے کہتے ہیں "اللہ" بس اتنا کافی ہے۔ ذکر قلب جاری ہوجاتا ہے۔ جس کی اصلاح باطن ہوجاتی ہے اس کا قلب جاری ہوجاتا ہے۔ جس کا قلب جاری ہوجاتا ہے اسے علم لدنی حاصل ہوجاتا ہے۔

۷۴۔ اے عزیز من انسان اللہ کا بھید ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے جب عالم دنیا میں بھیجا تو اختیارات دے کر بھیجا۔ اس کا ہاتھ اس کے حکم سے ہلتا ہے' اس کا پیر اس کے حکم سے چلتا ہے۔ اس کی زبان اس کے حکم سے چلتی ہے۔ جب چاہتا ہے زبان چلاتا ہے جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ جب چاہتا ہے آنکھ سے دیکھتا ہے جب چاہتا ہے آنکھ بند کرلیتا ہے۔ معلوم ہوا اسے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ یہ اختیارات کس نے دیئے ہیں؟ یہ ہمارے خالق و مالک نے دیئے ہیں۔ اب انسان کا فرض ہے کہ غور کرے کہ ہمارا خالق و مالک کیا چاہتا ہے۔ انسان کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے' اس کی

بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے ہیں۔ وگرنہ جو غلام آقا کا نافرمان ہوجائے وہ سزا کا مستحق ہوجاتا ہے۔ بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اہل اصلاح' اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھے۔ اولیاء اللہ ذکر کا طریقہ بتاتے ہیں اللہ کا ذکر کراتے ہیں۔ اس کے ساتھ نفی بھی کراتے ہیں۔ یعنی قلب کے اندر دنیا کی مکروہات کا غلبہ ہوتا ہے' خیالات پراگندہ ہوتے ہیں' یقین خراب ہوتے ہیں اور انسان اپنے آپ کو شمار میں لانے لگتا ہے۔ ان خرابیوں کا یہی علاج ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھ جائے اور ان کی ہدایت کے مطابق ذکر کرے۔ اس سے جسم کی تمام گندگی اور ناپاکی دور ہوجاتی ہے۔ جب تمام چیزوں کی نفی کرکے کہتا ہے "اللہ" تو اس کا ذکر مراد کو پہنچتا ہے۔

۷۵۔ فیضان مصطفوی ﷺ کی روشنی کا پتہ اولیاء اللہ کے حالات اور ملفوظات سے چلتا ہے۔ جب تک انسان کے عقائد درست نہیں ہوتے' عبادت درست نہیں ہوتی۔ عبادت تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں ہے۔ جب حضور ﷺ کی محبت ہی نہیں تو عبادت کیسی؟ جن کے صدقے میں ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے' ان کی محبت ہوگی تو عبادت ہوگی۔ عبادت کا طریقہ' بندگی کا طریقہ' ایمان لانے کا طریقہ' حضور ﷺ کی محبت میں عبادت کرنے کا طریقہ' اللہ تبارک و تعالیٰ کو راضی کرنے کا طریقہ' یہ سب حضور نبی کریم ﷺ نے بتایا۔ اے عزیز من' اہل عقائد کی عبادت' عبادت ہوتی ہے اور غیر عقائد کی عبادت' عبادت نہیں زحمت ہوتی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صابری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشدوں کی محبت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ یہ جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟ اس لئے کہ پیر کی محبت' دادا پیر کی محبت ہے' اور ان کے پیر کی محبت ہے' اور سلسلے کے تمام بزرگوں کی محبت ہے۔

۷۶۔ مولائے کائنات حضرت علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہ' فرماتے ہیں کہ جو کسی بیمار کی عیادت کے لئے رات کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اسکے لئے استغفار پڑھتے ہیں۔ اور جو دن کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ عطا ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ جب کسی کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے

تھے تو فرماتے تھے اللہ تمہیں شفا عطا فرمائے گا اور اس بیماری سے تمہارے تمام گناہ دُھل جائیں گے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر بڑھادے۔ اور اپنے لئے مریض سے دعا کرایا کرو۔ جب بیمار دعا کرتا ہے تو ملائکہ اس کی دعا سنتے ہیں۔

۷۷۔ اعراف فیصلے سے پہلے کا مقام ہے جیسے برزخ ہے۔ لیکن فیصلے کے بعد دو ہی مقام ہے جنت اور دوزخ۔

۷۸۔ جو دل غافل ہے وہی دل کافر ہے۔ جو دل ذاکر ہے وہی دل شاکر ہے۔ انسان کے رجسم میں ساڑھے تین کروڑ رگیں ہیں۔ جب انسان زبان سے اللہ کہتا ہے تو ایک دفعہ اللہ کہنے کا ثواب ملتا ہے۔ جب انسان دل سے اللہ کہتا ہے تو ساڑھے تین کروڑ بار کہنے کا ثواب ملتا ہے۔ ثواب ثواب ہے لیکن مقبولیت اور قبولیت' یہ بڑا مقام ہے۔ ذاکر شاغل انسان ہمیشہ پاکیزہ خیال رکھتا ہے۔ اپنے قلب میں دنیا کے خیالوں کو نہ بساؤ۔ ہر ایک کی طرف سے اچھے گمان رکھو۔ قلب اچھا ہی ہوجائے گا۔ اپنے آپ کو سب سے بدتر جانو۔ سب کو خود سے اچھا جانو۔ جب ذکر کیا جاتا ہے تو غافل دل بھی بیدار ہوجاتے ہیں۔ ایک ذاکر بندہ بیٹھ جائے تو نہ معلوم کتنے غافل بندوں کو بیدار کردیتا ہے۔ ہمارے پیشواؤں کا یہی طریقہ رہا کہ ذکر کریں اور ذکر کرائیں۔ اگر کسی کو سکون ملتا ہے تو اللہ کے ذکر سے۔ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں کرو' ان کا ذکر خیر کرو۔ اچھی صحبت میں بیٹھو۔ غیبت اور جھوٹ سے بچو۔ یہ وہ زمانہ نہیں کہ انسان سینکڑوں برس کی عمر لے کر آیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اس کی محبت میں فنا ہوکر ایک سجدہ بھی کرلیا تو ہزار ہا سال کی عبادت سے افضل ہوگا۔

۷۹۔ ایک درویش کی دوستی ایک رئیس سے ہوگئی درویش رئیس کے ہاں روز آنے جانے لگے۔ دونوں کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت کے بزرگ نے عالم خواب میں دیکھا کہ درویش تو دوزخ میں ہے اور رئیس جنت میں۔ رئیس نے کہا حضرت درویش میرے پاس مال دنیا کی وجہ سے آتے تھے اور میں اللہ کی محبت کی وجہ سے ان سے ملتا تھا۔ اس لئے مجھے جنت ملی ہے۔

۸۰۔ جو تہجد کی نماز پڑھتا ہے اُس کی قبر میں روشنی ہوگی۔ سوتے

سوتے اٹھ جاؤ' وضو کرو اور تحیّة الوضو کی دو رکعت پڑھو۔ ان دو نفلوں کا ثواب بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی نیکیوں سے بھی زیادہ ہے۔

۸۱۔ عقیدہ پختہ رکھو ایک دن قلب شکستہ ہوجائے گا۔ جو لذت قلب شکستہ کو ملتی ہے وہ بیان نہیں ہوتی۔

۸۲۔ اولیاء اللہ ذکر کرتے ہیں اور ذکر کراتے ہیں' نیک عمل کرتے ہیں اور نیک عمل کراتے ہیں' محبت کرتے ہیں اور محبت کراتے ہیں' اپنے مقام و منازل طے کرتے ہیں اور دوسروں کے طے کراتے ہیں۔ عبادت و ریاضت کا ذوق اچھا ہے بشرطیکہ انسان کو صالحین کی صحبت ملے۔ اگر یہ ذوق لے کر غیر عقیدہ کی صحبت میں بیٹھ گیا تو یہی عبادت اس کے لئے وبال جان ہوجائے گی' نہ دین کا رہے گا نہ دنیا کا۔ اس لئے یہ ذوق بڑا مبارک ہے بشرطیکہ کوئی اہل دل اس کو مل جائے' اس کی صحبت نصیب ہوجائے۔ فقیر وہ ہے جو فقیری میں بادشاہت کرے۔ اگر عابد اپنے گھر تک عبادت کرلے تو وہ کسی کام کا نہیں' ہوسکتا ہے کہ اپنے کام کا بھی نہ رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اولیاء کو وہ صفات عطا فرماتا ہے جن سے انہیں بھی فائدہ پہنچے اور ان سے محبت رکھنے والوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ اولیاء اللہ کے ہاں اہل ذوق کو منزلیں طے کرائی جاتی ہیں جنہیں تلاش حق ہوتی ہے اور جو خود کو شمار میں نہیں لاتے۔ اور جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتے رہتے ہیں کہ ہم بھی کچھ جانتے ہیں ان کی منزل طے نہیں ہوتی۔ اے عزیز من یاد رکھو کہ اس کوچے میں جو اپنے آپ کو ذرا سا شمار میں لایا نہ خدا کا رہا نہ رسول کا رہا نہ شیخ کا رہا۔

۸۳۔ ایک عیسائی راہب نے ایک مسلمان درویش سے چند سوالات کئے جو معہ جوابات درج ذیل ہیں :۔

عیسائی راہب۔ جنت میں جو پھل پھول ملیں گے کیا ان کی مثال دنیا میں بھی ہے؟

مسلمان درویش۔ شکل میں ویسے ہی ہوں گے جیسے دنیا میں ہیں مگر ان کی لذت اور ذائقہ الگ اور بڑھیا ہوگا۔

عیسائی راہب۔ جنت میں ایک درخت اتنا بڑا ہے کہ اس کی شاخیں

ہر محل میں ہوں گی۔ کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں بھی ہے؟

مسلمان درویش۔ سورج اپنے وقت پر آتا ہے اور اس کی شعاعیں ہر مقام پر پہنچ جاتی ہیں۔

عیسائی راہب۔ بہشت میں ایک تخت ہوگا جو اونچا ہوگا جب مومن بندے اس کے قریب پہنچیں گے تو وہ نیچا ہوجائے گا اور مومن بندے اس پر بیٹھ جائیں گے۔ کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں ہے؟

مسلمان درویش۔ ہاں اونٹ ہے۔ جب سوار بٹھانا چاہتا ہے تو ایسی خمیدہ ٹانگیں ہیں کہ بیٹھ جاتا ہے اور سوار کرالیتا ہے۔

عیسائی راہب۔ جنت میں ایک مقام سے چار نہریں جاری ہیں۔ نکلنے کی جگہ ایک ہی ہے لیکن ذائقے مختلف ہیں۔ کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں ہے؟

مسلمان درویش۔ ہاں' انسان کے کان کا پانی کڑوا ہے' ناک کا پانی بودار ہے' آنکھ کا پانی نمکین اور کھارا ہے اور منہ کا پانی میٹھا ہے حالانکہ انسان کا وجود ایک ہی ہے۔

عیسائی راہب۔ جنت میں جنتی جس چیز کا خیال کریں گے وہ ان کے پاس پہنچ جائے گی لیکن کھانے کے بعد رفع حاجت نہ ہوگی۔ کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں ہے؟

مسلمان درویش۔ جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے بچہ جس چیز کی خواہش کرتا ہے ماں کھاتی ہے' بچہ بھی کھاتا ہے لیکن رفع حاجت نہیں کرتا۔

اس کے بعد مسلمان درویش نے کہا اب میرا بھی ایک سوال ہے یہ تو فرمائیے جنت کی کنجی کیا ہے؟ راہب چوکنا ہوا۔ اپنی قوم کو للکارا کہ اے میری قوم اس مرد صالح نے سوال کیا ہے کہ جنت کی کنجی کیا ہے؟ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جنت کی کنجی ہے "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (ﷺ) ہے

۸۴۔ نماز کی قضاء عمری اتوار اور پیر کی درمیانی شب' نمازِ عشاء کے

بعد اور فجر سے پہلے۔ پچاس نوافل ہے ۲' ۲ کرکے پڑھنا ہے ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ اخلاص۔ اوراد کی قضاء عمری روضۂ رسول اللہ ﷺ پر حاضری ہے۔

۸۵۔ جس کام کی ابتدا اچھی ہو اس کی انتہا بھی مبارک ہے۔ جو کام ابتدا میں بگڑ جاتا ہے اس کا انجام بھی خراب ہوتا ہے۔ مسلمان بچے کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے تو یہ ابتدا مبارک ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ مسلمان ہوگا اور ایمان والا ہوگا جیسا کہ سرکاری مال پر مہر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر کوئی سرکاری مال چرالے تو بغاوت کے الزام میں گرفتار ہوگا۔ جس کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھ لی جائے گی اس میں شیطان کا دخل نہ ہوگا۔

۸۶۔ اٹھائیسواں پارہ سورہ حشر آیت نمبر ۷۔ ارشاد ہوا جو اللہ کے رسول ﷺ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ مسلمانوں کی جانوں کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم بلاتامل تسلیم کرلو خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ یہ ایمان والوں کی نشانی ہے۔ سود میں دنیاوی فائدہ نظر آتا ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ حرام ہے تو اس سے باز آجاؤ۔ سنتِ رسول اللہ ﷺ قولی' فعلی اور سکوتی ہیں۔ یعنی جو حضور ﷺ نے کیا' یا جو ارشاد فرمایا' یا جو کرتے ہوئے دیکھا اور منع نہ فرمایا' یہ سب سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ حضور ﷺ ہی کی شان ہے کہ آپ کے ہر قول اور ہر فعل کی اتباع کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے۔ یہ کسی اور کی شان نہیں۔ سونے کی کان سے سونا ہی نکلتا ہے اور آم کے درخت سے آم ہی نکلتا ہے اور زبان مصطفیٰ ﷺ سے حق ہی نکلتا ہے۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ فرمان خدا ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنا ایمان والوں کی علامت اور نشانی ہے۔

۸۷۔ اے عزیز من فرقِ مراتب منشاء قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بادشاہ بنایا' کسی کو اس کا غلام بنایا' کسی کو وزیر بنایا' کسی کو چپڑاسی بنایا۔ کوئی کسی وسیع باغ کا مالک ہے' کوئی کسی بلند عمارت کا مالک ہے' کوئی چند پیسوں میں گذارا کررہا ہے کسی کو بے شمار دولت سے مالا مال کردیا۔ کوئی دنیا سے محبت کرکے خدا کو بھول گیا اور کوئی خدا کی محبت میں

دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ یہ سب فرقِ مراتب منشاء قدرت ہے۔ کسی کو دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا اور کسی کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ دنیا کے رئیسوں کو خطاب سے نہیں نوازا' آخرت کے رئیسوں کو اولیاء اللہ کے معزز خطاب سے نوازا۔

۸۸۔ دن کے وقت بالوں میں کنگھا کرنے کا ثواب بردہ آزاد کرنے کے برابر ہے اور رات کو بیٹھ کر کنگھا کیا تو یہ ایسا ہے کہ ہر بال کے عوض ایک بردہ آزاد کیا۔ جس عمل کا اتنا ثواب ہو اسے چھوڑنا نہیں چاہئے۔ آج کل بچے اپنے بال بڑھا رہے ہیں۔ اگر بال بڑھانے کا شوق ہے تو تیل بھی ڈالو کنگھا بھی کرو۔ پہلے شرفا مونچھیں رکھتے تھے۔ جب بدمعاشوں نے بڑی بڑی مونچھیں رکھیں تو شرفاء نے اڑا دیں۔ بدمعاشوں کی نقل نہ کرو۔ شریفوں والا نقشہ بناؤ۔

۸۹۔ اے عزیز من یہ نہ سمجھنا کہ قرآن شریف صرف پڑھ لینے سے ثواب ملتا ہے' نہیں نہیں' دیکھنے سے بھی ثواب ملتا ہے' دیکھنے چومنے اور عظمت کرنے سے بھی ثواب ملتا ہے۔ زمانہ جہالت کے عرب شعراء اپنی فصاحت اور بلاغت میں خود کو شمار میں لاتے تھے۔ سات شاعر تھے جنہوں نے اپنے قصیدے خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا رکھے تھے کہ کوئی ہے جو فصاحت اور بلاغت میں ہمارا مقابلہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی سورت عطا فرمائی: انا اعطینک الکوثر۔ حضور ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوری سورت لکھ کر خانہ کعبہ کے دروازے پر لگا دی۔ شعرا چیخ اٹھے کہ یہ فصاحت وبلاغت کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی ایسے بھی لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن شریف پڑھنے کے لئے ہے' نقش لکھنے سے کیا فائدہ؟ اے عزیز من غور کرو زمین کے اندر سے جو جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ پھر قرآن شریف جو صدقہ محمد رسول اللہ ﷺ میں عطا ہوا اور جس کا ایک ایک حرف نوری ہے کیا اس سے شفا نہ ہوگی۔

۹۰۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلئے دنیا میں بھیجا کہ تم کمائی کرو اور کمائی کرکے یہاں (آخرت میں) بھیجو۔ اب انسان نے کمائی کرکے یہیں خرچ کر دی' بھیجا کچھ نہیں اور بھیجنے والی کمائی کی بھی نہیں۔ حضرت عمر

فاروق ﷺ ایک دن جنت البقیع میں پہنچ گئے اور اہل قبور سے مخاطب ہوکر فرمایا اے قبر والو تم جو بیویاں چھوڑ گئے انہوں نے اوروں سے نکاح کرلیا اور جو مال چھوڑ گئے وہ تقسیم ہوگیا۔ ندا آئی کہ اے عمر فاروق ﷺ ہم نے جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا وہ معہ نفع کے پالیا اور ہم یہاں وہاں سے بہت اچھے اور خوش ہیں۔

۹۱۔ نماز میں وسوسے اور شبہات آتے ہیں۔ وسوسے انہیں کہتے ہیں جو نماز کے شروع ہوتے ہی آتے رہتے ہیں اور جاتے نہیں۔ اور شبہات آکر جاتے ہیں۔ اب نماز کی مقبولیت کا دارومدار محض آپ کی نیت پر ہے۔ اگر مالک کے سامنے کھڑے ہو تو قبول ہے اور مالک کا دھیان نہیں تو قبول نہیں۔

۹۲۔ جب تک تصورِ شیخ نہ ہو خدا کا دھیان کیسے آسکتا ہے؟ شیخ مرکز ہے۔ اس پر نگاہیں جمالو۔ شیطان کی مجال نہیں کہ تصور شیخ پر حملہ کرسکے۔ جب پاور ہاؤس موجود ہو تو روشنی کیسے نہ ہو؟ روشنی کا پتہ میٹر سے چلتا ہے۔ ہاتھ لگاکر دیکھو اگر کرنٹ آئے تو سمجھ لو روشنی ہے۔ اگر کرنٹ نہیں ہے تو سمجھ لو اس کا تعلق پاور ہاؤس سے نہیں۔ اولیاء اللہ سب میٹر ہیں روحانی روشنی دینے کے لئے اور پاور ہاؤس مدینہ منورہ میں ہے۔ کسی بھی میٹر سے تعلق قائم ہوجائے تو روشنی آئے گی۔ شیخ ایک ہی ہوتا ہے۔ ایک کے حقوق ادا ہوجائیں تو بڑی بات ہے۔ اولیاء اللہ کے سینوں میں اللہ کی محبت کی وہ آگ ہوتی ہے کہ کسی کو رائی کے دانے کے برابر روشنی عطا کردیں تو وہ سارے عالم کے احوال بیان کردے۔ جو برداشت نہیں کرتا اور لوگوں کے حال بیان کرنا شروع کردیتا ہے اس کی روشنی واپس لے لی جاتی ہے۔

۹۳۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی بارگاہ میں حاضر ہیں ایک لڑکی آئی کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میرا ہاتھ خشک ہوگیا ہے۔ ارشاد ہوا خواب بیان کرو۔ عرض کرنے لگی کہ میرے والدین کا انتقال ہوچکا ہے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ اپنے والدین کو دیکھوں۔ رات خواب میں دیکھا کہ میرے والد آب کوثر کے جام پلارہے ہیں میں نے ان سے پوچھا

کہ اماں کہاں ہیں۔ مغموم ہوگئے۔ کہنے لگے بیٹی وہ دوزخ میں ہے۔ میں نے کہا میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ کہنے لگے بیٹی ہمیں وہاں جانے کی اجازت نہیں۔ میرے ضد کرنے پر مجھے راستہ بتادیا میں وہاں پہنچ گئی دیکھا کہ میری ماں آگ میں جل رہی ہے اور ایک کپڑے کا ٹکڑا اس کے چہرے کو آگ کے شعلوں سے بچارہا ہے۔ میں نے کہا اماں' ابا تو کوثر کے جام پلارہے ہیں اور آپ کا یہ عالم کیوں ہے۔ کہنے لگیں بیٹی تیرا باپ بڑا مخیّر تھا۔ دروازے پر آنے والا کوئی سائل خالی نہیں جاتا تھا۔ میرے پاس جو آتا تھا۔ میں اسے کچھ نہیں دیتی تھی۔ ایک دن ایک عورت آئی جس کا ستر ننگا ہورہا تھا۔ میں نے اسے ایک کپڑے کا ٹکڑا دے دیا۔ وہی ٹکڑا آج آگ کے شعلوں سے میرا چہرہ بچارہا ہے۔ پھر ماں نے کہا بیٹی اپنے باپ سے ایک جام مجھے بھی لادے۔ باپ نے کہا بیٹی دوزخیوں کے لئے حکم نہیں۔ میں رونے لگی اور کہا ابا دنیا میں تو ماں کی بات ٹالتے نہیں تھے اور آج ایک جام نہیں دیتے۔ باپ نے جام دے دیا۔ میں نے جاکر ماں کو دیا۔ جونہی اماں نے وہ جام میرے ہاتھ سے لیا میرا ہاتھ خشک ہوگیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا اس بچی نے رویاء صادقہ دیکھا ہے۔ آؤ دعا کریں کہ اس مبارک خواب کے صدقے میں اس کا ہاتھ ٹھیک ہوجائے۔ ادھر دستِ مصطفیٰ ﷺ اٹھے ادھر ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔ معلوم ہوا یہاں کا دیا خالی نہیں جاتا۔

۹۴۔ فی زمانہ 'گمراہی' بے دینی' بدیقینی اپنی حد کو پہنچ گئے ہیں۔ بظاہر ہدایت کرنے والے ہدایت کا برقعہ اوڑھے ہوئے ہیں لیکن اندر شیطان ہے۔ علماء طمع دنیا لئے پھرتے ہیں۔ یہ وہ نازک دور جارہا ہے کہ ہم اور آپ قیامت صغرا میں ہیں۔ ابھی توبہ کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ ابھی وقت ہے کچھ کرلیں۔ کوئی تلاش حق میں نہیں آتا۔ فقیر نے بارہا کہا ہے کہ جس آیت کا مضمون سمجھ میں نہ آئے تو فقیر سے پوچھو۔ علم سب خدا کے ہیں۔ بندے کی ملکیت اس کی محبت ہے۔ جو اپنے شیخ کی محبت میں فنا ہوا وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں فنا ہوا۔ جو حضور ﷺ کی محبت میں فنا ہوا وہی فنافی الخدا ہوا فنائیت کے اصل معنی ہیں مرنے سے پہلے مرجا اور ذات میں فنا ہوکر بقا حاصل کر۔ وہ باقی ہے' تجھے بھی بقا مل جائے گی۔ کیسی بقا کہ حیات ابدی مل جائے گی۔ ہمارے پیشواؤں نے نفس کو مردہ کرکے

قلب کو زندہ کیا ہے۔

۹۵۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلا انعام جو اپنی مخلوق کو عطا فرمایا وہ تعظیم کا ہے۔ خداوندِ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرماتے ہی اُن کی تعظیم کرائی۔ فرشتوں نے انعام پایا۔ معلوم ہوا کہ تعظیم بڑے فائدے والی چیز ہے۔ عامل ہو یا نہ ہو، عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، قرآن کریم پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو۔ قرآن کریم کا دیکھنا، سننا، چومنا، سب ثواب ہے۔ گو سمجھ میں آئے یا نہ آئے ثواب ہی ثواب ہے۔ جو عامل نہیں، قرآن کریم کو پڑھ نہیں سکتے اور قرآن کریم کو دیکھتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں وہ بھی ثواب کے مستحق ہیں۔ معلوم ہوا تعظیم بڑے نفع والی چیز ہے۔

۹۶۔ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ دنیا میں امتحان لیا جائے کیونکہ بغیر امتحان کے انعام اچھا نہیں۔ انعام کی قدر جبھی ہے کہ تکلیف اٹھانے کے بعد ملے۔ ابلیس کو اسی لئے پیدا فرمایا کہ بندوں کا امتحان ہوجائے۔ ہمارے اندر خناس پیدا فرمادیا جو عبادت سے روکتا ہے اور سبز باغ دکھاتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے یہ خناس دور ہوتا ہے۔ قلب پر بوجہ غفلت کے جو چربی آجاتی ہے اس کا علاج اللہ کا ذکر ہے۔ جب وہ چربی پگھلتی ہے تو قلب اللہ کے ذکر کی طرف رجوع ہوجاتا ہے۔ پھر نماز میں لذت آنے لگتی ہے۔ اسی کو نماز کہتے ہیں کہ انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجائے اور ماسویٰ کا خیال نکل جائے۔

۹۷۔ اللہ تعالیٰ نے یوم میثاق تمام مخلوق سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا۔ اور تمامی انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت اور دین کے فروغ کا اقرار لیا۔ علماء سے حق بات کہنے کا اقرارلیا۔ فقرا سے محبت کا اور سوئے ہوؤں کو بیدار کرنے کا اقرار لیا۔ میں کوئی عالم نہیں ہوں فقیر کا بالک ہوں۔ میرے قریب آؤ مجھ سے سنو اوروں کو سناؤ۔ یہ منشا نہیں کہ سُن کر خاموش ہوجاؤ۔

۹۸۔ جب تک انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت حاصل نہ کرے گا اس کی عبادت درست نہ ہوگی۔ محبت الٰہی کے بغیر عبادت سب پھیکی اور

جھوٹی کارروائی ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی محبت میں غرق ہوئے بغیر درود و سلام پڑھنا ایسا ہے جیسے بہترین کھانا پکایا لیکن نمک نہیں ڈالا۔ وہ قورمہ لذیذ نہ ہوگا۔ نفیس ہوگا۔ اجزا سب ہوں گے بس ایک جزو یعنی نمک نہیں ہے۔ رغبت عبادت کا نمک ہے۔ جس عبادت میں رغبت نہیں' جی نہیں لگتا' محبت کا غلبہ نہیں' کیف و سرور نہیں' وہ پھیکی عبادت درست نہیں۔

۹۹۔ اے عزیز من ایک ہدایت فطری ہےاور ایک ہدایت کسبی۔ بھوک لگے تو بچہ ماں سے دودھ مانگتا ہے' یہ ہدایت فطری ہے۔ اور ہدایت کسبی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ کیسے مبارک ہیں وہ انسان جنہیں اولیاء اللہ کی محبت عطا ہوگئی۔ ان کی ہدایت کا کیا مقام ہے؟ ان کی عبادت ایسی ہے جیسے پھل دار درخت لگادیا جائے جو بارہ مہینے پھل دے۔

۱۰۰۔ جب تک انسان کے پاس ذاتی نور نہ ہوگا یعنی اس کی آنکھوں میں نور نہ ہوگا وہ نور آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا۔ معلوم ہوا کہ ذاتی نور نہ ہوتو نور آفتاب سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذاتی نور ہے لیکن نُورِ آفتاب کو تلاش نہیں کیا۔ آفتاب تو سراجاً منیرا ﷺ ہیں جو روشنی بانٹتے ہی رہتے ہیں۔ جب مومن پل صراط سے پار اتریں گے تو لوگ انہیں پکاریں گے کہ اے مومنو آہستہ چلو تمہاری روشنی میں ہم بھی راہ طے کرلیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان دیوار کھڑی کردیں گے اور غیر مومن الگ ہوجائیں گے۔

۱۰۱۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو کچھ یہاں بوئے گا کل آخرت میں ملے گا۔ جس قدر پھل دار درخت ہوتے ہیں ان کی زیادہ نگرانی کی جاتی ہے اور پوری پوری نگہداشت کے بعد ہی ان کا پھل حاصل ہوتا ہے اور وہ پھل انسان کو سیراب کرتا ہے۔ اسی طریقے سے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی نگرانی کی جاتی ہے تاکہ یہ بچہ صحت مند بھی رہے اور نگاہ بد سے بھی بچے۔ جب بچپن کا زمانہ گذر جاتا ہے تو پھر بچے کو شعور حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت بھی اس کی نگرانی کی جاتی ہے پھر جب جوان ہوتا ہے تو اس وقت بھی نگرانی کی جاتی ہے کہ کہیں خراب نہ ہوجائے۔ جب ضعیف ہوجاتا ہے تو جوان اولاد نگرانی کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کے لئے ہر

زمانے میں نگرانی اور دیکھ بھال ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کی عبادات' نیک اعمال وغیرہ کے ضابطے اور قانون بذریعہ اپنے محبوبِ پاک ﷺ' جو سردار انبیاء ﷺ ہیں سردارِ دارین ہیں تاجدار کونین ﷺ ہیں' کے ذریعے تجویز فرمائے۔ جس قدر بھی عبادات کے طریقے ہیں وہ شریعت مقدسہ نے تجویز فرمائے جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوجاتا ہے اور اطاعت کا طریقہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر اسے ذوق الٰہی حاصل ہوتا ہے اور اپنی عبادتوں اور درود و سلام سے اللہ تعالیٰ اور ان کے حبیبِ پاک ﷺ کو راضی کرلیتا ہے۔ یہ ساری عبادات آخرت کی کھیتی ہیں جس کا پھل کل ملنے والا ہے۔ دنیا میں حاکموں کے دوستوں کی سفارش مجرموں کو چھڑا لیتی ہے۔ اسی طرح آخرت میں مجرموں کو مقبولین کی سفارش چھڑا لے گی۔ لیکن باغی کی سفارش منظور نہ ہوگی۔ مشرک' کافر سب باغی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رازق اور شافی ہے۔ لیکن رئیسوں کے ذریعے رزق دیتا ہے' طبیبوں کے ذریعے شفا دیتا ہے تو کیا مقبول بندوں کی سفارش قبول نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا۔

۱۰۲۔ کلمہ طیب کے ذکر سے ایک شجر پیدا ہوتا ہے جس کی شاخیں آسمان تک اور پھل پھول عرش تک پہنچتے ہیں اہل ذاکر کا ذکر فرشتے سنتے ہیں اور جنت ان کو پکارتی ہے اور فرشتے اُن کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اہلِ ذاکر ذکر جہر اور ذکر خفی کرتے ہیں۔ ایک ذکر سِرّی ہے جو قلب سے اور دماغ سے ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے خاص الخاص بندے کرتے ہیں۔ اس ذکر کا شیطان کو علم نہیں جو اللہ کے خاص الخاص بندے اپنے دل ہی دل میں اپنے اللہ سے بات کرلیتے ہیں۔ باقی تمام اذکار کا شیطان کو علم ہے۔

۱۰۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو سر عطا فرمائے۔ ایک کا نام سَر اور ایک کا نام سِر۔ ولایت بندے اور مخلوق کے درمیان ہے اور ولایت اس کے اور رب کے درمیان ہے۔

۱۰۴۔ اے عزیز من انسان کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی ایمان سے ہے اور ایمان کی زندگی صاحبِ قرآن ﷺ سے ہے' محبت رحمٰن سے ہے۔ ایمان کا جوہر محبت ہے۔ ایمان کی کئی نوعیتیں ہیں۔ ایمان تقلیدی' ایمان رسمی' ایمان عادی اور ایمان تحقیقی۔ ایمان تقلیدی یہ ہے کہ

ماں باپ کے طریقوں پر چلنا اورایمان لے آنا۔ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے نماز روزہ کے پابند تھے اس لئے ہم بھی مسلمان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ تقلیدی ایمان ہے۔ رسمی ایمان یہ ہے کہ شرما حضوری نماز پڑھ لی' روزہ رکھ لیا۔ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو نماز پڑھ لی' سب عید کی نماز پڑھنے جارہے ہیں' یہ بھی چل دیئے' یہ پتہ نہیں کہ کیا پڑھیں گے' یہ رسمی ایمان ہے۔ عادی ایمان یہ ہے کہ نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا لیکن عبادت کرلیتے ہیں۔ نہ کوئی لطف نہ کیف نہ سرور نہ لذت' محض عادت ہے عبادت کرلی۔ یہ تینوں ایمان ناقص ہیں۔ ایمان تحقیقی یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا یقین' یوم آخر پر ایمان' اللہ کا حکم ماننا' اس کے قرآن پر ایمان' اس کے فرمان پر ایمان' اس کے محبوب ﷺ کی ہر ادا پر ایمان' ان کے ہر اشارے پر ایمان' یہ رسمی ایمان نہیں۔ یہ وہ ایمان نہیں کہ رسمی طور پر نماز بھی پڑھتے ہیں اور ایمان کے مراسم بھی ادا کرتے ہیں اور ایمان سے خالی ہیں۔ یہ قرآن پاک کے ہر اشارے پر ایمان ہے۔ تحقیقی ایمان والے انانیت اور دوئی کے بھنور سے غمگین نہیں ہوتے۔ لا الٰہ کی نورانیت سے اور الا اللہ کی سخاوت سے' اور نورِ معرفت میں غوطہ زن ہوکر' وحدانیت کے دریا میں غوطہ زن ہوکر' محبت کی لہروں میں سماکر' اپنے ایمانوں میں محبتِ رسول اللہ ﷺ کو لے کر' ان کی اطاعت اور عبادت میں مصروف ہوجانا' اپنوں اور بیگانوں سے اپنی اطاعتوں کو چھپانا' ہمہ وقت حکم رب' حکم قرآن سننا اور سنانا' حدیثِ رسول اللہ ﷺ سننا اور سنانا۔ یہ سب تحقیقی ایمان ہے۔ اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب تک کوئی نور معرفت سے سیراب نہیں ہوتا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اور نور معرفت سے وہی سیراب ہوتا ہے جس کے قلب میں محبتِ رسول اللہ ﷺ کا شجر لگا ہوگا جس کی شاخیں عرش پر ہوں گی۔

۱۰۵۔ مومنوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں۔ ان میں اللہ کا ذکر رکھو' غیر کو نہ آنے دو۔ اس مسجد کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھو۔ بڑا ہی ظالم ہے وہ شخص جو دنیاوی وسوسوں سے اور دنیاوی خواہشات سے ان مسجدوں کو ویران کرتا ہے۔ نفس اور شیطان ان مسجدوں کو ویران کرنے کے درپے ہیں۔ انسان کا دل جلوۂ گاہِ رحمٰن ہے۔ جنہوں نے اپنے قلوب کو اللہ کے ذکر سے آباد کیا وہ مبارک ہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ شیخ

ان قلوب پر اپنی تجلی ڈالے گا۔ پھر یہ قلوب ذاکر ہوجائیں گے۔ جب قلب ذاکر ہوتا ہے تو زبان شاکر ہوتی ہے۔ اور پھر یہ انسان حضرت انسان ہوجاتا ہے۔ بڑے ہی مبارک ہیں وہ لوگ جن کے قلوب میں اللہ کا ذکر پیدا ہوچکا ہے۔ ہمارے پیشواؤں نے یہی کیا ہے۔ انسان کی روحانی مسجد جو غیر آباد تھی اسے آباد کردیا ہے۔ یہ روحانی وطن اہلِ دل کی صحبت سے آباد ہوتا۔ جب انسان سوجاتا ہے تب بھی قلب اللہ کے ذکر سے آباد رہتا ہے۔

۱۰۶۔ حضرت علی المرتضٰی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین باتیں وطن میں ضروری ہیں اور تین باتیں سفر میں ضروری ہیں۔ وطن میں : (i) تلاوت قرآن کریم (ii) مسجد کو آباد کرنا (iii) مسلمانوں سے محبت کرنا

سفر میں : (i) خرچ میں فراخی ہو تنگ دلی نہ ہو (ii) اپنے اخلاق کو وسیع رکھے (iii) اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش طبعی۔

۱۰۷۔ اگر کسی مقدس مقام کی زیارت کے لئے جائے تو انہیں کی محبت ہو غیر کی محبت نہ ہو۔ نفس کی خواہشات کے تمامی سودے ختم کردیئے جائیں اور محبت کے ہر جوہر کو حاصل کیا جائے۔ جب تک قلب نفس سے بیزار نہ ہوگا' اللہ کا ذکر قلب میں پیدا نہ ہوگا۔ تصورِ شیخ ہر شیطانی وسوسے کو مٹادینے والی طاقت ہے جس کے ذریعے مکروہات سے محفوظ رہتا ہے۔ جسے تصورِ شیخ حاصل ہے شیخ اس کے ساتھ ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں تصورِ شیخ روحانی بجلی ہے۔ تار ملنے کی دیر ہے۔ بجلی کے کام کرنے میں دیر نہیں۔ یہ بجلی ہزار ہاکوس پر بھی فوری کام کرتی ہے بشرطیکہ تار صحیح جڑے ہوئے ہوں۔ نفس اور شیطان وسوسوں اور دنیاوی خواہشات کے ذریعے قلب کو اللہ کے ذکر سے روکتے ہیں۔ توجہ شیخ سے یہ مسجدیں آباد ہوجاتی ہیں پھر نفس اور شیطان کا داخلہ بند ہوجاتا ہے۔

۱۰۸۔ ایک حدیث شریف ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہوا' اس کی نماز پڑھی اور دفن ہونے تک ساتھ رہا اسے دو قراط ثواب ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ میرے تو بہت سے قیراط ضائع ہوگئے کیونکہ میں تو نماز پڑھ کر چلا جاتا ہوں۔ پھر وہ دفن تک ساتھ رہنے لگے۔ ایک صاحب نے سن کر کہا قیراط کے معنی ہیں رتی' ایک دو رتی کم ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ایٹم کیا ہے؟ جوہر ہے۔ اگر

ایک تباہ کار کا تیار کردہ ایٹم یہ طاقت رکھتا ہے کہ ایک شہر برباد کردے تو اللہ کی عطا کی ایک رتی میں بھی یہ طاقت ہے کہ معصیت کے ایک شہر کو ختم کردے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قیراط جبلِ احد کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ' کی عطا کا تو ایک ذرہ بھی بہت ہے۔

۱۰۹۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا نوری کلام ہے اور اترا ہے نور مجسم ﷺ پر۔ پھر اس نور کا ہم پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ بجلی کے بلب دکانوں پر رکھے رہتے ہیں ان میں روشنی پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ کسی بجلی کی لائن سے تعلق پیدا نہ کیا جائے۔ یہ مادی چیز ہے۔ اسی طرح نور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے سینوں میں ہے۔ جنہیں ان سے نسبت ہوئی اور تار جڑے وہاں روشنی ہوگئی اور اس روشنی کا اظہار ان کے چہروں سے بھی ہوجاتا ہے۔ اگر کہیں لائن خراب ہو تو اندھیرا ہوجاتا ہے۔ اولیاء اللہ سے تار اس طرح جڑتے ہیں کہ ان سے محبت اور عقیدت کمال درجے کی ہو۔

۱۱۰۔ فی زمانہ تلاشِ حق اول تو ہے نہیں اور اگر ہے تو تعجب ہے کہ اہلِ نفرت کی تلاش ہے اور اہلِ محبت سے انکار ہے۔ مردود کی پیروی ہے اور محبوب رب العالمین ﷺ کی محبت سے انکار۔ جس کا وجود بارگاہ الٰہی سے دھتکارا گیا' جو راندۂ درگاہ ہوگیا۔ اس کے وجود کے حاضر ناظر ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور محبوبِ رب العالمین ﷺ کو نہ حاضر جانیں نہ ناظر جانیں۔ کہیں جھگڑا ہو' گناہ کا ظہور ہو تو کہتے ہیں شیطان آگیا یہ کام شیطان کا ہے۔ یعنی شیطان کو موجود مانتے ہیں۔ اگر ہم کہیں یا رسول اللہ ﷺ تو کہتے ہیں یہ نہ کہو وہ موجود نہیں۔ حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں اور رحمت اللعالمین بھی ہیں اور محبوبِ رب العالمین بھی ہیں۔ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ رحمت اللعالمین تھے ورنہ زمانہ نبوت ختم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبیٔ آخر الزماں بنا کر بھیجا۔ قیامت تک آپ کا دور نبوت ہے۔ اور آپ کی رحمت اللعالمینی کہاں تک ہے؟ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رب العالمینی ہے۔

۱۱۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روح امرِ رب ہے۔ اللہ کی ذات

اقدس غیر فانی ہے اس لئے ان کے امر کو بھی موت نہیں۔ روح آئی کہاں سے؟ خزانہ روح سے جس کا نام عالمِ جبروت ہے جب حکم رب ہوتا ہے تو روح عالم جبروت سے نکل کر انسان کے جسم میں داخل ہوجاتی ہے۔ جسم کی زندگی روح سے ہے۔ جب اللہ کے حکم سے روح جسم سے نکل کر واپس عالمِ جبروت میں چلی جاتی ہے تو جسم مردہ ہوجاتا ہے۔ پھر اسے قبر میں دفن کردیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ جب کسی قبر پر اس قبر والے کے عزیز رشتہ دار آتے ہیں تو ان کے قدموں کی آہٹ بھی سن لیتا ہے۔ اور جو ہدیہ پہنچاتے ہیں وہ بھی سن لیتا ہے۔ یہ ایک عام انسان کا ذکر ہورہا ہے۔یہ ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کا ذکر نہیں جن کے صدقے میں خزانۂ روح بنا' عالمِ جبروت بنا۔

۱۱۲۔ میرے پاس ایک جن آیا۔ اس کا نام محمد آصف تھا اور جونپور کا رہنے والا تھا۔ کہنے لگا حضرت آپ اتنے مصروف ہیں کہ مجھے آپ سے ملاقات کا وقت نہیں ملتا۔ میں نے اس سے کہا کہ ذرا سہارنپور جاکے میرے پیرزادے کی طبیعت تو دیکھ کر آکہ کیسی ہے؟ چند منٹ میں سہارنپور ہوکر واپس آگیا اور کہا کہ حضرت ان کی طبیعت علیل ہے۔ چوہاخالصہ (ضلع راولپنڈی) میں ایک جن عبدالمجید نامی ملا۔ میں نے کہا ذرا کراچی میں جاکر میرے گھر کا حال تو دیکھ کر آ۔ چند منٹ میں واپس آگیا اور کہا کہ اماں حضور بان کی چارپائی پر سورہی ہیں۔ یہ تو جنات ہیں جن کے پاس یہ طاقت ہے کہ چند منٹ میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرلیتے ہیں اور خبر لے آتے ہیں۔ اور جو شہنشاہ کون و مکاں ہیں' سردارِ انبیاء ﷺ ہیں ان کے متعلق یہ کہیں کہ وہ ہمیں دیکھتے اور سنتے ہیں تو غیر عقائد والے کہتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ معلوم ہوا ایسا کہنے والے خود ہی ناجائز ہیں۔

۱۱۳۔ جب انسان اپنے نفس کو مردہ کرکے فنائیت حاصل کرتا ہے تو اس کی فطرت اور عادت ہی جدا ہوجاتی ہے۔ وجود انسان کا ہوتا ہے لیکن کارروائی رب کی طرف سے ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف رحمۃ اللہ علیہ ہزاروں میل دور سے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے میں لے آیا یہ خدائی طاقت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ تعمیر کرلیا تو صدا لگائی کہ اے اللہ کی مخلوق آکر طواف کعبہ کرلو۔ یہ صدا عالمِ جبروت میں

بھی سنی گئی۔ معلوم ہوا کہ وجود حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تھا لیکن آواز خدا کی تھی۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ کے پاس خدائی طاقتیں نہ ہوتیں تو ڈوبے سورج کو کیسے واپس لے آتے' چاند کا سینہ کیسے شق ہوتا' انگلیوں سے چشمے کیسے جاری فرماتے۔ حضور ﷺ کے پاس بے شمار طاقتیں تھیں لیکن خود کو چھپائے رہتے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے۔

۱۱۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اللہ کا ذکر کیا کرو' اللہ کے ذکر سے چین حاصل ہوتا ہے' قرار آتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ایک اسم گرامی ذکر اللہ بھی ہے۔ ذکر اللہ فقیر کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ ذکر اللہ روح کا زیور ہے۔ ہر انسان مسافر ہے اور کوئی مسافر سفر میں چین نہیں پاتا۔ چین اپنے گھر میں ہی آتا ہے۔ دنیا آرام کرنے کی جگہ نہیں۔ اصل مقام آخرت ہے۔ غربت اور مالداری اعمال پر ہے۔ بے عمل غریب ہے اور باعمل رئیس۔ ایک وہ ہیں جو دنیا میں آخرت کی کمائی کرکے چین پاتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو دنیا حاصل کرنے کے چکر میں آخرت بیچ رہے ہیں اور ہلاکت میں جارہے ہیں۔ انسان کا جسم دیسی ہے اور روح پردیسی۔ روح عالمِ ارواح سے آئی ہے۔ اس کا مقام دنیا نہیں۔ یہ پردیس میں بے چین ہے۔ جب پردیس میں دیس سے خط آتا ہے تو خوشی ہوتی ہے چین آتا ہے۔ ذکر اللہ دیس کا خط ہے۔ اللہ کا ذکر سن کر روح خوش ہوتی ہے' چین پاتی ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو اولیاء اللہ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معزز خطاب ہے۔

۱۱۵۔ قرآن شریف کا جزدان اور خانہ کعبہ کا غلاف' دونوں کو قرب کی وجہ سے عظمت حاصل ہوئی۔ جزدان کو قرآن شریف کا وصال رہا اور غلاف کعبہ کو کعبہ کا وصال رہا۔ نسبت کے اثر کی وجہ سے دونوں کو چومتے ہیں۔ غلاف کعبہ کا چومنا کعبہ ہی کا چومنا ہے۔

۱۱۶۔ روح جسم انسانی میں مقیم ہے۔ روح کا ہر حکم صادق ہے' صالح ہے۔ جسم کا ہر حکم شرارت ہے' فساد ہے۔ ان الفاظ میں اولیاء اللہ کی ریاضتیں' عظمتیں اور مراتب محفوظ ہیں۔ عقائد کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان کا تعلق محبتِ رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ جس کے قلب میں جس قدر محبتِ رسول اللہ ﷺ کا غلبہ ہے اسی قدر ایمان کا غلبہ ہے۔ انسان کی تمامی

کارروائی کا دارومدار ایمان پر ہے۔ اگر ایمان نہیں تو چاہے جمعہ کو موت آئے یا رمضان المبارک میں آئے' یا مکہ معظمہ میں آئے' یا مدینہ منورہ میں آئے' ایمان نہیں تو خاتمہ صحیح نہیں۔ روح جسم انسانی میں مقید ہے۔ روح کا مقام بلندی پر ہے اور جسم کا مقام پستی میں ہے۔ انسانی عقل و شعور وہاں تک کام کرتا ہے جہاں تک اسے کوئی چیز نظر آتی ہے۔ اور اس کے عقل و شعور میں سما جاتی ہے۔ روح کے جتنے مراتب طے کرنے ہیں' روح کو جتنا بلند کرنا ہے اسی عالم دنیا میں کرنا ہے۔ آخرت تو جزا و سزا' فضل و کرم اور عدل وانصاف کا مقام ہے۔ روح دنیا کی محبت سے کمزور ہوتی ہے اور جسم دنیا کی محبت سے فربہ ہوتا ہے۔ جب اولیاء اللہ' اللہ کی محبت میں اپنے جسم کو روح کے تابع کر دیتے ہیں تو پھر جسم روح کا کہنا مانتا ہے۔ یعنی جو روح حکم دے وہی جسم کرتا ہے۔ روح اللہ کے ذکر اور محبت رسول اللہ ﷺ سے اتنی طاقتور ہوجاتی ہے کہ جس مقام کا خیال کرے وہاں پہنچ جاتی ہے۔ اگر جسم روح کے تابع ہے تو جہاں روح جاتی ہے جسم بھی وہاں ہوتا ہے۔

۱۱۷۔ صوفی اسے کہتے ہیں جس کا قلب دنیا کی محبت سے صاف ہو اور اللہ کی محبت میں پاک ہو یعنی اس کا ہر کام خلوص اور محبت سے ہو' اخلاق' مروت' رواداری' شفقت اور نرمی سے پیش آئے اصحاب صفہ کی جھلک اس میں آئے۔ وہی صوفی ہے رنگین لباس پہننے یا رنگ برنگی باتیں کرنے سے صوفی نہیں بنتا۔

۱۱۸۔ کامیاب وہ ہے جسے تلاش حق ہے' زندہ وہ دل ہے جس میں ذکرِ خداوندی ہے۔ نور اس کے پاس ہے جس کے قلب میں محبتِ رسول اللہ ﷺ کا غلبہ ہے۔ نعمتیں' برکتیں' سکون قلب اور مرتبۂ انسانیت اسے حاصل ہے جو اتباع رسول اللہ ﷺ میں غرق ہے۔

۱۱۹۔ قیامت کے دن جب سب امتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ ہم نے تمہارے پاس پیغمبر بھیجے ان کی اطاعت کیوں نہ کی۔ وہ امتیں کہیں گی اے باری تعالیٰ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ پیغمبر عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ ہم نے تیرا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا۔ اگر تو گواہی چاہتا ہے تو امتِ محمدٌ رسولُ اللہ ﷺ

سے گواہی لے لے۔ یہ امت محمد رَسُولَ اللہ ﷺ کی شان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی گواہی دیں گے۔ یہ کون لوگ ہیں جن کے دل میں حضور ﷺ کی عظمت نہیں، جو کہتے ہیں یا رسول اللہ نہ کہو؟ نہیں نہیں۔ حضور ﷺ کے امتی وہ ہیں جو سرکار ﷺ کی محبت میں غرق ہیں۔ پہلی امتیں کہیں گی کہ باری تعالیٰ یہ امت تو ہم سے بعد میں آئی یہ ہمارے بارے میں گواہی کیسے دے سکتی ہے اللہ تعالیٰ امت محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھے گا بتاؤ تم نے گواہی کیسے دی۔ عرض کریں گے اے باری تعالیٰ ہم تیرے محبوب جنابِ احمد مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے انہوں نے ہمیں بتایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے پیغامِ حق پہنچایا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی امت کی گواہی قبول فرمائیں گے کہ بیشک تم اِس بات کے گواہ ہو کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے پیغام حق پہنچایا۔

۱۲۰۔ اگر مسلمان گھر میں پڑے سوتے رہیں تو پھر اُن کا ذکر کون کرے گا؟ کیا فرشتے کریں گے؟ فرشتے تو ہمہ وقت ذکر کرتے ہیں لیکن ان کے پاس گریہ نہیں، آہ و زاری نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اِسی لئے انسان کو پیدا فرمایا کہ اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوتو گریہ و زاری کرے۔

۱۲۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے مسلمانوں کے جان اور مال کو جنت کے عوض خریدلیا۔ خریدار اللہ اور بیچنے والے امتِ رسول اللہ ﷺ اور سودا ہوا حضور ﷺ کی معرفت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے محبوب ﷺ آپ نے مال بھی دیکھ لیا، ملک بھی دیکھ لی جس کا سودا ہوا اسے بھی دیکھ لیا۔ اب آکر خریدار کو بھی دیکھ لو۔ سب انبیاء علیہم السلام نے سن کر رب کی گواہی دی۔ حضور ﷺ نے دیکھ کر گواہی دی۔ عینی شہادت کے بعد پھر کسی شہادت کی ضرورت نہیں اسی لئے آپ کو خاتم النبین بنایا گیا۔

۱۲۲۔ اگر کوئی محبت اور عقیدت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اسے ایسی روحانی قوت حاصل ہوتی ہے کہ جس غافل قلب پر نگاہ ڈالے اس میں اللہ کا ذکر پیدا کر دیتا ہے۔

۱۲۳۔ آبِ زم زم کے بارے میں حکم ہے کہ کھڑے ہوکر پیئو۔ وضو کا جو پانی بچے اُسے کھڑے ہوکر پیو۔ حضور ﷺ کا نامِ نامیِ اسمِ گرامی

آئے اور ہم کھڑے ہوجائیں تو کہتے ہیں شرک ہے۔ اس دیوانگی کی کوئی حد ہے؟ حضور ﷺ کی خدمت میں انصار بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے۔ ارشاد فرمایا اے انصار اپنے سردار کی تعظیم میں کھڑے ہوجاؤ (بخاری شریف) اور آج کل کے چودھویں صدی کے علماء کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی آئے تو کھڑے نہ ہو۔ یہ کوئی تک کی بات ہے۔ ایمان اس کے پاس ہے جس کے قلب میں توقیر اور عظمتِ رسول اللہ ﷺ ہے آپ کی نعلین پاک کی توہین بھی کفر ہے۔ ابلیسَ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہیں کی' سجدہ نہیں کیا' راندۂ درگاہ ہوگیا۔ سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے بیٹے کا نام محمد تھا۔ ایک دفعہ اس نے پکارا او ایاز کے بیٹے اِدھر آ۔ ایاز نے پوچھا آپ نے میرے بیٹے کا نام کیوں نہیں لیا۔ کہنے لگا اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور اس نام کو میں نے کبھی بے وضو نہیں لیا۔ یہ بادشاہ کی حالت تھی اور آج کل اس گستاخی سے نام لیتے ہیں کہ اہل ایمان لرز اٹھتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے۔

۱۲۴۔ جو مسلمان ہوکر عظمتِ مصطفیٰ ﷺ نہ کرے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کو تو ابلیس بھی مانتاہے' یہود و نصاریٰ بھی مانتے ہیں۔ وہ بھی حضور ﷺ کی عظمت نہیں کرتے اور تم بھی نہیں کرتے۔ پھر تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا؟ قیامت میں شرک ہوگا۔ مخلوق انبیاء علیہم السلام کے پاس جائے گی کہ ہمیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو۔ جب جان پر بنے گی تو سب وسیلہ تلاش کریں گے۔ سب نفسی نفسی کہیں گے حضور ﷺ امتی امتی کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔ جس کی حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے وہی بخشا جائے گا۔ کوئی جھگڑا ہوجائے پولیس میں جاتے ہیں۔ وکیل کرتے ہیں۔ یہ شرک کیوں کرتے ہیں۔

۱۲۵۔ اے عزیز من اہل دنیا گرفتارِ اناہیں۔ جب تک انا کو فنا نہیں کریں گے غنا نصیب نہ ہوگی۔ جو گرفتارِ اناہیں وہ خود کو شمار میں لاتے ہیں۔ اور حضور نبیٔ کریم ﷺ کی شان و عظمت کو نہیں پہچانتے۔

۱۲۶۔ اے عزیز من۔ یہ دنیا قید خانہ ہے۔ ہماری عمریں اس قید کی میعاد ہیں۔ ہمارے امتحان کے لئے نفس اور شیطان مقرر کردیئے گئے ہیں۔

یہ چین لینے نہیں دیتے۔ آخرت کا سبق یاد کرنے میں حارج ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی کرم فرمایا جو اپنا محبوب ﷺ عطا فرمادیا۔ یہ رحمت کا سائبان ہیں۔ جس نے اُن کا دامن تھاما وہ محفوظ ہوگیا۔ قرآن شریف اور احادیث مقدسہ ہماری روح کا من و سلویٰ ہیں۔ جس نے اِن کا شکر ادا کیا وہی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا۔

۱۲۷۔ اے عزیز من۔ اگر کسی مکان میں روشنی ہو تو چاہے اس کے سارے دروازے بندکردیئے جائیں پھر بھی باہر سے روشنی کا پتہ چلتا ہے۔ ذکر الٰہی اور درود مصطفیٰ ﷺ سے قلب کی صفائی اور منجھائی ہوتی ہے اور چہرے سے نور کا پتہ چلتا ہے۔ یہ نوری چہرے دنیا سے اٹھتے چلے جارہے ہیں۔ اگر انسان دل کی زندگی چاہتا ہے تو اپنے نفس کی خواہشات کو ذبح کرے۔ نفس کی خواہشات عبادت اور ریاضت سے مرتی ہیں۔ دل کی زندگی اولیاء اللہ کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۲۸۔ جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی علم دین کا حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بیمار کو حلوہ پراٹھا کھلادو تو اور بیمار ہوجائے گا۔ جس قدر ذکر اذکار ہیں یہ دل کی صفائی منجھائی کے لئے ہیں۔ بیچ میں نفس کا پردہ ہے، یہ ہٹ جائے تو سب سامنے آجائے ایک وہ ہیں جنہیں قبر میں رکھنے کے بعد کوئی لوٹ کر نہیں جاتا اور ایک وہ ہیں جنہیں قبر میں رکھنے کے بعد بار بار جانا پڑتا ہے۔ انہوں نے اپنی صفائی منجھائی کی ہوتی ہے اور مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

۱۲۹۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عالم دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کا رزق تجویز فرمادیا اور وعدہ فرمالیا۔ اور آخرت کے لئے ارشاد فرمایا کہ تم دنیا میں رہ کرہمیں راضی کرنے کے لئے محنت کرو پھر ہم تمہیں آخرت میں ایسے انعام عطا فرمائیں گے جن کا تم اندازہ بھی نہیں لگاسکتے۔ عجیب بات ہے کہ رزق کا رب نے وعدہ فرمالیا پھر بھی دنیا اسی کی تلاش کرتی ہے۔ اور جس کے بارے میں محنت کرنے کا حکم دیا اس سے غافل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارے قلوب بیمار ہیں لیکن کسی کو بیمار قلب کے طبیب کی تلاش نہیں۔ جسمانی طبیبوں کی تلاش ہے۔ بیمار قلب کی یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

۱۳۰۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اگر کسی نے بادام کے چھلکے خرید لئے' گری نہیں لی تو خالی چھلکے کس کام کے؟ اب عبادت کرتے ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ سے دعا نہیں مانگتے۔ خود کو شمار میں لارہے ہیں۔ یہ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری سے پیش نہیں ہونا چاہتے۔ عاجزی مقبول بارگاہ ہے۔ غرور مردود ہے۔

۱۳۱۔ اے عزیز من' قرآن شریف پڑھانا' عبادت کے طریقے بتانا' عمل نیک کرانا یہ علمائے ظاہر کا کام ہے لیکن اسے قبول کرانا علمائے باطن کا کام ہے۔ معلوم ہوا علمائے ظاہر اور علمائے باطن ہماری آخرت کی پرواز کے دو پر ہیں۔ بغیر دو پروں کے پرواز نہیں ہوسکتی۔

۱۳۲۔ جب کوئی قبرستان میں جاتا ہے تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردہ اپنے عزیزوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے اور انہیں پہچان لیتا ہے۔ یہ ایک عام مسلمان کی قبر کا حال ہے۔ اور مومن کے بارے میں حدیث شریف ہے کہ مومن کی قبر جنت کا ٹکڑا ہے۔ مومن سے اونچا مقام شہید کا اور شہید سے اونچا مقام صدیق کا اور صدیق سے اونچا مقام انبیاء علیہم السلام کا۔ اولیاء اللہ صدیقین کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء اللہ کی قبر کا کیا حال ہوگا۔

۱۳۳۔ گرجا ہفتے میں ایک بار کھلتا ہے۔ مندر مغرب کے بعد کھلتا ہے۔ مسجد سارا دن کھلی رہتی ہے اور پانچ وقت اذان ہوتی ہے۔ حلال گوشت مسلمان کھاتے ہیں۔ حرام دوسری قومیں کھاتی ہیں۔ سورنی اور کتیا ایک وقت میں کئی کئی بچے جنتی ہیں۔ بھیڑ بکری ایک یا دو بچے جنتی ہیں۔ لیکن ریوڑ بھیڑ بکریوں کے ہی نظر آتے ہیں۔ سور یا کتوں کے ریوڑ نظر نہیں آتے۔ معلوم ہوا حلال میں خیر و برکت ہے۔

۱۳۴۔ اے عزیز غضب کے فرشتوں سے نجات حاصل کرنی ہے تو ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ ایک شخص نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بڑی عقیدت سے پڑھ کر بارگاہ رب العزت میں پیش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے فرشتو اس کے کھاتے میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دو۔ فرشتوں نے عرض کی باری تعالیٰ اس نے تو ایک ہی بار پڑھا ہے۔ ارشاد ہوگا اچھا دو ہزار نیکیاں اس کے کھاتے میں لکھ دو۔ فرشتوں نے پھر کچھ

عرض کیا۔ تو ارشاد ہوا اچھا دس ہزار نیکیاں لکھ دو کیا تم نے میری رحمت کو محدود سمجھا ہے؟ میری رحمت کی تو حد نہیں۔ اے عزیز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی اس قدر تعریف ہے کہ اگر مہینوں لگ جائیں تو بیان ختم نہ ہو۔ ایک شخص قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں اپنا کھاتہ لے کر حاضر ہوگا۔ حکم ہوگا پڑھو۔ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر جو ورق کھولے گا تو سارے گناہ معاف ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ اس نے ہمارا پاک نام لے کر ورق کھولا ہے اس کے سارے گناہ معاف ہوگئے۔ جب بسم اللہ شریف کی یہ شان ہے جو کہ قرآن شریف کا عنوان ہے تو قرآن کریم میں کیا کیا جوہر ہوں گے۔

۱۳۵۔ اللہ تعالیٰ نقطہ نواز ہیں۔ لیکن خالی کاغذ پر نقطہ نوازی نہیں ہوتی۔ نقطہ نوازی یہ ہے کہ ہماری کھوٹی عبادت قبول فرمالیں۔ اگر کوئی شخص عبادت نہ کرے اور نقطہ نوازی کی بات کرے تو غلط ہے۔

۱۳۶۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کالے رنگ کا جوتا پہنے گا وہ ہمیشہ پریشان رہے گا۔

۱۳۷۔ عمامے کا شملہ ہمیشہ دائیں طرف ہونا چاہئے۔

۱۳۸۔ حدیثیں تین قسم کی ہیں۔قولی یعنی جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، فعلی یعنی جو حضور ﷺ نے کرکے دکھایا، سکوتی یعنی کسی کو کچھ کرتے دیکھا منع نہیں فرمایا۔ تینوں حدیثیں جائز ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جتنی بھی حضور ﷺ کی شان و عظمت بیان کی منع نہیں فرمایا۔ دست بوسی سے منع نہیں فرمایا۔ جتنا بھی حضور ﷺ کا ادب و احترام کیا منع نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ کا جھوٹا کھایا منع نہیں فرمایا بلکہ جسے بھی حضور ﷺ کا لعاب دہن حاصل ہوگیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اگر کسی کے ہاتھ موئے مبارک آگیا وہ ہر مرض کی دوا ہوگیا۔

۱۳۹۔ حدیث مبارکہ ہے کہ جو کسی کی محبت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو وہ اپنے محبوب کے عیب دیکھنے کے لئے اندھا ہوجاتا ہے اور اپنے محبوب کے عیب سننے کے لئے بہرہ ہوجاتا۔ یعنی وہ اپنے محبوب میں نہ کوئی عیب دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی حضور نبیٔ کریم ﷺ کی

شان میں کوئی گستاخی یا بے ادبی کرے تو اس کے پاس محبت نہیں ہے۔

۱۴۰۔ ذکرِ پاس انفاس اندر کی سانس سے اللہ اور باہر کی سانس سے ھُو کہنا ہے۔ یعنی اللہ اندر اور باقی سب باہر۔ یہ ذکر وہ کرتے ہیں جو دنیا کے مراحل سے فارغ ہوچکے ہوں۔ جنہیں دنیا سے تعلق نہ ہو وہ ذکر اللہ ھُو کریں یعنی اللہ اندر باقی باہر۔ پھر ماں باپ' بیوی بچے اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ ذکر تو اچھا ہے لیکن ماں باپ' بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں ہوتے۔ ہمیں کیا ذکر کرنا چاہئے؟ پانچ وقت اذان سنتے ہیں کبھی یہ خیال آیا کہ ماں باپ' کاروبار چھوڑ دیں؟ اس اذان سے آپ کو عبادت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور ابلیس کو بھگایا جاتا ہے۔ ذاکر بندے کو چاہئے کہ رات کی تنہائی میں پہلے باوضو ہوکر تصور شیخ میں بیٹھے اور کچھ دیر اللہ' اللہ' اللہ کا ذکر کرے۔ ذکر سات مقامات سے ہوتا ہے انہیں لطائف کہا جاتا ہے۔ ذکر کرتے رہنے سے رفتہ رفتہ یہ لطائف بیدار ہونا شروع ہوجاتے ہیں کچھ عرصہ اللہ اللہ اللہ کہنے کے بعد ناف سے لا الہ دائیں جانب اٹھائے اور قلب پر اِلا اللہ کی ضرب لگائے۔ اس ذکر سے نہ ویرانی پیدا ہوگی نہ دنیا کا کوئی کام رکے گا۔ ۹۹ دفعہ لَا اِلٰہ الا اللہ کہہ کر سویں دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کہے۔ بس حضور ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی لیتے ہی ذکر پر قبولیت کی مہر لگ گئی۔ نہ کوئی ناراض ہوا نہ حقوق العباد میں کوئی کمی آئی۔

۱۴۱۔ نماز قائم کرو کا کیا مطلب ہے؟ جو ایک دفعہ قائم ہوجائے پھر کبھی نہ چھوٹے۔ نماز بذات خود اللہ کا ذکر ہے۔ نماز قائم کرو اللہ کی یاد کے لئے۔

۱۴۲۔ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ جسم کے اندر کوئی غلط چیز نہ جائے۔ حق تقویٰ یہ ہے کہ جسے آپ نے ہدایت کی وہ ہدایت پر عمل پیرا ہوگیا۔ اُس کی کوئی چیز کھائی وہ حق تقویٰ میں آگئی۔ نہ نجس روزی کی طرف گمان کرو نہ نجس روزی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ۔ ڈرنے کا حق یہ ہے کہ رب کو اپنے قریب جانو۔

۱۴۳۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے رحمتوں' برکتوں' تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنے مہمان رمضان المبارک کو بھیجا۔ قلوب کی صفائی کرگئے۔ تقویٰ کی عادت ڈال گئے ایک کھجور سے بھی افطار کرایا تو اس کا

بھی ثواب عطا کر گئے۔

۱۴۴- بڑے بڑے آستانوں پر مجاور اور سجادے حصول علم سے خالی ہیں۔ کچھ نہیں آتا۔ بس مزار شریف پر لے جاکر چادر ہاتھ میں دے کر کہتے ہیں اب تم حضرت کے مرید ہوگئے۔ یہ طریقہ درست نہیں۔ بیعت ان اولیاء اللہ سے ہوتی ہے جو اس عالم دنیا میں موجود ہیں۔ اولیاء اللہ کے مزار شریف پر تو ان کا صدقہ مانگنا چاہیئے۔ ان کے مزارات پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اور سکون قلب حاصل ہو رہا ہے۔ باری تعالیٰ اُن کے صدقے میں ہماری دعاؤں کو قبول فرمالے۔

۱۴۵- اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو خوب دیتا ہے لیکن دوستوں کو ناپ تول کر دیتا ہے دشمنوں کو جوار دیتا ہے' دوستوں کو جواہر دیتا ہے۔ جوار سیروں کے حساب سے ملتی ہے اور جواہر رتیوں کے حساب سے ملتے ہیں۔ اولیاء اللہ کا ہاتھ اللہ کے خزانوں میں ہوتا ہے۔

۱۴۶- کلام پاک میں لذت کیوں آتی ہے؟ زبانِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں نہیں فرمایا کہ یوُں رکوع کرو' یوُں سجدہ کرو۔ یہ سب نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں رکوع کرو' یوُں سجدہ کرو۔ یہ فرض ہے' یہ سنت ہے' یہ نفل ہے اور یہ واجبات میں سے ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ نے تمام لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔

۱۴۷- اے عزیز جو اللہ تعالیٰ سے ڈرگیا اور ڈر کر توبہ کی اس نے عزت حاصل کی اور جس نے گناہ کئے اس نے ذلت حاصل کی۔ جس نے توبہ کی وہ عزیز ہے اور جس نے گناہ کئے وہ ذلیل ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو وہ گناہ کرکے اس محبت کو ضائع نہ کرے۔

۱۴۸- اے عزیز جو دوسروں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرتا ہے۔ حضرت عثمان خیری علیہ کے ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک رئیس کے لڑکے تھے۔ ایک دن صبح اسکول پڑھنے جارہے تھے دیکھا ایک گدھا زخمی کھڑا ہے۔ آپ نے اپنی زریں پگڑی اتار کر اس گدھے کی کمر پر باندھ دی۔ یہ عمل مقبول بارگاہ ہوا۔ آپ پر ایک عالم طاری ہوا اور معبود نے انہیں اپنا دوست بنالیا۔

۱۴۹۔اے عزیزمن انسان کو چاہئے کہ خود کو دوسروں سے کمتر سمجھے کیونکہ عاجزی اور انکساری معبود کو پسند ہے۔شیطان نے غرور کیا اور راندۂ درگاہ ہوا۔

۱۵۰۔اے عزیزمن۔بیعت سے کیا مراد ہے؟ بغیر وسیلے کے کوئی بھی بارگاہ الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا۔ بیعت کرنا وسیلہ قائم کرنا ہے۔ حشر کے میدان میں جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ جلال میں ہوں گے' مقامِ عدل پر ہوں گے' تو کوئی سامنے جانے کی جرأت نہ کرسکے گا۔ تمام انبیاءؑ علیہم السلام نفسی نفسی کہیں گے۔ان کے امتی درخواست کریں گے کہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری حاضری کرادیجئے وہ فرمائیں گے یہ ہمارے بس کا کام نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یہ کام اللہ کے حبیب ﷺ کا ہے ان کے پاس جاؤ۔ پھر حبیب رب العالمین جنابِ احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ امتی امتی کہتے ہوئے تشریف لائیں گے۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو دیکھ کر عدل سے فضل میں آجائے گا۔ حضور ﷺ اللہ کے حکم سے مقامِ محمود پر رونق افروز ہوں گے۔ پھر جس طرف حضور ﷺ اشارہ فرمائیں گے وہی بخشا جائے گا۔ پھر اولیاء اللہ کا نمبر آئے گا۔ان کے لباس میں بے شمار ڈورے ہوں گے اور ہر مرید ایک ایک ڈورا تھامے ہوگا۔ پھر معصوم بچے آئیں گے اور اپنے ماں باپ کی بخشش کرائیں گے۔ پھر حجراسود آئے گا۔ وہ گواہی دے گا کہ انہوں نے مجھے چوما۔ وہ شفاعت کرے گا۔ یہ وسیلے نہیں تو اور کیا ہیں؟

۱۵۱۔ بڑے بڑے پیرانِ عظام نے پہلے اپنے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی پھر مقام پایا۔ جو آج وسیلے کے قائل نہیں وہ حشر کے میدان میں وسیلے کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔

۱۵۲۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی بیویوں پر ظلم نہ کرو ورنہ تم پر روزی تنگ ہوجائے گی۔ جو بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں اُن کے ہاں خیر وبرکت ہوتی ہے اور وہ خوش حال رہتے ہیں۔

۱۵۳۔ ایک دفعہ حضرت سیدنا نبینا موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ باری تعالیٰ جنت میں میرا ہمسایہ کون ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام یہاں سے تقریبا چار سو کوس کے فاصلے پر

فلاں قصبے میں ایک قصاب رہتا ہے وہ جنت میں آپ کا ہمسایہ ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے موسیٰ علیہ السلام اس قصاب سے ملنے روانہ ہوگئے۔ اس قصبے میں دیکھا کہ وہ قصاب گوشت بیچ رہا ہے۔ فرمایا میں بڑی دور سے تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا آپ تشریف رکھیں میں ابھی اپنے کام سے فارغ ہوکر آپ کو اپنے گھر لے جاؤں گا۔ چنانچہ تمام گوشت بیچ کر وہ قصاب موسیٰ علیہ السلام کو اپنے گھر لے گیا۔ گھر جاتے ہی اس نے اپنی ضعیف والدہ کا ہاتھ منہ دھلایا' کھانا کھلایا۔ اس کے بعد والدہ کی اجازت سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ حضرت میں آپ کے لئے ابھی کھانا لاتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے سنا کہ وہ ضعیفہ اللہ کی بارگاہ میں التجا کررہی ہے کہ اے باری تعالیٰ میرا بیٹا میری بڑی خدمت کرتا ہے تو جنت میں اسے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمسائیگی میں جگہ عطا فرمائیو۔ موسیٰ علیہ السلام اس ضعیفہ کے پاس گئے اور فرمایا اے مائی مبارک ہو تیری دعا تیرے بیٹے کے حق میں قبول ہوگئی ہے۔ اس نے کہا حضرت آپ اپنا تعارف تو کرائیں۔ فرمایا میں ہی اللہ کا پیغمبر موسیٰ (علیہ السلام) ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تیرے بیٹے سے ملنے آیا ہوں کیونکہ جنت میں یہ میرا ہمسایہ ہوگا۔

۱۵۴۔ نماز کی حفاظت کیا ہے؟ اور نماز کا قائم اور دائم ہونا کیا ہے؟ اپنے وضو کا خیال رکھنا' نماز کے اوقات کا خیال رکھنا۔ نماز کے وقت دنیاکے کاموں سے ذہن کو خالی کرنا تاکہ نماز میں اُن کا خیال حائل نہ ہو۔ جب رب کے سامنے کھڑے ہوگئے تو پھر اِدھر اُدھر کا خیال کیسا؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز میں سجدہ گاہ پر نظر رکھو' اللہ تمہیں پیار سے دیکھے گا۔

۱۵۵۔ ایک آقا اور غلام بازار میں گئے۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ غلام اجازت لے کر مسجد میں نماز پڑھنے چلاگیا۔ نماز پڑھ کر جب واپس آیا تو آقا نے کہا۔ "اتنی دیر لگادی' تمہیں وہاں کس نے روک لیا تھا؟" غلام نے کہا "اُسی نے جو آپ کو اندر نہیں جانے دیتا"۔ یہ سن کر آقا تائب ہوگیا۔

۱۵۶۔ ایک دفعہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فرمایا اے عمر تم تورات کیوں پڑھتے ہو؟ یہ کتابیں تو منسوخ ہوچکیں۔ کیا قرآن شریف تمہارے لئے کافی نہیں؟

۱۵۷۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہمارے جسمانی رشتے اور تعلق بھی ہیں اور روحانی رشتے اور تعلق بھی ہیں۔ ہمارے روحانی تعلق پانچ ہیں۔ (i) اللہ سے (ii) اللہ کے پیغمبروں سے (iii) اللہ کی کتابوں سے (iv) علمائے دین اور مشائخ عظام سے (v) عام مسلمانوں سے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے ایک پیغمبر کا' یا ایک فرشتے کا' یا ایک کتاب کا' یا قرآن شریف کی ایک آیت کا' یا جنت و دوزخ کا انکار کردے تو کافر ہوجائے گا۔ ہمارا تعلق علمائے کرام سے بھی ہے اور اپنے پیر و مرشد سے بھی ہے۔ یہ دونوں ہماری آخرت کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ کوئی گاڑی ایک پہیے کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ ہمیں دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے علماء کرام کی ضرورت ہے اور اصلاح باطن کے لئے پیرومرشد کی ضرورت ہے۔

۱۵۸۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو تمام فرشتوں سے اُن کی تعظیم کرائی۔ اور تعظیم بھی ایسی نہیں کہ دور سے سلام کرایا۔ بلکہ قدموں میں ہی جھکا دیا یعنی فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرادیا۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ کہا یہ خاکی اور میں آتشیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کی اور خود کو شمار میں لایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری عبادت' جو کہ زمین کے چپے چپے پر رب کی عبادت کی تھی' سب ضبط کرلی اور فرمایا تُو متکبر ہے اور کافر ہے۔ معلوم ہوا توہین نبی بدترین کفر ہے اور عظمت اولیاء بہترین نعمت ہے۔

۱۵۹۔ فرعون برسوں خود کو خدا کہلواتا رہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو غصہ نہ آیا لیکن جب اس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو اللہ جل شانہ کو غصہ آگیا اور فرعون کو معہ اس کے لشکر کے دریائے نیل میں غرق کردیا۔ معلوم ہوا جو اس کے پیاروں کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس کی نیکیاں تو ضبط کرتا ہی ہے' غرق بھی کردیتا ہے۔

۱۶۰۔ چنبیلی کا تیل دراصل چنبیلی کا تیل نہیں لیکن نسبت کی وجہ سے اس کا نام چنبیلی کا تیل پڑگیا اور اس میں خوشبو بھی ویسی ہی پیدا ہوگئی۔ انسان کو بھی جیسی صحبت ملے گی' جیسی نسبت حاصل ہوگی ویسی ہی خو بُو اس

میں پیدا ہوجائے گی۔

۱۶۱۔ ہم بات کسے سنائیں؟ مسلمان کہاں ہیں جو ہماری بات سنیں اور سمجھیں۔ ایک شخص ہندو سے مسلمان ہوا۔ اسے نماز سکھائی گئی۔ جب وہ نماز میں نیت باندھنے لگا کہ منہ طرف کعبہ شریف کے تو اس نے کئی بار اللہ اللہ اللہ کہا اور پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی۔ اتنی دیر میں امام صاحب قرات شروع کرچکے تھے۔ نماز کے بعد لوگوں نے امام صاحب سے شکایت کی کہ یہ نیت باندھنے میں بڑی دیر لگاتا ہے۔ جب اس شخص سے جواب طلب کیا گیا تو اس نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ آپ پرانے مسلمان ہیں آپ کو تو فورا ہی کعبہ شریف نظر آجاتا ہے۔ میں نیا ہوں مجھے ذرا دیر میں نظر آتا ہے۔ جب کعبہ شریف نظر آتاہے تو میں نیت باندھتا ہوں۔ اور آج کل کے مسلمانوں کی مسلمانی بس اتنی ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوگئے۔ ورنہ وہ مسلمان کیسے ہوسکتا ہے جو مسلمان کا خون کرے۔

۱۶۲۔ اے عزیزمن شیطان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری سفارش کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اقرار کرلیا۔ جب باری تعالیٰ کی جناب میں عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمیں آپ کی سفارش منظور ہے لیکن اُس شرط پر کہ شیطان آدم علیہ السلام کے مزار کو سجدہ کرلے۔ شیطان نے کہا یہ کرنا ہوتا تو پہلے نہ کرلیتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بس پھر تیرے لئے معافی نہیں۔ شیطان نے کہا اچھا آپ نے میرے لئے کوشش کی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں انسان کو کیسے خراب کرتا ہوں۔ ایک اُس وقت جب وہ غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو میں اس کے خون میں شامل ہوکر اُس کے غصہ کو اور بھڑکاتا ہوں۔ دوسرے جب مجاہد جہاد کے لئے جاتا ہے تو اسے بیوی بچے اور گھر کا آرام یاد دلاتا ہوں تاکہ شہادت سے محروم رہ جائے۔ تیسرے جب عورت مرد تنہائی میں ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ہوتا ہوں۔

۱۶۳۔ اے عزیزمن یہ بات سمجھنی پڑے گی کہ جب تک شریعت حاصل نہ ہو طریقت حاصل نہیں ہوتی۔ یعنی الف ب تو پڑھی نہیں اور اونچی کتابیں پڑھنے لگے۔ شریعت تو سب مسلمانوں کے لئے ہے اور طریقت ان کا انعام ہے جسے چاہیں عطا فرمادیں۔

۱۶۴۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ حرام میں برکت ہے یا حلال میں' لیکن دنیاکی مثال دے کر سمجھائیں۔ فقیر نے کہا کتیا ایک وقت میں کتنے پلے جنتی ہے؟ پھر وہ ذبح بھی نہیں ہوتے۔ اور بکری کتنے جنتی ہے اور کتنے کٹتے ہیں؟ پھر عید قرباں کے موقعے پر کتنے کٹتے ہیں؟ پھر دیکھ لو بکریوں کے ریوڑ نظر آتے ہیں لیکن کتوں کے ریوڑ کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ حلال میں خیروبرکت نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۶۵۔ نفل کھڑے ہوکر پڑھنے کا دگنا ثواب ہے۔ ویسے عشاء کے آخری دو نفل بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے۔

۱۶۶۔ ہمارا ایمان تو یہی ہے کہ اولیاء اللہ' اللہ تعالیٰ کے لنگر خانے کے قاسم ہیں۔ اگر کوئی اولیاء اللہ کی مخالفت نہ کرے تو خیر ہی خیر ہے اور اگر کوئی ان سے محبت کرے تو انعام ہی انعام ہے۔

۱۶۷۔ دنیا اور آخرت دو الگ الگ مقام ہیں۔ دنیا کی بہاریں سراسر ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں اور آخرت کی بہاریں دائمی ہیں۔ آخرت دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کا مقام ہے اور دیدارِ مصطفیٰ ﷺ دیدارِ خدا ہے۔ کسی کی آنکھ میں وہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لے۔ دیکھ وہی سکتا ہے جو ان کے محبوب ﷺ کو دیکھے۔

۱۶۸۔ طالب مولیٰ کو نہ زیادہ خوف میں رہنا چاہئے نہ اللہ کی محبت میں زیادہ پھولنا چاہئے۔ دونوں کے بین بین رہنا مناسب ہے۔ حضرت بشر حافی ؒ کو دیدار الٰہی نصیب ہوا فرمایا اے بشر حافی ؒ اتنا کیوں روتا ہے۔ ہم تجھے چاہتے ہیں۔ ہم تو رحمت ہی رحمت ہیں۔ وہ چاہنے والوں کو رلانا بھی نہیں چاہتے اور اہلِ محبت کو بھلانا بھی نہیں چاہتے۔

۱۶۹۔ انسان کی چار اولادیں ہیں جن کا نفع آخرت میں ملتا رہے گا۔ ایک تو وہ مسجد یا کنواں ہے جو اللہ کی راہ میں بنا کر چھوڑا۔ اُس کا نفع وہاں پہنچتا رہے گا۔ دوسرا وہ شاگرد ہے جسے اللہ کے واسطے پڑھایا' سنایا اور اُس شاگرد کو اُن علوم سے نفع حاصل ہوا۔ یہ دوسری اولاد ہے اس کا نفع بھی وہاں پہنچتا رہے گا۔ تیسری اولاد وہ ہے جو نیک اور صالح بیٹا یا بیٹی

کو پیچھے چھوڑا جو روز ہدیہ ایصال ثواب بھیجتا رہے۔اور چوتھی روحی اولاد ہے یعنی مریدِ صادق۔ یہ چار اولادیں اگر کسی نے چھوڑی ہیں تو اُن کا نفع آخرت میں پہنچتا رہے گا ورنہ یہاں کی کمائی یہیں رہ جائے گی۔

۱۷۰۔ ہر انسان کے سامنے نیکی اور بدی دونوں کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل اس لئے عطا فرمائی کہ ہم نیکی کا راستہ اختیار کریں۔اگر کسی نے نیکی کا راستہ اختیار کیا تو گویا اس نے دنیا میں رہ کر آخرت کا سودا کرلیا۔اور اگر کسی نے بدی کا راستہ اختیار کیا تو گویا اس نے موتی لٹا کر مٹی کا کھلونا لے لیا جو ٹوٹنے والا ہے،جس کی کوئی قدروقیمت نہیں۔

۱۷۱۔ کلامِ ربانی تو سب پڑھتے ہیں لیکن جن کے قلوب میں محبتِ رسول اللہ ﷺ کا نور ہوتا ہے، کلامِ الٰہی ان کے قلوب میں اتر جاتا ہے۔اس قلب سے جب کوئی بولتا ہے تو وہ ایمان والوں کے قلب میں اتر جاتا ہے۔ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت نہ حاصل ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک رسول اللہ ﷺ کی محبت حاصل نہ ہوجائے۔اگر کسی نے درود و سلام پڑھا لیکن وہ محبت رسول اللہ ﷺ میں غرق نہیں تو یوں سمجھ لو کہ اس نے بہترین کھانا پکایا لیکن اس میں نمک نہیں ڈالا۔ وہ کھانا نفیس تو ہے لیکن لذیذ نہیں۔

۱۷۲۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دو قبیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ان میں سے ایک شخص قارص بن زہیر اٹھا اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) آپ نے صحیح عدل نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نکال لی اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اجازت دیں میں اس کا سر قلم کردوں کیونکہ جو حضور ﷺ کے فیصلے کو غلط کہے، جو حضور ﷺ کی شان و عظمت گھٹائے، وہ مرتد ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار میان میں کرلو۔ارادۂ الٰہی میں یہ بات ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے۔اس کی نسل قیامت تک رہے گی۔ یہ تقویٰ، پرہیز گاری، نماز روزے میں تم سے آگے بڑھے ہوں گے لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ مسلمانوں کو ایذا پہنچائیں گے [۱]۔

---

(۱) یہ حدیث شریف بخاری شریف جلد دوئم صفحہ ۱۰۲۴ پر موجود ہے۔اس میں اس کا نام عبداللہ ذوالخویصرہ التمیمی لکھا ہے۔ لیکن ایک روایت میں اس کا نام حرقوص بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث شریف مشکوۃ شریف صفحہ ۵۳۴ پر بھی درج ہے۔

آٹھواں باب

علم سلوک

۱۔ جس انسان کو محبتِ رسول اللہ ﷺ حاصل ہوگی اُسے اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ شانہ کی محبت حاصل ہوگی اور جب محبتِ الٰہی کا اُس پر غلبہ ہوگا تو اسرار الٰہی اس کے سینے میں آجائیں گے۔ اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کا خزانہ بن جائے گا۔ پھر جس مقام سے وہ گذرے گا اسے اللہ ہی نظر آئے گا۔ رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ بر سرِ راہِ عشق میں ہی تو ہوں' ظاہر و باطن کی ہستی میری ہی ہستی ہے' انسان میرا بھید ہے' یہ میری معرفت حاصل کرے گا۔ کیسے حاصل کرے گا؟ اصلاح باطن کرکے حاصل کرے گا۔ اصلاح باطن اولیاء اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے سب سے پہلے اپنے محبوب پاک جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور بنایا اور اپنے محبوب ﷺ کے نور سے تمام عالم بنائے۔ عالَم میں تمام ارواح ہیں اور تمام اللہ کی مخلوق ہیں۔ جس میں انبیاء علیہم السلام بھی ہیں۔ سب نورِ مصطفیٰ ﷺ سے بنے ہیں۔

۳۔ کیا اللہ تعالیٰ نے سیدنا نبینا آدم علیہ السلام کو قاعدہ پڑھایا تھا ''الف ب'' کا؟ نہیں نہیں' بس فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ اے فرشتو میرے آدم علیہ السلام کو تم سے زیادہ علم ہے۔ بس ارشاد فرماتے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو تمام علوم حاصل ہوگئے۔ جو ذاتِ اقدس ایک لفظ ''کن'' سے اٹھارہ ہزار عالم تخلیق فرماسکتی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام علوم عطا فرماسکتی ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کو بھی علوم عطا ہوتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ صرف لکھنے پڑھنے سے ہی علوم حاصل ہوتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کسی چاہنے والے کو رحمت کی نظر سے دیکھ لیتا ہے تو تمام علوم کا مالک بنادیتا ہے۔ اہل اللہ کے علوم کو کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ میں کیا بتاؤں انہیں کیا کیا علوم عطا ہوتے ہیں۔ بس تمام علوم ان کے سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ دیکھتے رہتے ہیں اور بیان کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ اہل سلوک جب راہِ سلوک طے کراتے ہیں' مقامات اور منازل طے کراتے ہیں' تو ایک مقام ایسا آتا ہے جسے فنا کہتے ہیں۔ فنا کے تین درجے ہیں' فنا فی الشیخ' فنا فی الرسول اور فنا فی الخدا۔ پھر فنا ہوکر انسان ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ ذات میں گم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد ایک مقام اور طے کرنا پڑتا ہے۔ فنا در فنا' فنا در بقا۔ فنا ہونے کے بعد حیات حاصل ہوجاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے موت کا کوئی علاج نہیں۔ میں کہتا ہوں اہل اللہ کے پاس ہے۔ یہ اس زندگی میں ہی حیات ابدی حاصل کرلیتے ہیں۔ یہ پردہ فرماتے ہیں یہاں بھی ہوتے ہیں' وہاں بھی ہوتے ہیں' سبھی کام کرتے رہتے ہیں ہم نے تو انہیں مزار کے اندر بھی دیکھا ہے اور مزار کے باہر بھی دیکھا ہے۔ بخدا ان آنکھوں نے دیکھا ہے ان حضرات کو فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے اور ایسی بقا حاصل ہوتی ہے کہ اللہ کی بے شمار مخلوق ان سے نفع کثیر حاصل کرتی ہے۔ یہ اپنے کام کے بھی ہوتے ہیں اور دوسروں کے کام کے بھی ہوتے ہیں۔

۵۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نمرودی آگ کے قریب لے گئے۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے آپ مدد چاہتے ہیں۔ خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا آپ سے مدد نہیں چاہتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا پھر اپنے رب سے مدد چاہو۔ فرمایا میرے رب کو علم ہے' میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ جو مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے حال سے واقف ہے اس سے کیا مدد چاہوں۔ اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس وقت اللہ تعالیٰ کے پاس تھے۔ یہ فنائیت کا مقام تھا۔ وہ ذات میں گم تھے۔ اس مقام پر دعا مانگنا یا دعائیہ الفاظ کہنا حجاب ہے۔ ان الفاظ کا خیال بھی آجائے تو فنائیت نہیں۔ بس رحمت باری تعالیٰ جوش میں آگئی اور آگ کو گلزار کردیا۔

۶۔ اولیاء اللہ کے دو گروہ ہیں۔ پہلا گروہ نسبتِ لازم رکھتا ہے۔ یہ حضرات اولیاء کاملین ہوتے ہیں۔ ان حضرات کو اللہ کی مخلوق سے نہ نفرت ہوتی ہے نہ محبت' نہ عداوت نہ بغض۔ نہ یہ کسی دنیاوی جھگڑے جھمیلے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ ان کا کام اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت میں غرق رہنا اور اس کی اطاعت میں مصروف رہنا' گوشہ تنہائی اختیار کرنا' مخلوق سے بچنا' انتہا

درجہ تقویٰ اور پرہیز گاری حاصل کرنا' اپنے اندر روحانیت کے فیضان ضبط کرنا' اپنی نسبتِ لازم کا کسی پر اظہار نہ کرنا ہوتا ہے۔ ایسے حضرات کو کامل ولی کہتے ہیں۔ ولایت کوئی پیشہ نہیں' عطائے رب العالمین ہے۔ ولایت کرامت سے نہیں' استقامت سے ظاہر ہوتی ہے۔

دوسرا گروہ نسبتِ متعدی رکھتا ہے۔ یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ شانہ کے ولی ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان حضرات کو وہ طاقتیں اور قوتیں دی جاتی ہیں کہ نظام عالم ہی ان کے ہاتھوں میں ہوتاہے۔ یہ ایسے بااختیار ہوتے ہیں کہ جو ان سے محبت کرتا ہے اس پر بھی کرم ہوتاہےاور جس سے یہ محبت کرتے ہیں اس پر بھی کرم ہوتا ہے۔ جو ان کو برا کہے ان سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ ان حضرات میں بھی کمال درجے کا صبر وضبط ہوتا ہے۔ انہیں کسی خاص لباس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لباس ہے تو بھی سبحان اللہ اور نہیں ہے تو بھی سبحان اللہ۔ ان کی پہچان کے لئے اعلانات نہیں ہوتے۔ جس مقام پر یہ بیٹھ جاتے ہیں نورانیت کا ایک انبار ہوتا ہے' نور ہی نور ہوتا ہے' مخلوق کا ہجوم ہوتا ہے۔ جو کچھ ان کی زبان سے نکلتاہے عرفان کی بارش ہوتی ہے۔ ان کی یہی پہچان ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان کو سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ بخدا ان کا دیکھنا ثواب ہے عبادت ہے۔ جو کسی اولیاء اللہ کو باوضو دیکھے عین عبادت کا ثواب ہے۔ ان کو بڑے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ نسبتِ رسول اللہ ﷺ میں یہ غرق ہوتے ہیں۔ اہل بیت سے انہیں کمال محبت ہوتی ہے۔ عجیب عجیب عالم ان پر طاری ہوتے ہیں۔ جب چاہیں' جہاں چاہیں ہر عالم کو دیکھ لیتے ہیں۔ عالم برزخ تو ان کے سامنے ہی رہتا ہے۔ کوئی خواہ کتنی دور سے ان کا تصور کرے بخدا بالکل قریب نظر آتے ہیں یہ اولیاء اللہ نسبت متعدی رکھتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ شانہ نے اپنے اولیاء کو ایک ہی رنگ میں نہیں رنگا۔ ہر ولی کی کیفیات مختلف ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ جیسے چمن میں پھولوں کی رنگتیں اور خوشبوئیں مختلف ہیں۔ کسی پھول کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول پسند نہیں آیا' اسے چمن سے نکال دو۔ بلکہ سبھی کہتے ہیں سبحان اللہ یہ پھول بھی اپنی جگہ عجیب بہار دے رہا ہے اور وہ پھول بھی اپنی جگہ عجیب بہار دے رہا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی جس مقام پر ہیں عجیب بہار دے رہے ہیں۔ عجیب فیضان لٹارہے ہیں۔ فی زمانہ

پہچان بہت کم ہے ' تلاشِ حق بہت کم ہے ' نورِ ایمانی بہت کم ہے اور مسلمانی بہت کم ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نورِ ایمانی عطا فرمائے بخدا اولیاء اللہ ہمیں انہیں آنکھوں سے نظر آنے لگیں گے اور قلب گواہی دے گا کہ یہ اللہ کے دوست ہیں ۔ جس کو جس درجہ محبتِ رسول اللہ ﷺ حاصل ہے اُسی درجہ اس کے پاس نورِ ایمانی ہے اور اسی درجہ اس کے ایمان کی تکمیل ہے ۔

۷۔ اہلِ تصوف کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے طالبین کا تزکیہ نفس کراتے ہیں ۔ جب نفس کی حالت درست ہوجاتی ہے تو تزکیہ قلب کراتے ہیں ۔ جب قلب کی حالت درست ہوجاتی ہے تو تزکیہ روح کراتے ہیں ۔ جب روح کی حالت درست ہوجاتی ہے تو طالب اپنے مقام کو پالیتا ہے اور اہل مشاہدہ میں سے ہوجاتاہے ابھی تزکیہ قالب باقی ہے لیکن یہ تزکیہ خاص الخاص کا ہے 'عام کا نہیں ۔ معلوم ہوا کہ جب تزکیہ روح ہوجاتا ہے تو پھر اس مرید صادق کا تصفیہ ہوجاتا ہے ۔ اہل تصفیہ حضرات اللہ کی محبت میں غرق ہوتے ہیں ۔ یہ رنگ پھراتے نہیں ۔ یہ حضرات دنیا کی مکروہات میں اپنا وقت خراب نہیں کرتے ۔ یہ تو بس اللہ کا ذکر کرتے ہیں ' اللہ کا ذکر کراتے ہیں ' اللہ کے ذکر میں رہتے ہیں ۔ اللہ کی محبت میں رہنا ' تمامی خواہشات کو اللہ کی محبت میں فنا کردینا ' حضور اکرم فخرِ بنی آدم جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت میں غرق ہوجانا ' اتباع رسول اللہ ﷺ میں غرق ہوجانا ' انہیں حضرات کو اہل تصوف کہتے ہیں ' صوفی کہتے ہیں ۔ رنگین کپڑے پہن لینے سے ' لمبی چوڑی باتیں کرنے سے ' بے وقت اور بے اصولی باتیں کرنے سے صوفی نہیں بنتا ۔ صوفی خاموش رہتا ہے ' اللہ کی محبت میں غرق رہتا ہےاور رسول اللہ ﷺ کی کمال اتباع اسے حاصل ہوتی ہے ۔ یہی حضرات صوفی کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں ۔

۸۔ اے عزیز من یہ نہ سمجھو کہ تزکیہ نفس صرف ہمارے لئے ہے ۔ بڑے بڑے پیغمبروں نے مجاہدے کئے ہیں ۔ تزکیہ نفس اور تزکیہ روح والوں کو جو روشنی عطا ہوتی ہےاس سے دوسروں کے حالات انہیں معلوم ہوجاتے ہیں ۔ لیکن یہ حضرات بیان نہیں کرتے ۔ یہ تو اہل نفس کا کام ہے ۔ یہ روح کے مقام کی باتیں نہیں روح کے مقام کی باتیں تو یہ ہیں کہ یہ حضرات آسمانوں کی سیر کرتے ہیںاور عرشِ اعظم تک پہنچتے ہیں اور لوح

محفوظ کو یہیں سے بیٹھے بیٹھے دیکھ لیتے ہیں۔

۹۔ شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے حبیب خدا ﷺ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہوں گے حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے فرشتوں نے حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو پیش کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نام' ولدیت اور سکونت سب بتائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو صرف آپ کا نام پوچھا ہے آپ نے تو پوری تفصیل بیان کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام اللہ نے بھی تو آپ سے ،یہی دریافت کیا تھا آپ کے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے کہا تھا کہ یہ عصا ہے اس سے پتے جھاڑتا ہوں' ضرورت پڑنے پر اس سے سہارا لیتا ہوں' سرہانے رکھ لیتا ہوں۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ دبایا اور ارشاد فرمایا غزالی رحمۃ اللہ علیہ خاموش' مقامِ ادب ہے' یہ پیغمبر خدا ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہوگئے۔ جب امام غزالی عالمِ دنیا میں پیدا ہوئے تو ان کے ہاتھ پر حضور ﷺ کے پنجے کا نشان موجود تھا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد میں' کہ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہوں گے' بے شمار نعمتیں اور عظمتیں پوشیدہ ہیں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عالم بھی تھے' اہل معرفت بھی تھے۔ یعنی عالم اور درویش تھے۔ حضور ﷺ کی حدیث شریف میں انہیں حضرات کی طرف اشارہ ہے جو عالم بھی ہوں اور درویش بھی ہوں۔ یہ انہیں کا مقام تھا کہ ان کی روح کو طلب کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ارواح کو عالمِ برزخ میں ہی تعلیم دے دی گئی۔ جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا یہ عالم ہے تو حضور نبیٔ کریم ﷺ کے علوم کا کیا عالم ہوگا جو کروڑہا برس اللہ کی حضوری خاص میں رہے۔

۱۰۔ درویشی کے معنی ہیں پردہ پوشی۔ اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں عطا فرمائی ہیں انہیں چھپاتا رہے اور پیغام حق پہنچاتا رہے۔ اپنی شہرت کی تمنا مناسب نہیں۔ ولی کو ولی خوب پہچانتا ہے لیکن ولی کے مراتب اور مقام کو ہر ایک نہیں جانتا۔ ان حضرات کی وجہ سے بڑی بڑی آفات اور بلیات ٹلتی رہتی ہیں۔ جب اولیاء اللہ عالم دنیا میں نہ ہوں گے تو قیامت آجائے گی۔

۱۱۔ جب اولیاء اللہ پر اللہ جلّ شانہ' کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو ارشاد ربّی ہوتا ہے کہ اے بندے کچھ مانگ۔ یہ عرض کرتا ہے کہ باری تعالیٰ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ وہ پھر ارشاد فرماتے ہیں نہیں نہیں کچھ مانگ لے۔ یہ عرض کرتا ہے معبود بس تجھی کو مانگتا ہوں۔

۱۲۔ کسان اپنے گھر سے دانہ نکال کر جنگل میں ڈال آتا ہے۔ وہ دانہ ویرانے میں پڑا بارش کی بے پناہ بوچھاڑ اور سورج کی تپش پاکر جب زمین کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو بہت سے دانوں کو لے کر آتا ہے۔ ہر بال میں کئی کئی شاخیں ہوتی ہیں اور ہر شاخ میں کئی کئی دانے ہوتے ہیں۔ پھر یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس کے اندر جو بھوسہ اور کوڑا کرکٹ ہوتا ہے وہ جنگل میں رہ جاتا ہے اور دانہ صاف ہوکر مالک کے گھر آتا ہے تو اس کی بڑی قدروقیمت ہوتی ہے۔ اس دانے کو غیر نہیں لے جاتے بلکہ جو اس کا مالک ہوتا ہے اور جو اسے جنگل میں ڈال کر آتا ہے اُسی کے گھر لوٹتا ہے۔ اے عزیز من یہ انسان بھی مثل ایک تخم کے ہے۔ جب یہ دانہ سرسبز اور کامیاب ہوکر مالک کی طرف لوٹے گا تو تنہا نہیں لوٹے گا' ہزاروں کو ساتھ لے کر لوٹے گا۔ جو یہاں صحیح نشوونما پاگئے وہی تو اولیاء اللہ ہیں' جانشینِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اہل اللہ تنہا نہیں لوٹیں گے۔ ہزاروں لاکھوں کو ساتھ لے کر لوٹیں گے۔ انہوں نے اس عالم دنیا میں مجاہدات اور سختیاں برداشت کیں اور اللہ تعالیٰ سے اولیاء اللہ کا خطاب حاصل کیا۔ اے عزیز من گندم کے بیج کو گندم نہیں کہتے۔ نہ بیج کی وہ قیمت ہوتی ہے جو صاف شدہ دانے کی ہوتی ہے۔ جس طرح بھوسہ اور کوڑا کرکٹ جنگل میں رہ جاتے ہیں اسی طرح مشرکین و کفار بھی نیچے جہنم میں رہ جائیں گے جبکہ کامیاب انسان جنت میں جائیں گے۔

۱۳۔ اولیاء اللہ جانشین رُسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں۔ جب کسی کو اپنے پاس بلاتے ہیں تو پہلے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت میں توبہ کراتے ہیں اور اپنی محبت کا سبق دیتے ہیں۔ پھر تصور شیخ کراتے ہیں۔ پھر آگے راہ کی کیفیتیں بتاتے ہیں۔ جب تصور صحیح ہوگیا اور نماز پڑھنی آگئی تو ایمان نصیب ہوگیا۔ پھر یہ اپنے مریدین کو چار نعمتیں عطا فرماتے ہیں (i) ایمان (ii) تقویٰ ((iii) عشق رسول اللہ ﷺ (iv) عشق اللہ۔ جب یہ چار نعمتیں

لے کر اپنے مالک کے گھر لوٹتا ہے تو اسے مقامِ اعلیٰ عطا ہوتا ہے۔ جب یہ قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر اس سے خوف کھاتے ہیں کہ یہ تو عاشق اللہ اور عاشق رسول اللہ ﷺ آگیا۔ حساب کتاب تو ان سے لیا جائے گا جو یہاں حساب بھولے بیٹھے ہیں۔ جو اپنا سبق یاد کرکے بلکہ دوسروں کو بھی یاد کراکر جاتے ہیں ان سے منکر نکیر کیا پوچھیں گے؟

۱۴۔ یوم میثاق جب اللہ کی ربوبیت کا وعدہ کیا تو وعدہ تم نے کیا اور قریب رب ہوا۔ تمام پیغمبروں سے وعدہ لیا کہ ہم رسالت کی تبلیغ کریں گے۔ علماء حضرات سے وعدہ لیا کہ ہم حق کو نہیں چھپائیں گے۔ عام مخلوق سے وعدہ لیا اپنی ربوبیت کا۔ رب کہتے ہیں پالنے والے کو۔ پالنے والا جب تک قریب نہ ہوگا تو کیسے پرورش ہوگی؟ بچہ ماں کی گود میں ہوگا جبھی دودھ پیئے گا۔ ارشاد ہوا اے میرے بندو تم خود سے مجھے دور نہ سمجھنا۔ میں تمہاری شہہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ ایک ہی پھول کا رس بھڑ چوستی ہے تو اس کے پیٹ میں زہر بنتا ہے اور شہد کی مکھی اسی پھول کا رس چوستی ہے تو اس کے پیٹ میں شہد بنتا ہے۔ اسی طرح باعمل انسان اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والا' بزرگوں کی دعائیں لینے والا' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں گرفتار' جب کلامِ الٰہی' احکامِ الٰہی پڑھتا ہے تو اس کے دل و دماغ کے لئے وہ شفا بنتا ہے اور اگر مشرک' کافر وہی کلام' احکام پڑھتا ہے تو زہر بنتا ہے' گمراہ ہوتا ہے۔

۱۵۔ جن کا ایمان قائم رہے گا ان کے ہاتھ میں اللہ کا دامن ہوگا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے سائے میں ہوں گے۔ وہی اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ ہی انہیں اللہ کی بارگاہ میں پہنچائیں گے۔ ارشاد باری ہوگا میرے جنتی بندوں کو جنت میں لے جاؤ۔ کچھ بندے ایسے بھی ہوں گے۔ جو کہیں گے ہم جنت میں نہیں جاتے۔ فرشتے عرض کریں گے باری تعالیٰ یہ تیرے کیسے بندے ہیں کہ جنت میں جانے سے انکار کررہے ہیں۔ ارشاد ہوگا انہیں نوری زنجیروں میں باندھ کر لے جاؤ۔ وہ بندے "اللہ" کی ایک ہی ضرب سے زنجیریں توڑ دیں گے۔ فرشتے عرض کریں گے باری تعالیٰ یہ تیرے کیسے بندے ہیں انہوں نے تو ایک ہی ضرب سے زنجیریں توڑ دیں۔ ارشاد ہوگا اے فرشتو یہ میرے عاشق

ہیں۔ یہ ایسے جنت میں نہیں جائیں گے۔ ان کے کان میں کہو کہ تمہارا رب تمہیں اس لئے جنت میں بھیج رہا ہے کہ جنت میں تمہیں اپنا دیدار کرائے گا۔ یہ سنتے ہی وہ سب جنت میں چلے جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ باری تعالیٰ وہیں دیدار کیوں نہیں کراتا وہ کسی کا محتاج تو نہیں۔ لیکن وہاں دیدار نہ کرانے میں یہ حکمت ہے کہ وہاں تو دوزخی بھی ہوں گے۔ انہوں نے اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلیا تو دوزخی نہ رہیں گے۔ اِسی لئے جنتیوں کو جنت میں ہی دیدار کرائے جائیں گے۔

۱۶۔ دنیا میں سب اللہ کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اہلِ محبت جب رب کو پکارتے ہیں تو رب ان کو پکارتا ہے کلامِ الٰہی کا پڑھنا اور بات ہے اور کلام الٰہی کا عطا ہونا اور بات ہے جنہیں کلامِ الٰہی عطا ہوتا ہے جب وہ قرآن شریف پڑھتے ہیں تو ان کا قلب دنیا سے سرد ہوجاتا ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہوتاہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے غافل ہوکر یادِ الٰہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہوجاتے ہیں۔

۱۷۔ مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ خیال کرے میرے پیرو مرشد میرے پاس ہیں۔ پھر تصور کرے کہ میری پیشانی میں ہیں، پھر تصور کرے کہ میرے سینے میں ہیں۔ پھر تصور کرے کہ میرے قلب میں ہیں۔ پھر یہ تصور کرے کہ میرے شیخ کے چاروں طرف "اللہ، اللہ، اللہ" لکھا ہے۔ اگر قلب گرم ہو تو تصور کرے کہ یہ حروف سفید ہیں۔ اگر سردی پیدا ہو تو یہ تصور کرے کہ حروف سرخ ہیں۔ اگر مایوسی ہو تو یہ تصور کرے یہ حروف سبز ہیں۔ اگر سستی پیدا ہو، رفتار ہلکی پڑگئی ہو تو خیال کرے کہ یہ حروف سرخ ہیں۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم تنہائی میں ذکر کرو۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم جلیس ہوتا ہوں، ہم نشیں ہوتا ہوں۔ اللہ اکبر، جن کا اللہ تعالیٰ ہم نشین ہو انہیں اولیاء اللہ نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

۱۹۔ مومنوں کی ارواح اولیاء اللہ کی روحوں سے فیض حاصل کرتی ہیں، نور لیتی ہیں اولیاء اللہ کی ارواح انبیاء علیہم السلام سے فیض حاصل

کرتی ہیں نورحاصل کرتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح محبوب رب العالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے نور حاصل کرتی ہیں اور محبوب رب العالمین کی روح اللہ تعالیٰ سے نور حاصل کرتی ہے۔

۲۰۔ وحی الٰہی جو جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعے آئی وہ قرآن شریف ہے اور جو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے اور جو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے ہمکلام ہوئے اور سوال جواب ہوئے وہ حدیث قدسی ہے۔ معراج کی تمام گفتگو حدیث قدسی ہے۔

۲۱۔ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس کلام پاک کی ایسے تلاوت کی کہ اس کے متکلم کو دیکھا اور بعض آیات پر اس قدر کیفیت اور لذت حاصل ہوتی تھی کہ جب تک میں متکلم سے خود نہیں سن لیتا تھا آگے نہیں پڑھتا تھا۔ یہ رویئت قلبی ہے۔ اور رویئت بصری یہ ہے کہ عالم بیداری میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو۔ معمولی مہمان بلانے کے لئے مکان کی پوری صفائی کی جاتی ہے تو محبوب رب العالمین ﷺ کے لئے کس قدر قلبی صفائی کی ضرورت ہوگی؟ یہ تمام چیزیں عبادات میں داخل ہیں۔ لیکن عبادت کے لئے قوت کی، طاقت کی، امداد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اُس ہستی کا تصور کرے جس کے تصور سے روحی، قلبی اور بصری قوت پیدا ہو۔ وہ طاقت تصور شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ تصور شیخ اس طرح حاصل کرے کہ جب بھی خیال کرے تصور شیخ قائم ہو۔ یہ شیخ کی روحی امداد ہوتی ہے۔ قلب کی صفائی خود انسان اپنے معاملات کی درستگی اور عبادات ریاضات سے حاصل کرتا ہے اس کے بعد رویئت قلبی شیخ کی روحانی امداد سے حاصل ہوتی ہے۔

۲۲۔ روح سے روح کی بات ایک مقام ہے۔ ہر آدمی سننے لگے تو نظام قدرت میں فرق آجائے گا۔ ہر ایک کی روح دوسری روح سے بات نہیں کرسکتی۔ ہاں دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ دل کی بات دل سنتا ہے ظاہری حواس کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہورہا ہے۔ اب یہ کہ دل نے کیا کہا اس کے لئے آلہ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کوئی اس لائق ہوجاتا ہے تو آلہ لگادیا جاتا ہے۔

۲۳۔ ذکر پاس انفاس کا طریقہ یہ ہے کہ پاک صاف اور باوضو ہوکر تصورِ شیخ کرے اور اپنے تصورات کو دنیا کی ہر شے سے پاک صاف کردے۔ پہلے درود شریف پڑھے۔ پھر ذکر "اللہ ھُو" کرے۔ یعنی اندر کی سانس سے اللہ کہے اور باہر کی سانس سے ھُو کہے۔ اسی طریقے سے کافی دیر ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ اس کو اپنا ہوش نہ رہے کہ میں ذکر کررہا ہوں۔ جذب سے مراد مجذوبیت نہیں بلکہ جذب محبت ہے۔ پھر لا الہ کو ناف سے اٹھاکر الا اللہ کی قلب پر ضرب لگائے۔ پھر لا الہ باہر کی سانس سے اور اِلا اللہ ھُو اندر کی سانس سے کہے۔ اس ذکر سے ذاکر کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہے لیکن تصور شیخ سے سب چیزیں اعتدال میں آجاتی ہیں اور غلط باتیں صحیح ہوجاتی ہیں۔ اب ایک ذکر سلطانیہ نصیریہ ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی ؒ یہ ذکر کرتے تھے۔ اس ذکر کو سلطانہ بھی کہتے ہیں سلطانیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سلطان الاذکار سے ملتا جلتا ہے۔ یہ ذکر کھڑے ہوکر بھی کیا جاتا ہے اور بیٹھ کر بھی کیا جاتا ہے۔ اس میں انسان اپنے ناک کے دونوں نتھنوں پر نگاہ رکھتا ہے۔ جب یہ تصور قائم ہوگیا اور ذاکر نے ذکر شروع کردیا لا الہ الا اللہ ھُو تو نتھنوں سے ہلکی سی روشنی نمایاں ہوگی۔ اب یہ مشغول رہے اور ضرب لگاتا رہے۔ روشنی بڑھتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس قدر روشنی ہوگی کہ معلوم ہوگا تمام عالم کو محیط ہے۔ یہ روشنی ذاکر کو گھیرلے گی۔ اس میں ایک قسم کی گرمی پیدا ہوگی تو فوراً ہی تصور کرے کہ میں چاند کو دیکھ رہا ہوں۔ چاند کے تصور سے روشنی ٹھنڈی ہوگی۔ پھر خیال کرے کہ میرے سامنے برف کا تودہ ہے۔ ٹھنڈا ہوجائے گا اور کپکپی آئے گی۔ اس ذکر سے روشنی حاصل ہونے میں بہت جلد کامیابی ہوتی ہے بشرطیکہ تصور شیخ ہو۔ ان معاملات میں اخلاص کی بہت ضرورت ہے۔ باری تعالیٰ کو وہ عبادت پسند ہے جس میں محبت اور اخلاص ہو۔

۲۴۔ اہل سلوک کی منزلیں ہاتھوں اور پیروں سے نہیں بلکہ قلب سے طے ہوتی ہیں۔ قلبوں میں آبلے پڑجاتے ہیں دل زخمی ہوجاتے ہیں۔ جب تک قلب شکستہ نہیں ہوتا یہ راستے طے نہیں ہوتے۔ کبھی قلبِ شکستہ کے ساتھ رب کو پکار کر تو دیکھو کہ عرش تک پکار پہنچتی ہے۔ ہمارا رب ہم سے قریب ہے ہمارے دل کی پکار سنتا ہے۔ ہمارا رب ہمارے ظاہر اور

باطن سے خوب واقف ہے۔ ظاہر و باطن کی اصلاح کرو رب راضی ہوجائے گا۔ قرآن پاک کی تلاوت سے اور علم و حکمت حاصل کرنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے قلب پر نگاہِ مصطفیٰ ﷺ نہ ہو۔ عبادت کے لئے پہلے طہارت کی ضرورت ہے۔

۲۵۔ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی، گریہ و زاری کئے جاؤ۔ کیا پتہ کس وقت وہ آپ پر کیسی تجلی ڈال دیں کہ سب علوم کے دروازے کھل جائیں۔ پھر اگر ہزار عالم بھی بیٹھے ہوں تو تمہارے سامنے کچھ نہ بول سکیں۔ جس بیان میں نور ہو وہ قلبوں کو سیراب کرتا ہے۔ نور کے بغیر بیان بے اثر ہے۔ ان کی بارگاہ میں قلب کو ہر وقت حاضر رکھو۔ غیر کے بندے نہ بنو پھر لطف و کرم ہوگا۔ سرکاری فیضان مدینہ منورہ سے ہمہ وقت جاری و ساری ہے۔

۲۶۔ اہل سلوک کا طریقہ ہے ذکر اذکار کرنا اور کرانا۔ یہ کوئی بناوٹی کھیل تماشہ نہیں۔ اس کا ایک ضابطہ ہے۔ انسان کے جسم میں مختلف مقامات ذکر ہیں جنہیں لطائف کہا جاتا ہے۔ لطیفہ ذکر کے مقام کو کہتے ہیں جس میں نور ہوتا ہے۔ ہر ذکر کا ایک مقام یا لطیفہ ہے اور ہر ذکر کا ایک رنگ ہے۔ اور ہر ذکر ایک پیغمبر کے قدم پر ہوتا ہے۔ لطیفہ اول کا نام قلب ہے۔ اس کے نور کا رنگ زرد ہے اور اس کے ذاکر کا قدم سیدنا نبینا آدم علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ اور ذکر اِس کا ذکرِ ذات یعنی "اللہ، اللہ، اللہ" ہے۔ لطیفۂ قلب کا مقام بائیں چھاتی سے دو انگشت نیچے ہے۔ قلب میں نور زرد کیوں ہے؟ کیونکہ جس عالم سے انسان آیا ہے یعنی عالمِ ارواح اس کا رنگ زرد ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے زردی پر ہوتا ہے۔ جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے جب بھی زردی پر ہوتا ہے۔ یہ ایمان کی مہر ہے۔ دوسرے لطیفے کا نام روح ہے۔ رنگ اس کا سرخ (نور) اور سنہرا ہے۔ قدم اس کا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ لطیفہ روح کا مقام دائیں چھاتی سے دو انگشت نیچے ہے۔ ذکر اس کا اسمِ ذات ہے۔ روح کا رنگ سرخ اور سنہرا ہے۔ جب انسان پر محبتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے تو رنگ سرخ ہوجاتا ہے۔ تیسرے لطیفے کا نام سر ہے۔ نور اس کا سفید رنگ کا ہے۔ قدم اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہے۔

ذکر اسمِ ذات ہے۔ لطیفۂ سر کا مقام بائیں چھاتی سے اوپر سینے کی جانب ہے۔ چوتھے لطیفے کا نام خفی ہے۔ نور اس کا سیاہ ہے۔ اور قدم اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ لطیفۂ خفی کا مقام دائیں چھاتی سے اوپر سینے کی جانب ہے۔ پانچواں لطیفہ اخفا ہے۔ رنگ اس کا سبز ہے اور قدم اس کا حضرت سید المرسلین، رحمت اللعالمین خاتم النبین جنابِ احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہے۔ لطیفہ اخفا کا مقام بیچ سینے کے ہے۔ چھٹا لطیفہ نفس ہے۔ نور اس کا نیلگوں ہے۔ لطیفہ نفس کا مقام پیشانی ہے۔ ساتواں لطیفہ قالب ہے۔ اس کا رنگ بصورت آتش اور بے رنگ ہے۔ لطیفۂ قالب کا مقام تمام جسم ہے۔

۲۷۔ میرے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب سلطان الاذکار شروع ہوجاتے ہیں تو جسم کے جس حصے سے کان لگا کر سنو "اللہ، اللہ" کی آواز آتی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور میں نے سنا ہی نہیں۔ فرمایا سنا دیں گے۔ ایک دن تنہائی میں پاس بٹھالیا۔ میں نے آپ کے جسم مبارک کے جس حصے سے کان لگایا "اللہ، اللہ" کی آواز آرہی تھی۔

۲۸۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ظاہر کے لئے علمِ ظاہر عطا فرمایا اور اہل باطن کے لئے علم باطن عطا فرمایا۔ اپنے اپنے ذوق و طلب کی بات ہے۔ بغیر ذوق اور محبت کے علم باطن یا علمِ لدنی حاصل نہیں ہوتا۔ علمِ لدنی کیا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ جب اپنے بندوں سے راضی ہوجاتا ہے تو اپنے ذکر کے لئے ان کے سینے کھول دیتا ہے۔ غفلت کے پردے دور ہوجاتے ہیں یعنی وہ اپنی خودی سے پاک ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہوجاتا ہے۔ ان قلوب پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاں ہوتی ہیں جس سے بیان کرنے والے کو بھی لذت اور کیفیت حاصل ہوتی ہے اور سننے والوں کو بھی لذت اور کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ علمِ ظاہر پڑھایا جاتا ہے لیکن علم باطن عطا ہوتا ہے۔ یہ علم الہامی ہے۔

۲۹۔ جب ساتوں لطیفے ایک ساتھ ذکر کرتے ہیں تو اس وقت ذاکر کا ایک مرتبہ "اللہ" کہنا ساڑھے تین کروڑ مرتبہ کہنا شمار ہوتا ہے۔ انسان کے جسم میں ساڑھے تین کروڑ مسام ہیں۔ جب ساتوں لطیفے جاری ہوجاتے ہیں

تو ذاکر جب ایک مرتبہ ''اللہ'' کہتا ہے تو اس کے تمام مساموں سے ''اللہ'' کی آواز آتی ہے۔ ان حضرات کے مقامات اور درجات بلند ہوجاتے ہیں اور سینوں میں نور پیدا ہوجاتاہے۔ یہ اللہ کے نور سے بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے انہیں یقین کا نور عطا ہوتا ہے۔ یہ اپنے شیخ کو کاملین جانتے ہیں۔ یقین کا نور سب سے پہلے نگاہ میں عطا ہوتا ہے پھراس نور کا مقام قلب میں ہوتا ہے۔ یہ حضرات کہاں کہاں نے اور کن کن مقامات سے بولتے ہیں؟ بس جس مقام سے تار جڑجاتے ہیں وہیں سے ذکر شروع ہوجاتا ہے۔ سلطان الاذکار جب شروع ہوتے ہیں تو سات مقام سے ذکر ہوتا ہے۔ پھر یہ ایک مرتبہ ''اللہ'' کہتے ہیں تو ساڑھے تین کروڑ مرتبہ کہنے کا ثواب ملتاہے۔ بس اتنا یاد رہے کہ چھٹی ایک دن بھی نہیں ملتی۔ ہمہ وقت کام ہے۔ جس نے اولیاء اللہ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا۔

۳۰۔ اہل سلوک ۱۵ مقام طے کراتے ہیں اور انہیں ۱۴ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہر مقام پر ایک پیغمبر کا قدم ہے۔ جس قدر بھی اولیاء اللہ ہیں کسی نہ کسی پیغمبر کے قدم پر ہیں۔ اور پیغمبر کی جھلک اولیاء اللہ میں ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رہنے کا مقام نہیں تھا۔ جو ولی ان کے قدم پر ہوگا اس کا بھی رہنے کا مقام نہ ہوگا۔ یہ اس ولی کی بات ہے جو صاحب خدمت ہوتا ہے۔ ولی کو ولی پہچان سکتا ہے' ہر ایک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ میری قبا کے نیچے ہیں میرا غیر ان کو نہیں پہچان سکتا۔ اللہ کی قبا کیا ہے؟ اللہ کی شان کبریائی۔ شان کبریائی میں ہوتا ہے تو ولی ہوتا ہے۔ غیر کا تو وہاں گذر ہی نہیں۔

۳۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو دو علوم عطا فرمائے ہیں۔ ایک علم ظاہر اور ایک علمِ باطن۔ اہل سلوک نے علم ظاہر کو علم معاملہ اور علمِ باطن کو علمِ مکاشفہ فرمایا ہے۔ علم مکاشفہ اللہ کی محبت کا نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ نور اہلِ مجاہدہ کو عطا ہوتاہے۔ جو مجاہدہ کرتے ہیں وہی اہلِ تقویٰ ہوتے ہیں۔ جو اہلِ تقویٰ ہوتے ہیں وہی اہلِ تفکر ہوتے ہیں۔ جو اہلِ تفکر ہوتے ہیں وہی اہلِ تدبر ہوتے ہیں۔ جو اہلِ تدبر ہوتے ہیں وہی اہلِ تشکر ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار کرم نوازیوں کو دیکھ کر ان کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ جب

مومن کے قلب میں محبتِ الٰہی کا نور پیدا ہوتا ہے تو اس کے قلب کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ہر انسان کے قلب میں دو دروازے ہوتے ہیں' ایک بیرونی اور ایک اندرونی۔ بیرونی دروازہ اسے کہتے ہیں جو انسان حواس خمسہ سے علم ظاہر حاصل کرتا ہے۔ اور اندرونی دروازے کو الہام کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعے ہدایت فرماتے ہیں۔ اندرونی دروازہ کھلنے سے علوم غیبیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہ دو دروازے ہر انسان کے قلب میں ہیں۔ جو علمِ ظاہر حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو شمار میں لاتے ہیں کہ ہم علوم کے جاننے والے ہیں تو یہ غرور و تکبر ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ علمِ حجاب اکبر ہے۔ اس حجاب کی وجہ سے انسان آگے ترقی نہیں کرسکتا۔ اور جب تک علم مکاشفہ حاصل نہ ہو انسان کو راستہ نہیں ملتا۔ بغیر روشنی کے راستہ کیسے طے ہو۔ یہ روشنی اولیاء اللہ کی صحبت سے' ان کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ کی محبت ہی محبتِ رسول اللہ ﷺ ہے اور حضور ﷺ کی محبت ہی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ جس قدر ان کی محبت ہوگی اسی قدر روشنی حاصل ہوگی اور جس قدر روشنی ہوگی اسی قدر انسان ترقی کرے گا۔ لیکن اس علم مکاشفہ کا وسیلہ علم معاملہ ہے جب تک شریعت مقدسہ کا صحیح علم نہ ہوگا طریقت حاصل نہ ہوگی۔ جسے علمِ مکاشفہ عطا ہوتا ہے اس کے لئے صبر و ضبط بہت لازمی ہے۔ درویشی پردہ پوشی ہے۔ کسی کی پردہ دری یا دل آزاری کی اس میں اجازت نہیں۔ جس نے اس میں ضبط سے کام لیا اسے تمامی علوم غیبیہ کا مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اہل مشاہدہ کے کچھ اشارے ہوتے ہیں' کچھ کنائے ہوتے ہیں' کچھ رمز ہوتی ہے 'سمجھانے کی' دکھانے کی۔ اس انداز سے کہ اہل سلوک' اہل عقیدت' اہل محبت کو کچھ پتہ چل جاتا ہے اور جس چیز کو چھپانے کا حکم ہے اسے ظاہر نہیں کیا جاتا۔ معلوم ہوا سب سے پہلے علم شریعت ہے پھر مجاہدہ کرنا ہے۔ اب تقویٰ' پرہیزگاری' صبر اور سکون اور انتہا درجے کا ضبط۔ کسی کے عیب ظاہر نہ کئے جائیں۔ بس یہی کوشش ہو کہ کسی کی کسی انداز سے اصلاح ہوجائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ رحمت الٰہی جوش میں آجائے اور نہ شریعت کا قانون عائد ہو نہ کوئی مجاہدہ کرایا جائے اور کرم ہوجائے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں کو ایمان عطا ہوگیا۔

۳۲۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے میں اپنی بارگاہ کا مقبول

بندہ بنالیتا ہوں تو میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے کھاتا ہے' میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں' میری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ میں اُسکی زبان بن جاتا ہوں' میری زبان سے بولتا ہے' میں اس کے کان بن جاتا ہوں' میرے کانوں سے سنتاہے۔ تو زبان بن جائیں' آنکھیں بن جائیں' کان بن جائیں۔ کون بن جائیں؟ رب تبارک و تعالیٰ بن جائیں۔ کس کے بن جائیں؟ اپنی بارگاہ کے مقبول بندے کے۔ پھر کیا کمال حاصل ہوتاہے؟ وہ بندہ کن فیکونی طاقت حاصل کرلیتاہے۔ یہ مظہر صفات بن جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس مظہر ذات ہے۔ جب اولیاء اللہ مظہر ذات میں جاتے ہیں تو گم ہوجاتے ہیں پھران کو بلاوا آجاتا ہے۔ صفات رہ جاتی ہیں' ذات میں ذات گم ہوجاتی ہے۔ یہ مقام کی بات ہے۔ یہ اہلِ سلوک کے مراتب بیان ہورہے ہیں۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ جب تک کسی کا خادم و غلام نہیں بن جاتا کوئی مقام نہیں پاتا۔ جو چیز تکلیف اور مجاہدے سے حاصل ہوتی ہے اس کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ یہ باتیں عام نہیں خاص ہیں اور خاص ہی نہیں خاص الخاص ہیں۔ رب کی شان و عظمت بیان کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔

۳۳۔ یہ علمِ لدنی کیا ہے؟ یہ کلام حق ہے' یہ علمِ حق ہے۔ یہ علم حق کہاں سے آیا؟ حضرت حجت الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے شب معراج میں مجھ سے نوے ہزار باتیں کیں۔ تیس ہزار اہل ظاہر کے لئے ہیں جنہیں قانون شریعت حاصل ہو اور میری بارگاہ میں حاضر رہیں یعنی علمِ شریعت جس سے مسلمان صاحب ایمان ہوجائیں' اللہ کی بندگی کا طریقہ حاصل ہوجائے۔ اور تیس ہزار ایسے ارشادات فرمائے کہ اے میرے پیارے محبوب ﷺ یہ اہلِ طریقت کو بتادو جو تلاش حق میں ہوں اور جنہیں راہ سلوک حاصل ہو۔ جنہیں یہ حاصل ہوں گی وہ میری بارگاہ کے مقبول بندے بنیں گے۔ ان حضرات کو اہلِ طریقت کہتے ہیں' اہلِ سلوک کہتے ہیں' راہ حق کے طے کرنے والے کہتے ہیں' سالک باخبر کہتے ہیں۔ اور تیس ہزار ایسی باتیں ہیں جو اللہ اور ان کے حبیبِ پاک ﷺ کے درمیان راز ہیں۔

۳۴۔ قلب مومن کعبہ ہے کعبہ۔ ماسوا اللہ کے اس میں غیر کو نہ بساؤ۔ اس کعبے کی صفائی کرو۔ معلوم ہے کس لئے صفائی کی جاتی ہے؟ یہاں نور کا اعتکاف ہوتا ہے۔ جس کے قلب میں نور معتکف ہوگیا اس میں اسرار رحمانی پیدا ہوتے ہیں۔ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ اس کعبے کو ہر گندگی سے پاک صاف رکھو۔ اپنی نگاہ کی حفاظت کرو' زبان کی حفاظت کرو' شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ دنیا کی نمائش اور دنیا کی فریب کاریوں سے اس قلب کو بچاؤ۔ یہ قلب خانۂ خدا ہے۔ کیا گندی زبان اور نجس جسم لے کر اس کعبے میں داخل ہوگے؟ کچھ پتہ ہے کعبے کے پاس مقامِ ابراہیم بھی ہے۔ یہ نور کی تجلی گاہ ہے۔ ذرا انسان اپنے آپ کو سمجھے اور غور سے پہچانے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے خود کو پہچانا اور جس نے خود کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا۔

۳۵۔ صفات الٰہی اس کو حاصل ہوتی ہیں جس کے قلب میں یقین کا نور پیدا ہوجاتاہے۔ پھر وہ بندہ صفاتِ الٰہی کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اس کا قلب یقین کے نور سے منور ہوجاتا ہے۔ پھر وہ ذات میں غرق ہوجاتا ہے' فنا ہوجاتاہے۔ جب اہلِ سلوک کو فنائیت حاصل ہوتی ہے تو اپنی صفات بھول جاتے ہیں۔ پھر ان حضرات کے لئے القاب اوپر سے تجویز ہوتے ہیں اور دنیا والوں سے کہلوائے جاتے ہیں۔ یہ سب منشاء قدرت ہوتا ہے۔ اپنی صفات بھول جانے سے فنائیت حاصل ہوتی ہے۔ فنائیت اسے کہتے ہیں کہ انسان خود کو شمار میں نہ لائے۔ جب یہ ذات میں فنا ہوتا ہے تو خدا تو نہیں بنتا لیکن خدا سے جدا بھی نہیں رہتا۔ سفید کپڑے کو کسی رنگ میں ڈال دیں تو پھر اسے سفید نہیں کہتے' رنگا ہوا کہتے ہیں۔ کسی خراب' خستہ حال کو اولیاء اللہ کے پاس لے جاؤ جب وہ رنگے گا تو پہلی بے رونقی بدل جائے گی اور رنگا ہوا کہلائے گا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی شان و عظمت ہے۔ اولیاء اللہ کو ایسا رنگا کہ کوئی جواب نہیں۔ خوب رنگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی محبت میں اگر غرق نہ ہوگا تو رنگ کوئی نہیں چڑھے گا۔ کچے رنگ خراب ہوجاتے ہیں۔ پکا رنگ تو حضور ﷺ کی محبت ہی کا ہے۔ اولیاء اللہ ان کی ذات میں غرق ہوتے ہیں اور خود کو شمار میں نہیں لاتے۔ جب یہ ہوش میں آتے ہیں تو انہیں اپنے رنگ خود ہی نظر آنے لگتے ہیں۔

۳۶- اہلِ محبت جس سے راضی ہوتے ہیں اسے اپنی محبت کا انعام عطا فرماتے ہیں۔ محبت وہ شے ہے کہ سوائے قلب کے اور کہیں اس کا مقام ہی نہیں۔ محبت کی نہیں جاتی بلکہ عطا ہوتی ہے۔

۳۷-جب اہلِ ذاکر و شاغل لطیفوں کو سمجھ لیتا ہے کہ ان مقامات سے ذکر ہوتا ہے تو پھر اس کے لئے بیداریٔ قلب کی ضرورت ہے۔ جو کدورت قلب میں آجاتی ہے اسے رفع کرنے کی ضرورت ہے۔ رفع کدورت کے لئے مراقبہ کیا جاتا ہے۔ جو مراقبے کا طریقہ ہے اس سے مراقب ہو پہلے یہی خیال کرے گا کہ شیخ کے سامنے بیٹھا رب کا ذکر کررہا ہوں۔ جب تصورِ شیخ میں کامیاب ہوجاتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں رب کی سامنے ہوں۔ اب یہ اس خیال میں مراقب ہے۔ جب تصورِ شیخ سے تمام وسوسے، شبہات، خیالات، دل و دماغ سے دور ہوجاتے ہیں تو پھر اس کو ایک گلؑ نظر آتا ہے اور یہ تصور کررہا ہے کہ میں تو رب کے سامنے ہوں تو اسی خیال میں خانہ کعبہ نظر آئے گا۔ پشت پناہ شیخ ہے۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر یہ خیال کرے گا کہ یہ کعبہ ہے لیکن نور ہی نور ہے۔ پھر وہ پھول اتنی روشنی دے گا کہ تمام عالم کو روشنی میں لے لے گا اور یہ مراقبہ کرنے والا روشنی میں گم ہوجائے گا۔ جب اسے روشنی میں قیام نظر آئے گا تو اسے لذت اور کیفیت عطا ہوگی۔ جب یہ مراقبے سے بیدار ہوگا تو اس کا جی چاہے گا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ اس کے قیام، رکوع و سجود کی عجیب کیفیت ہوگی۔ یہ اپنے آپ کو شمار میں نہیں لائے گا۔ اور جب یہ خود کو شمار میں نہیں لائے گا تو اس کی یہی نماز معراج المومنین ہوگی۔

۳۸- تمام علوم سیکھنے سے آجاتے ہیں لیکن علم معرفت سکھانے سے نہیں، محبت سے حاصل ہوتا ہے اور محبت بھی ایسی کہ غرق محبت ہوجائے۔ فی زمانہ فقرا پر نکتہ چینی کی جاتی ہے اور ہر بات کا ثبوت قرآن شریف اور حدیث شریف سے چاہتے ہیں۔ علم طریقت کے کچھ ایسے راز بھی ہوتے ہیں جو عام الفاظ میں بیان نہیں ہوتے۔ اسی لئے سلوک کے مقامات عام محاورے میں فقیر بیان کرتا ہے تاکہ انسان کے قلب میں اتر جائیں۔

شبِ معراج میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے اپنے حبیبِ پاک جنابِ احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے پاس بلا کر وہ علوم عطا فرمائے جو

وحی کے ذریعے پہنچانا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ جو علوم رب تبارک و تعالیٰ اپنے پاس بلاکر عطا فرمارہا ہے وہ توکوئی خاص بات ہی ہوگی۔ وہ بات اگر علمائے ظاہر کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ علوم کچھ نہ تھے' کچھ عطا نہیں فرمایا' ایسے ہی بلالیا۔ جس قدر علم ظاہر ہے علی الاعلان آیا' وحی کے ذریعے آیا' ہر ایک نے اسے سمجھا سمجھایا' اب تک پڑھ رہے ہیں' پڑھارہے ہیں۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو علوم حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعے پہنچانا مناسب نہ سمجھا اس کے لئے وہ مقام تجویز فرمایا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا: فاوحی الی عبدہ ما اوحی (وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی) یہ علوم وہ اسرار تھے جو وحی کے ذریعے بھیجنا مناسب نہ تھا۔ وہ راز' وہ اسرار' وہ علوم' جن کو علمِ سینہ کہتے ہیں' وہ عطا فرمائے۔ ان علوم کے اسرار کا متصرف اور مختار بنایا۔

اب غور فرمائیں یہ علمائے ظاہر کی سمجھ میں کیسے آئیں؟ اور یہ عام بیان کیسے کئے جائیں؟ یہ اسرارِ رب نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ ان اسرار کا متصرف اور مختار بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اسرار مولائے کائنات' ولی العالمین' امام الاولیاء' حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہ کو عطا فرمائے ان علوم کا نام ہے خرق۔ علمائے ظاہر کو یہ علوم مل نہیں سکتے کیونکہ جب تک علم ظاہر کی صفائی نہ ہو علم باطن داخل ہو نہیں سکتا۔ اگر آپ کو کسی سے خاص محبت ہے اور وہ آپ کا خاص محبوب ہے تو آپ کسی کو اس کی جھلک دکھانا بھی گوارا نہ کریں گے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ محبوب عام ہوجائے۔ وہ تو خاص ہی رہے گا۔ اور خاص کے لئے مقام بھی خاص' عطا بھی خاص' تصرفات بھی خاص' اختیارات بھی خاص ہوتے ہیں۔

خرق کہتے ہیں معجزات کو۔ نبی کے لئے خرق معجزات ہیں اور اولیاء اللہ کے لئے خرق کرامات ہیں۔ جو اسرار پیغمبروں کو حاصل ہوتے ہیں ان علوم کا نام ہے خرق۔ یہ چیک نہیں نقد رقم جیب میں ڈال دی ہے کہ جتنا چاہو خرچ کرو اور بڑھ جائے گی اور حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔ اور مولائے کائنات کرم اللہ وجہ کو جو عطا فرمایا وہ کرامات سے اکمل کردیا۔ کیسا اکمل کہ اس کا متصرِّف بناکر مختار کردیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک دن خطبہ دے رہے تھے منبر پر۔ ارشاد فرمایا علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اپنے پاس بلایا اور اپنے سینے سے لگاکر فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ میرا رازدار ہے' یہ مہاجر اور انصار کا شیخ ہے۔ جسے شیخ الشیوخ کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ تمام اولیاء کا امام۔ اولیاء اللہ کو یہ خرقہ اس لئے عطا ہوتا ہے کہ ان سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے پاس بلاکر جو عطا فرمایا ان رازوں میں جبرئیل امین علیہ السلام کو بھی شریک کرنا مقصود نہ تھا یہ راز سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کو پہنچتا رہتا ہے۔ حضور ﷺ کے صدقے میں یہ روشنی ملتی رہتی ہے۔ خرق ایک قوت ہے جو عطا ہوتی ہے اور خرقہ تو پہننے کی چیز ہے۔

۳۹۔ باغ لگانے کے لئے زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔ کھیتی اس وقت ہری بھری ہوتی ہے جب زمین کے سینے کو چیرا جائے اور اس میں تخم ریزی کی جائے۔ پھر زمین پھل دیتی ہے' پیٹ بھرتی ہے اور دماغ کو خوشبو سے معطر کرکے روشنی پیدا کرتی ہے۔ انسان نہ مجبور محض ہے نہ مختار مطلق۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتیں بھی دیں ہیں' ہمتیں بھی دی ہیں' اختیارات بھی دیئے ہیں' کچھ عاجز بھی ہے' مختار بھی ہے' انسان ہی تو ہے' ایک خاک کا پتلا ہے۔ آب و ہوا اور غذا اگر درست ہے تو اس کی زندگی بحال ہے کیونکہ انسان چار عناصر کا مرکب ہے۔ ایک عنصر بھی بگڑ گیا تو موت واقع ہوگئی۔ اسی طرح انسان کامیابی کے لئے تدبیر کرتا ہے۔ جب تدبیر بگڑ جاتی ہے تو اپنے معاملے کو تقدیر پر چھوڑ دیتا ہے کہ میری تدبیریں ناکام ہوئیں اب اللہ جو چاہے سو کرے۔ جب تقدیر بگڑ جاتی ہے تو شفاعت کام آتی ہے کیونکہ وہ شافع محشر ہیں' ہادی کلُ ﷺ ہیں۔ اس دنیا میں انسان اپنے آپ کو دانشمند باشعور سمجھتا ہے۔ اگر کوئی دکھ آجائے تو ساری عقل ختم۔ اگر کوئی اعضا کٹ جائے تو عاجز محض۔ اور جب موت آجائے تو پھر دماغ کیسے کام کرے۔ کرے گا بخدا دماغ کام کرے گا۔ کسی کا خادم و غلام بن جا۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت دے کر حیات ابدی کا وعدہ کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولیاء اللہ کا خطاب عطا فرمایا ہے یعنی اللہ کے جاننے پہچاننے والے۔ تو اللہ کے جاننے پہچاننے والے کو موت آئی تو پھر زندگی کس کو ہوگی؟ یہ حضرات اپنی قبروں سے ہنستے ہوئے اٹھیں گے اور لوگ روتے ہوئے اٹھیں گے۔ اگر ان حضرات کی غلامی کا شرف حاصل

ہوگیا' ان کی توجہ میں آگیا' ان کی نگاہ میں آگیا' ان کے پیار میں آگیا' بخدا موت نہیں آئے گی' پردہ ہوگا جسے انتقال کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنہیں حیات عطا فرمائی ان کی محبت میں غرق ہونے سے حیات ملے گی۔ پانی میں رنگ ڈالیں اور اسمیں کپڑا ڈالیں اگر اس پر رنگ چڑھتا ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت سے فیض ضرور ملتا ہے۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو محض عبادت کے لئے بنایا ہے اور حضرت انسان کو عبادت مع محبت کے لئے بنایا ہے۔ محبت میں محنت ہے۔ بغیر محنت کے محبت کامیاب نہیں ہوتی۔ (یہ آپ کی زبان میں سلوک بیان ہورہا ہے) اور محنت کا ہوتا ہے امتحان۔ اور امتحان میں انسان کامیاب ہوجائے تو پھر ملتا ہے مقام۔ دنیا کا مقام ہوگا تو کرسی ملے گی اور آخرت کا ہوگا تو جنت ملے گی۔ یہ میری بات نہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ فرمارہے ہیں کہ تم عبادت کرو میری محبت میں تب انعام ملے گا۔ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام نے بھی امتحان دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرماکر جنت تجویز فرمادی۔ انہیں جنت کی ہر چیز سے محبت اور رغبت ہوگئی۔ اب جنت مقام ہے اس کے لئے جو امتحان دے کر آئے۔ جنت آرام کی جگہ ہے اور آرام کی جگہ میں امتحان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے امتحان لوں گا وگرنہ باقی مخلوق کہے گی کہ انہیں تو بغیر امتحان کے جنت دے دی اور ہم سے امتحان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت سے' شان رحیمی و کریمیؒ کے ساتھ' شیطان کی آڑ میں حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیج دیا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کی آڑ میں کنعان سے مصر بھیج دیا۔ شیطان نے اپنا کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیج دیا کہ یہ زمین امتحان کی یونیورسٹی ہے۔ یہاں امتحان دے کر پھر جنت میں آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین بنانے کے بعد اسے اپنے محبوب ﷺ کی پیدائش کی جگہ قرار دے دیا اور جنت کو خالی کرایا کہ میرا محبوب یہاں تشریف لائے گا۔ محبت میں نہ شرکت نہ شراکت نہ اشتراک ہوتا ہے۔ اہل اسرار کے قول کے مطابق محبت میں شراکت یا شرکت شرک ہے۔ یہ تو رب ہی ہے جو سب کا معشوق ہے وگرنہ محبت میں اشتراک اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ میرا محبوب ﷺ آئے تو جنت میں اور کوئی نہ ہو۔ منشا یہ تھا کہ اچھی طرح دیکھ بھال لو'

سنبھال لو' یہ سب آپ کا ہی ہے۔ قاب قوسین او ادنیٰ یہ سب محبوب ﷺ کے مقام ہیں' اللہ کا کوئی گھر نہیں ہے۔گھر تو محبوب رب العالمین ﷺ کا ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے قریب بلایا۔ وہ تو اللہ کے محبوب ﷺ کا ہی گھر تھا۔ اپنے ہی گھر گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اِس زمین پر آنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی کسان زمین میں تخم بو دیتا ہے' پھر اِس کی پرورش کرتا ہے۔ ویرانے میں ڈال دیتا ہے۔ اس پر خوب دھوپ بھی پڑتی ہے' بارش بھی ہوتی ہے۔ جب دھوپ اور بارش کی مار کھائی تو ایک ایک دانے کے ستر ستر دانے نکلے۔ پہلے جنگل میں خوب پٹائی ہوئی اور بھوسہ جنگل میں رہ گیا۔ دانے مالک کے گھر پہنچ گئے۔ یہ ہندو سب بھوسہ ہیں اور یہ گندم کے دانے ہیں جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سب مالک کے گھر کے ہیں۔ بھوسہ جلانے کے کام آئے گا' دوزخ میں یہ بھوسہ جلے گا یا ڈھور ڈنگر کھائیں گے۔ یہ گندم کے دانے صاف ستھرے ہوکر مالک کے ہاں ہی جائیں گے۔ میرے مالک کے گھر کا ادنیٰ مقام جنت ہے اور فردوس بریں بھی ہے۔

۴۱۔ اہل سلوک کو جب تک قبض اور بسط سے واقفیت نہ ہوگی اور ان صفات کا مالک ومتحمل نہ ہوگا تو وہ کسی کو فیض نہیں پہنچا سکتا۔ قبض اور بسط اللہ کریم کی صفات ہیں قبض نکلا ہے ان کی صفت قابض سےاور بسط نکلا ہے ان کی صفت باسط سے۔ ہم اہل سلوک کے محاورے' فقرے اور جملے عام نہیں اور یہ مجلس بھی عام نہیں' خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات لامتناہی ہیں۔ مومن کی قبر کو فرمایا ہے کہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ ہم اُن کی قبروں کو کشادہ کر دیتے ہیں۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ برابر برابر قبریں ہیں' ایک جنتی کی ہے' ایک دوزخی کی ہے' ایک کشادہ ہے' ایک تنگ ہے۔ بس یہ اُس کی شان ہے۔ وہ باسط ہے۔ ادنیٰ سا اشارہ کر دے اپنی صفت بسط کا تو جنتی کی قبر اتنی کشادہ ہوجائے کہ آپ شمار میں بھی نہ لا سکیں۔ جنت کی بھی کوئی حد حساب نہیں' ہر ایک کی جنت علیحدہ ہے اور دنیا ایک جنت سے بھی چھوٹی ہے۔ اگر وہ اپنے کسی ولی کو اپنی صفت بسط کا مظہر بنادے تو اس کا کوئی اندازہ نہیں لگاسکتا۔ یہ اس کی ادنیٰ صفات ہیں' ہر صفت میں اس کی تجلی ہے کوئی صفت تجلی سے خالی نہیں۔ اگر وہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ کافر کی قبر تنگ کرسکتا ہے مومن کی قبر کشادہ کرسکتا ہے۔ عبادت کرنے والے کو

چاہئے کہ اہل دل کی صحبت میں بیٹھے اور ذکر کرنے کا طریقہ حاصل کرے اور تصورِ شیخ میں رہے ورنہ شیطان غالب آجاتا ہے۔

۴۲۔ عصر کے وقت ابلیس معہ اپنی جماعت کے پانی پر جمع ہوتا ہے' سمندر پر ہویا دریا پر۔ ہر ایک چیلا اپنی کارگزاری بیان کرتا ہے۔ ایک کہتا ہے میں نے کسی سے زنا کرادیا۔ ایک کہتا ہے میں نے چوری کرادی' ابلیس میں جنبش بھی نہیں ہوتی۔ ایک کہتا ہے میں نے ایک عابد کو عبادت سے روک دیا۔ ابلیس پھڑک اٹھتا ہے اور اسے سینے سے لگالیتا ہے کہ شاباش تم نے بڑا کام کیا۔ باقی چیلے سوچتے ہیں کہ ہم نے اتنے گناہ کرائے' ہم سے خوش نہیں ہے۔ ابلیس چیلوں سے پوچھتا ہے بتاؤ سب سے زیادہ عبادت کرنے والا کہاں ہے۔ چیلے ایک مقام پر لے جاتے ہیں۔ صبح صادق کے قریب ایک عابد مسجد میں جانے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستے میں ابلیس انسان کی صورت میں پہنچ گئے۔ حضرت آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور پوچھا حضرت اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا بے شک قادر ہے۔ حضرت کیا وہ اس شیشی میں تمام دنیا اور اس کے سمندر بھرسکتا ہے؟ عابد نے کہا کیا تمہاری عقل خراب ہوگئی ہے؟ اس چھوٹی سی شیشی میں تمام دنیا کیسے آسکتی ہے۔ ابلیس خوش ہوکر وہاں سے چل دیا کہ لو یہ گمراہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات لامتناہی سے انکار گمراہی اور کفر ہے۔ دوسرے عابد کے پاس گئے ان سے بھی وہی سوال کیا۔ وہ فرمانے لگے ارے دیوانے یہ شیشی تو بہت بڑی ہے۔ رب چاہے تو سوئی کے ناکے میں تمام دنیا اور اس کے سمندر ڈال دے۔ (حضرت شہنشاہ ہند' غریب نواز خواجۂ خواجگان' خواجہ معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھاگل میں پورا اناساگر ڈال دیا) ابلیس وہاں سے بھاگے۔ عقل سب کو ملی ہے۔ روٹی سب کھاتے ہیں لیکن عقیدہ بڑی چیز ہے۔ تھوڑی سی عبادت سے بہت بڑا نفع حاصل ہوسکتا ہے بشرطیکہ اہلِ دل کی صحبت میسر ہو۔

۴۳۔ اہل سلوک کا طریقہ اہل دنیا سے مختلف ہے۔ دنیا دار اپنے نفس کو زندہ رکھتے ہیں اور اہلِ سلوک اپنے قلب کو زندہ رکھتے ہیں۔ نفس کی زندگی اور ہے' قلب کی زندگی اور ہے۔ نفس کو مردہ کرنے کے لئے

ٹوٹے پھوٹے بھی درست کر دیتا ہے اور درست کو نئے سے بہتر بنا دیتا ہے۔ یہ معرفت کی باتیں ہیں۔ میرا منشا ہے کہ میرے بچے کسی محفل میں بیٹھیں تو معلوم ہو کہ کس کے بالک ہیں۔ جب فقیر کا خیال کروگے سبق یاد ہوگا۔ نہ آپ کو دنیا سے روکتا ہوں نہ کاروبار میں دخل دیتا ہوں۔ میری ڈیوٹی ہے پوری کرتا ہوں۔ کبھی وہ بیان کرتا ہوں جو سوچ کر آتا ہوں۔ کبھی سوچ کر کچھ آتا ہوں اور وہ کہلواتے کچھ اور ہیں۔ جب فرصت ملے گی اور میرے ان الفاظ کی آپ نشست قائم کروگے تو بڑا اچھا مضمون قائم ہوگا۔ جو خود کو شمار میں لاتا ہے اسے پٹخنی دیتا ہوں۔ جب تک صحبت صحیح نہ ہوگی، زمین صحیح نہ ہوگی۔ پھر صحیح دھوپ اور ضرورت کے تحت بارش، پھر فصل اچھی ہوتی ہے۔ جس صحبت میں چاہو بیٹھو لیکن شیخ کو سب پر افضل جانو۔

۴۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ارواح میں مختلف لذتیں اور ذوق رکھے ہیں۔ لذت کا پہلا جزو ذوقِ انوار ہے۔ اگر کسی روح میں محبت رسول اللہ ﷺ کا ذوقِ انوار بڑھا ہوا ہے تو وہ روح لذتیں پاکر تڑپنے لگے گی۔ جس روح میں انوارِ خداوندی ہیں تو جب ان کی وحدانیت کا ذکر ہوگا تو وہ روح تڑپنے لگے گی۔ روح میں یہ ذکر سن کر لذت والی مستی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کیف و سرور عجیب ہوتا ہے۔ اِس کو کہتے ہیں کہ اس پر حال وارد ہوگیا یہ حال اس لئے وارد ہوتا ہے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کی محبت میں وہ فنا ہونا چاہتا ہے۔ دنیا کی نعمتوں کی لذت کا ذائقہ زبان تک رہتا ہے اور محبتِ رسول اللہ ﷺ کا ذائقہ تمام جسم میں ہے۔ جب انسان کا رونگٹا رونگٹا لذتیں پاتا ہے تو غیر کی طرف خیال بھی نہیں جاسکتا۔ وہ تو ہمہ وقت اسی لذت میں رہنا چاہتا ہے۔ روحی لذتوں سے مقام اور منزلیں طے ہوتی ہیں۔ جن حضرات کے یہ ذوقِ انوار کے مقامات طے ہوجاتے ہیں یعنی تمام لطیفوں کے نور کی تکمیل ہوجاتی ہے تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام عطا ہوتا ہے۔ وہ انعام کیا ہے؟ اولیاء اللہ بنادیا جاتا ہے، پھر اور مقام طے ہوتے ہیں تو قطب بنا دیا جاتا ہے، قطب الاقطاب بنادیا جاتا ہے، غوث بنادیا جاتا ہے، غوثِ الوقت بنادیا جاتا ہے، پھر صدر الصدور بنادیا جاتا ہے۔ صدر الصدور کے معنی ہیں اولیاء اللہ جانشینِ رسول اللہ ﷺ۔ دربار صالحین وہ دربار ہے جو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا،

اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں دیکھا جاتا۔ وہ دربار روح سے دیکھا جاتا ہے۔ روح میں وہ قوت ہے کہ وہ جسم بھی بن جاتی ہے' یعنی اس کا وجود بھی قائم ہوجاتاہےاور اس کی پرواز بھی بلند ہوتی ہے۔ جب یہ حضرات جانشینِ رسول اللہ ﷺ ہوجاتے ہیں تو انہیں صاحبِ نعمت ولی کہتے ہیں۔ صاحبِ نعمت ولی کو صدر الصدور کہتے ہیں۔ جب دربار ہوتاہے تو حضور نبیٔ کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ یہ صدر الصدور حضور ﷺ کے دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ دربار لیتے ہیں۔ جس قدر بھی صاحب خدمت انسان' جن' ملائکہ ہیں سب دربار میں موجود ہوتے ہیں۔ اسے دربار صالحین کہا جاتاہے' تمام اولیاء اللہ' حیات دنیوی والے اور اس عالمِ دنیا سے پردہ کرکے حیاتِ اخروی حاصل کرنے والے' سب اس دربار میں موجود ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جس وقت صدر الصدور حضور ﷺ کے دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں تو انہیں وکیل کہا جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ دنیا کے مقدمات کا فیصلہ بھی اسی وقت حضور ﷺ سنادیتے ہیں۔ فلاں کو سزا' فلاں کی رہائی۔ وکیل حضور ﷺ کی طرف سے اعلان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ اعلان فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کے نورانی ارشاداتِ کی تاب اہل اللہ بھی نہیں لاسکتے۔ اسی وجہ سے صدر الصدور یہ ارشادات سن کر سب کو سناتے ہیں۔ وہ ارشاداتِ اہل اللہ کے قلب کی گہرائیوں میں محفوظ ہوجاتے ہیں۔ جب وقت' موقعہ' محلَ دیکھتے ہیں تو اشارہ فرمادیتے ہیں۔ صدر الصدور ارشادات رسول اللہ ﷺ سنا کر اہل اللہ کے سینوں میں محفوظ کردیتے ہیں ایک ایسا بھی وقت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ دربار صالحین میں تشریف نہیں لاتے تو صدر الصدور حضور ﷺ کی جگہ صدارت فرماتے ہیں۔ تمام کا حال صدر الصدور کے سینے میں ہوتاہے اور اس کے سینے سے اوروں کے سینوں میں جاتا ہے۔ جانشین رسول اللہ ﷺ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی جگہ بیٹھ کر دربار لیتے ہیں اب ایک اللہ کے بندے کی سیر سن لیجئے۔ یہ اپنے مکان سے جارہے تھے کہ راستے میں ایک فقیر ملا۔ وہ فقیر ان کے عقل اور شعور سے باہر تھا۔ اس فقیر نے محبت بھری نگاہوں سے اس اللہ کے بندے کو دیکھا۔ انہوں نے دریافت کیا آپ کیا چاہتے ہو' کیا بھوک لگی ہے؟ فقیر نے جواب دیا جی ہاں۔ فورا ہی کھانے کا انتظام کرلیا گیا۔ کھانے کے بعد

فقیر انتہا درجہ خوش ہوئے اور فرمایا دعا چاہتے ہو یا دعا کا مقام چاہتے ہو۔
عرض کی حضور دعا کا مقام کیا ہوتا ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ نہ یہ خواب
ہے نہ بیداری' نہ بیان نہ حقیقت' لذتوں کا بیان نہیں ہوسکتا' یہ عطائے
ربانی ہے۔ یہ تلاوت اور عرفان سے افضل بات ہے۔ فقیر نے قریب
بلایا' اپنا کپڑا اس کے سر پر ڈال دیا۔ دیکھا ایک حسین مقام ہے جس کی
تعریف نہ زبان نہ خیال نہ آنکھوں سے ہوسکتی ہے۔ عجیب لذت والا مقام
ہے اور اس میں ایک بہت بڑی بارہ دری ہے' ستون ہیں۔ درویش کہتے
ہیں کہ اس ستون کے پیچھے کھڑے ہوجاؤ۔ ہر ایک کا یہاں آنے کا حکم
نہیں۔ اب درباری آئیں گے انہیں دیکھتے رہنا' سامنے نہ آنا۔ دیکھا ایک
حوض ہے' اس کے اندر پھول ہیں کلیاں ہیں۔ ایسی ہیں جیسے رنگ برنگی
بتیاں ایک حسین پھول کے درمیان ہیں۔ بظاہر بند کلیاں ہیں لیکن ایسا
معلوم ہوتا ہے جیسے روشنی کے بلب ہوں۔ جب نگاہ اس حوض کی طرف
جاتی ہے تو اس قدر لذت محسوس ہوتی ہے کہ زبان بیان نہیں کرسکتی۔ پھر
سواریاں آئیں' حکم ہوا کہ سب مؤدب ہوجائیں۔ سواریاں اس قسم کی ہیں
کہ ان میں نہ گھوڑے ہیں نہ موٹر جیسی مشین ہے۔ اس میں نورانی انسان
ہیں۔ بارہ دری کے تخت کے گرد آتے جاتے ہیں۔ پھر ایک ایسے شہزادے
تشریف لائے جن کے بال سینے تک لٹک رہے ہیں جن سے وہ مقام خوشبو
سے مہک گیا۔ ہوسکتا ہے امام عالی مقام ؓ ہوں۔ اس کے بعد ایک
سواری آتی ہے جس کے متعلق سنا ہو گا کہ براقِ نبوی ﷺ ہے۔ نہ پہیے
نہ پیر۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں تو حوض کی کلیاں کھل جاتی
ہیں۔ ان میں اتنا حسن اور روشنی پیدا ہوتی ہے کہ ایسا کیف و سرور کسی
اور شے سے حاصل نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حوض ان کے چمن
کا ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے اولیاء اللہ کی محبت کی کلیاں کھل
جاتی ہیں۔ اولیاء اللہ ان کے چمن کے پھول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں
مختلف رنگ اور حسن عطا فرمائے ہیں' مختلف کیفیات' بیان' انداز گفتگو ہے۔
کوئی سہروردی ہے' کوئی نقشبندی ہے کوئی چشتی نظامی رحمانی ہے۔ یہ وہ کلیاں
ہیں جو حضور ﷺ کی تشریف آوری سے کھل گئی ہیں۔ حضور ﷺ دربار لیتے
ہیں۔ دائیں طرف وکیل کھڑا ہے تمام سیر دیکھ کر اس شخص نے اندر جانے کا
قصد کیا۔ فقیر نے اپنا رومال ہٹالیا دیکھا کہ جہاں

کھڑے تھے وہیں ہیں۔ فقیر نے کہا ابھی آگے جانے کا حکم نہیں۔ جب اللہ تعالٰی ایسی سیر کرا دیتے ہیں تو دنیا کی کوئی حقیقت نگاہوں میں نہیں رہتی۔

۴۶۔ بغیر کسی منشا کے رنگ تجویز نہیں ہوتا۔ پیغمبر کا قدم اولیاء کا مقام ہوتا ہے۔ نور تو ہر انسان کے جسم میں ہے۔ بول چال میں حیات میں یہ نوری ہے۔ لیکن ذکر کے مقام ہیں جنہیں لطائف کہا جاتا ہے۔ اس کا ایک ضابطہ اور قانون ہے۔ کہ اس لطیفے سے ذکر کروگے تو نور کا رنگ ایسا ہوگا' روح اس مقام پر ہوگی۔ مختلف مزاج اور ذوق کے انسان ہوتے ہیں۔ جیسا ذوق ہوتا ہے ویسے نور کا رنگ اس پر غالب آجاتا ہے۔ حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری ؒ فنافی المخلوا ہیں اور سیر جان ہیں (اولیاء اکثر سیر جان ہوتے ہیں)۔ انہیں جو نور عطا ہوا وہ زرد ہے۔ آپ کا رنگ بھی پیلا ہوگیا اور کپڑا بھی پیلا۔ غوث الاعظم ؓ کے نور کا رنگ ہرا ہے۔ چشتیوں کا سبز اور نیلا رنگ ہے۔ ذکر ذوق قلب کی علامت ہے۔ قلب کو جیسا ذوق ہے ویسا ہی سالک باخبر ذکر کرے گا۔ صِبغۃ اللہ میں رنگ کا مصدر بیان کیا' کہ وہ رنگنے جانتا ہے۔ اس سے تو رنگ پھوٹتے ہیں۔

۴۷۔ سالک وہ ہیں جو باخبر ہیں اور مجذوب وہ ہیں جو دنیا سے بے خبر ہیں۔ بہت سے درویش سالک بھی ہیں اور مجذوب بھی ہیں۔ جو صرف مجذوب ہیں ان کا حساب کتاب نہیں۔ حضرت غوث علی شاہ پانی پتی ؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا حضور میرے لئے وقت خاص میں دعا فرمایئے۔ فرمایا اے احمق جب وقت خاص ہوگا تو تجھے کیسے یاد کروں گا' میں تو رب کو یاد کروں گا' تجھ سے مل کر کیا نفع ہوگا۔ ع

زہد و تقویٰ سے نہیں ہوتیں دعائیں مستجاب
وقت ہیں کچھ خاص خاص اور ہیں ادائیں خاص خاص

میاں کے کرم کے ڈھنگ نرالے
پیا چاہئے تو سوتے کو جگالے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کے ہاں ایک راجہ آتا تھا۔ ایک دفعہ آکر کہنے لگا حضور میری حکومت خطرے میں ہے آپ کو کچھ کرنا ہوگا۔ فرمایا بھئی ہم تو عالم ہیں یہ تو درویشوں کا کام ہے بھولی بھٹیاری میں ایک

مجذوب ہے وہ یہ کام کرے گا۔ راجہ وہاں پہنچ گیا۔ مجذوب نے کہا جا تیرا کام ہوگیا۔ راجہ کی سلطنت بچ گئی۔ مٹھائی کا ٹوکرا اور سونے کے زیورات لے کر شاہ صاحب ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا حقدار نہیں یہ مجذوب کا حق ہے وہیں لے جاؤ۔ راجہ وہاں گئے سونے کے کڑے مجذوب کے ہاتھ میں ڈال دیئے۔ رات کو کسی نے مجذوب کو مار دیا اور کڑے اتار کر لے گیا۔ جب شاہ صاحب ﷫ نے سنا تو فرمایا وہ مجذوب ہی تھا جس نے جان دے کر راجہ کا تخت بچایا۔ سالک بغیر سوچے سمجھے کام نہیں کرتا۔ بعض ایسے مقام آتے ہیں کہ جان دے کر کسی کو کوئی چیز دلائی جاتی ہے۔ کسی کا وزن اپنی جان پر لے کر دیا جاتا ہے۔

۴۸۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو' اپنی تجلیات کو' مثل چراغ فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نور کو چراغ کہیں۔ محبوب رب العالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نور مجسم ہیں۔ سورج کو دیکھنے کیلئے ہماری آنکھیں کام نہیں کرتیں۔ جس وقت سورج پر بادل آجاتے ہیں اُس وقت ہماری آنکھیں کام کرسکتی ہیں۔ اسی طرح جب حضور ﷺ لباس بشریت میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو ہم اللہ کے نور کو دیکھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ اسی لئے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ ابلیس سمجھ رہا تھا کہ فرشتوں کے بنائے ہوئے ہیں اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قلب جلوہ گاہ رب العالمین ہے اور پیشانی آدم علیہ السلام میں نور مصطفیٰ ﷺ ہے۔ قلب مومن بھی جلوۂ گاہِ رب العالمین ہے۔ بوجہ گناہوں کے ہماری بشریت گندی ہوگئی اسی لئے حکم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو بشر کہہ کر نہ پکارو۔ کسی کو دیکھنے کے لئے نگاہِ کی ضرورت ہے اور کسی مقام پر پہنچنے کے لئے رہبر کی ضرورت ہے۔ کسی مقام پر نگاہ پڑتی ہے تو نگاہ منور ہوجاتی ہے اور کسی مقام پر نگاہ پڑتی ہے تو طبیعت متنفر ہوجاتی ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟

اگر طوطی کو اپنی بولی سکھانی مقصود ہوتی ہے تو اس کے سامنے آئینہ رکھ دیا جاتا ہے اور بولنے والا پیچھے چھپ جاتا ہے۔ طوطی سمجھتی ہے کہ یہ میرا ہم جنس ہے اس کی بولی یاد کرلیتی ہے۔ اب اس آئینے کے دو رخ ہیں۔ دنیاوالوں کے لئے بشر نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں مجھ سے

نہ بھاگو میں تو تم جیسا بشر ہوں۔ ہمیں سکھانے سمجھانے کے لئے اور ہماری نجات کے لئے یہ لباس پہنا ہے جنہیں سوائے خدا کے کسی نے نہ دیکھا نہ پہچانا ہو انہیں بشر کہہ کر کیوں گنہگار ہوتے ہو۔ وہ تو مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آئینے میں دو رخ ہیں۔یہاں مخلوق میں شامل اور وہاں خدا سے واصل۔ ادھر کہتے ہیں بشر ہیں اور ادھر معراج کی شب فرماتے ہیں کہ پھر وحی کی رب نے اپنے عبد پر جو اس نے کی۔اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم جیسے بشر ہیں۔ آپ ﷺ کی بشریت کی تعریف نعت ہے اور محبوبیت کی شان تو کوئی بیان کر ہی نہیں سکتا۔ حضور ﷺ نے خدا کو دیکھا ہم نے مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا۔

۴۹۔ تصور شیخ کے یہ معنی ہیں کہ پھر غیر کا تصور ہی نہ آئے بلکہ تصور کرتے کرتے اپنا آپ شیخ ہی نظر آئے۔ پھر جو کام کرے گا وہ شیخ کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ انسان عالمِ ناسوت (جس دنیا میں ہم رہتے ہیں) سے عالمِ ملکوت (وہ مقامِ جہاں فرشتے رہتے ہیں) میں پہنچتا ہے۔ پھر عالمِ جبروت (وہ مقامِ جہاں ارواح رہتی ہیں) میں پہنچتا ہے۔ مراقب عالمِ ناسوت میں ہوتا ہے اور سیر عالم ملکوت اور عالم جبروت کی کرتا ہے۔ طالب مولیٰ جب تصور شیخ کے ساتھ ذکر اذکار میں مشغول ہوتا ہے تو اسی تصور سے مقامات طے ہوتے ہیں' قلب کی صفائی ہوتی ہے اور قلبی دنیا منور ہوتی ہے۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ میں مراقب ہوں اور زیر زمین چلا گیا ہوں اور مہتاب کی روشنی میرے پاس ہے اور میں اسی روشنی میں موجود ہوں اور زیرزمین ایک ایسا دریا ہے جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں۔ اس دریا میں میں غوطہ زن ہوں' لیکن تصور یہ کرے کہ یہاں بہت خنکی ہے بلکہ ایسی ٹھنڈی جگہ ہے جیسے برف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ مہتاب کی روشنی کو مقدم رکھے۔ تو اسے اتنی خنکی حاصل ہوگی کہ اگر گرمی کا موسم ہے تو بھی کپکپی لگ جائے گی۔ اگر گرمی کی ضرورت ہو تو خیال کرے کہ یہاں ایک حرارت ہے جس میں میں پرسکون ہوں لیکن روشنی مہتاب کا تصور ضرور رکھے۔ حرارت کا خیال کرے تو حرارت بڑھتی جائے گی اور سردی کا احساس نہ رہے گا۔ یہ باتیں محض یاد کرانے کے لئے ہیں۔ ورنہ عمل کرانے کے لئے دعائیں ہوتی ہیں' توجہ ہوتی ہے۔ طالب مولیٰ کے ذوق اور استعداد کے مطابق توجہ دی جاتی ہے اور زیادہ توجہ دی جائے تو وہ شہر

سر پر اٹھالے گا۔ بعض ایسے مقامات ہیں کہ محبت کے غلبے جس قدر بڑھتے جاتے ہیں قلب شیخ کی محبت کا خود بخود متحمل ہوتا چلا جاتا ہے۔ انسان کی کیفیت یہ ہے کہ جب تک یہ کسی سے وابستہ نہیں ہوتا' کسی سے اس کا دامن نہیں بندھتا' کسی کے حلقہ ارادت میں نہیں آتا' اپنی محبت کے لئے کسی شیخ کو نشانہ نہیں بناتا ' تب تلک کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

۵۰۔ اس خداوند کی تعریف کہ جس نے عارفین کے دل کو نور سے اس لئے منور کیا ہے کہ وہ صورت اغیار میں یار کا مشاہدہ کریں اور طالبان حق پر ہدایت کے دروازے اس لئے کھولے ہیں کہ ہر بیگانہ کو دل سے محو کرکے یگانہ ہوجائیں۔

۵۱۔ ایک قطب کے ماتحت تین ہزار صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ قطب الاقطاب کے ماتحت اکیس ہزار صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ اتنے ہی غوث کے ماتحت ہوتے ہیں۔ غوث الوقت کے ماتحت پچاس ہزار صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ یہ سب قیوم عالم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے زیر صدارت اولیائے کرام و عظام کی مجلس ہوتی ہے۔ جس میں حکومت کا انتخاب ہوتاہے۔ کافی عرصہ سے حکومت قادریہ' چشتیہ سلاسل کی قائم ہے۔ جب مجذوبوں کو حکومت ملے گی وہ قرب قیامت ہوگی۔ مجذوب سنبھال نہیں سکیں گے اور نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی مجلس میں جو بزرگ حضور ﷺ کے دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں انہیں وکیل کہتے ہیں۔ وہ سرکار ﷺ کے ارشادات کا مجلس میں اعلان کرتے ہیں۔ وہی صدرِ صدور اور قیوم عالم ہوتے ہیں۔ جب کبھی حضور ﷺ دربار میں تشریف نہیں لاتے تو قیوم عالم سرکار ﷺ کے حکم سے دربار لیتے ہیں قیوم عالم کو اللہ تعالیٰ ایسی بصیرت عطا فرماتا ہے کہ ایک نگاہ میں اٹھارہ ہزار عالم دیکھ لیتے ہیں۔ جس علاقے کی خدمت انہیں سپرد کی جاتی ہے وہاں کی ہر شے ان کی نگاہ میں ہوتی ہے یہ ابھی حضور نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت بیان نہیں کی جارہی۔ یہ حضور ﷺ کے نام لیواؤں' ان کے جانشینوں' اولیاء اللہ کی شان و عظمت بیان ہورہی ہے حضور ﷺ کی شان و عظمت تو کماحقہ کوئی بیان ہی نہیں کرسکتا۔

۵۲۔ اللہ تعالیٰ غیر فانی ذات اور واجب الوجود ہے۔ وہ حی القیوم

ہے۔ اسی لئے فنا فی اللہ اور باقی باللہ کو موت نہیں۔ ندی نالے دریا شور مچاتے ہیں لیکن جب سمندر میں مل جاتے ہیں تو سمندر ہی کا رنگ ہوتا ہےاور سمندر ہی کی کیفیت ہوتی ہے۔ لوہے کو آگ میں ڈال دو۔ جب آگ سے نکالوگے تو آگ ہی کا کام کرے گا۔ اسی لئے اہلِ سلوک کہتے ہیں کہ خاصانِ خدا، خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔ ہجرت کی شب حضور ﷺ نے کفاروں کی طرف کنکریاں پھینکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "مارمیت اذ رمیت" یعنی وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں اللہ نے پھینکیں۔ یہ مقام فنائیت ہے۔ جب انسان ذات میں فنا ہوتا ہے تو آواز اس کی ہوتی ہے لیکن بولتا اللہ ہے۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ ذات میں فنا ہیں اس لئے اللہ نے فرمایا۔ "مارمیت اذ رمیت" یہ رب فرمارہا ہے حضور ﷺ رب کی ذات میں فنا ہیں لیکن کیا ٹھیک ہے آپ کے صبر و ضبط کا اور آپ کے ظرف کا کہ خود کو عبداللہ ہی کہتے رہے۔ یہ سوائے مصطفیٰ ﷺ کے اور کسی کی شان نہیں۔

۵۳۔ راہ سلوک میں ابتدا اُنس ہے۔ اُنس کی انتہا محبت ہے، محبت کی انتہا عشق ہے، عشق کی انتہا فنا ہے اور فنا کی انتہا بقا ہے۔ جو توحید وجود اور توحید شہود کو نہ سمجھیں وہ درویش نہیں۔

۵۴۔ حکیم لقمان کسی زمانے میں کسی کے غلام ہوئے۔ آقا نے کہا اے لقمان جو ہرن ہم نے شکار کیا اس کا بہترین گوشت لے آؤ۔ آپ دل اور زبان لے آئے۔ پھر آقا نے کہا اچھا اب بدترین گوشت لاؤ۔ دوبارہ پھر دل اور زبان لے آئے۔ آقا نے پوچھا لقمان تم دونوں بار یہی گوشت کیوں لائے۔ کہا جناب اگر دل اور زبان معصیت سے پاک ہوں تو ان سے بہتر کوئی گوشت نہیں اور اگر دل اور زبان معصیت میں مبتلا ہوں تو ان سے بدتر کوئی گوشت نہیں۔

۵۵۔ حضور نبیٔ کریم ﷺ کب سے رحمت ہیں؟ جب سے رب کی ربوبیت کا اظہار ہوا، اعلان ہوا اسی وقت سے رحمت اللعالمین کی جلوہ گری ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ مقام احدیت میں تھا تو کسی کو رب کا پتہ نہ تھا۔ جب اس نے چاہا کہ میں جانا اور پہچانا جاؤں تو مقام احدیت سے مقام وحدت میں آیا تو رب کا ظہور ہوا۔ اور آشکارا جب ہوا جب مقام وحدت سے

مقامِ وحدیت میں آیا اور اپنے ہی نور سے نورِ مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق فرمایا۔ وحدیت ظہور ہے وحدت کا اور ظہور جب ہوگا جب نمونہ، مثل، صورت، شکل سامنے ہو۔ رب نے اپنا آپ دکھانے کے لئے اپنے محبوب ﷺ کو بنایا۔ اب خود ہی شیدا ہوگیا۔ انسان بھی اپنے ہی ہم شکل پر فریفتہ ہوتا ہے۔ جب اُس کے نقش و نگار کسی کے اندر پائے جاتے ہیں پھر شیدا ہوتا ہے۔ یعنی اپنی ہی صورت پر فریفتہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنا آئینہ بنایا اور فرمادیا مجھے دیکھنا ہے تو انہیں دیکھ لو۔ پھر اپنے محبوب ﷺ کے نور سے تمامی عالم پیدا فرمائے۔ تمام عالم نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ظہور میں آئے۔ جب رب نے تمام عالم محبوب ﷺ کے نور سے پیدا فرمائے تو خود سب کا رب العالمین بنا اور محبوب ﷺ کو رحمت اللعالمین بنایا۔ ذرہ ذرہ نورِ مصطفیٰ ﷺ سے بنا۔ اولیاء اللہ کے قلوب میں بھی حضور ﷺ کی جلوہ گری ہے۔ جن کے قلوب میں حضور ﷺ رہتے ہوں ان کی کونسی بات غلط ہوسکتی ہے؟ یہ وعظ نہیں سلوک ہے۔

۵۶۔ لفظ انسان لغت کے اعتبار سے دو لفظوں سے بنا ہے، اُنس اور نِسی۔ اُنس کے معنی ہیں محبت اور نِسی کے معنی ہیں بھول۔ اُنس کی تکمیل محبت ہے اور محبت کی تکمیل ہے عشق اور عشق کی تکمیل ہے فنا اور فنا کی تکمیل ہے بقا۔ اب محبت کی تکمیل بغیر بھولے ہو ہی نہیں سکتی۔ تکمیل محبت کے لئے غیر کو بھولا جائے گا جب محبوب کی یاد میں غرق ہوگا۔ اسی لئے انسان دو چیزوں کا مرکب ہے اُنس اور نِسی۔ اب اگر یہ رب کو بھولا تو دنیا دار بنا اور دنیا کو بھولا تو ان کا محبوب ہوا۔

۵۷۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت مع محبت کے لئے پیدا فرمایا ورنہ عبادت کے لئے فرشتے کافی ہیں نہ انہیں نیند آتی ہے، نہ شادی بیاہ کا چکر ہے۔ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ نہ مرتبے بڑھتے ہیں نہ گھٹتے ہیں۔ نہ ولی بنتے ہیں نہ غوث نہ قطب۔ بے شک وہ ملائکہ ہیں، نوری ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ انسان کو پیدا کرنے سے منشا یہ تھا کہ یہ عبادت کرے محبت کے ساتھ اور گریہ و زاری کے ساتھ۔ فرشتوں میں گریہ و زاری نہیں۔ گریہ و زاری ہوتی ہے خوف کی وجہ سے یا طمع کی وجہ سے یا محبت کی وجہ سے ایک خوف میں عبادت

کرتے ہیں ایک طمع میں یعنی جنت کے حصول کے لئے اور ایک محبت میں محبوب کو یاد کرتے ہیں۔ محبت کی تکمیل میں غیر کو بھولنا لازمی ہے۔ جبھی محبوب کی یاد میں غرق ہوگا۔

۵۸۔ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی ﷺ نے ایک دفعہ ابلیس سے پوچھا کہ انسان کی کونسی ایسی بات ہے جو تیرے علم میں نہیں۔ کہنے لگا میں انسان کے ہر ارادے کو جان لیتا ہوں لیکن جو اولیاء اللہ دل ہی دل میں اپنے رب سے باتیں کرلیتے ہیں وہ میں نہیں سن سکتا۔ آج مردود کو حاضر ناظر جانتے ہیں اور مقبول کو کہتے ہیں موجود ہی نہیں۔

۵۹۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ جَلّ شانہٗ نے الست بربکم فرمایاتو وہ آواز ایسی لذت والی تھی کہ کسی کو دیکھنے کا ہوش نہ رہا اور سب نے کہا "بلیٰ" بیشک تو ہمارا رب ہے۔ جدھر سے آواز آتی ہے سننے والے کا رخ اُدھر ہی ہوجاتا ہے۔ جب آواز آئی الست بربکم تو سب کا رخ باری تعالیٰ کی طرف ہوگیا۔ اسی لئے تو اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ انسان حسُن ازل کا آئینہ ہے اور شان خالقیت کا نمونہ ہے۔ وہی احسن الخالقین ہے' رب کائنات ہے۔

۶۰۔ بازار میں اُس چیز کی قدرومنزلت ہے جس میں کسی بڑے کارخانے کی مہر لگی ہوتی ہے۔ بازار محبت میں اس کی قدرو منزلت ہے جس پر مصطفیٰ ﷺ کی مہر لگی ہوتی ہے۔ وہ مہر صدیقی ﷺ اور فاروقی ﷺ ایمان ہے۔ تقویٰ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرنے کا نام ہے۔ باریک باریک باتیں' منطق' فلسفہ اور چون و چرا سے رب راضی نہیں ہوتا۔ عشقِ رسول اللہ ﷺ پیدا کرو۔ جب کسی ایمان والے کے قلب کی پکار اللہ تعالیٰ کی محبت میں نکل جاتی ہے تو عرشِ معلیٰ تک پہنچ جاتی ہےاور ڈرنے والوں کے سینوں میں اترجاتی ہے۔ دنیاوی علوم والے خود کو شمار میں لاکر محبت رُسول اللہ ﷺ کو کھوبیٹھتے ہیں۔ اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی محبت توسادہ لوح انسانوں کے پاس ہے جنہیں دیکھ کر ایمان تازہ ہوجاتاہے' جو دنیاوالوں سے چھپ کر گوشہ نشیں ہوگئے۔ محبت کی کہانیاں اور کتابیں پڑھائی نہیں جاتیں۔ یہ تو اولیاء اللہ کی نگاہوں سے عطا ہوتی ہیں۔ وقت بہت نازک آگیا ہے۔ توبہ کے دروازے بند ہونے والے ہیں۔ جس قدر کثرت سے

درود و سلام اور استغفار پڑھے جائیں گے عافیت حاصل ہوجائے گی۔

۶۱۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک چڑیا جتنا نہایت بصورت پرندہ ایک دریا کے کنارے بیٹھا ہے اور اپنی چونچ میں مٹی بھر بھر کر دریا میں ڈال رہا ہے۔ آپ نے اسے بلایا۔ وہ پرندہ آپ کے پاس آگیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے پرندے تو کیا کررہا تھا۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دریا میں طغیانی ہے میں اسے کم کرنے کے لئے مٹی ڈال رہا تھا۔ حضور ﷺ نے تبسم فرماکر ارشاد فرمایا اے پرندے تیری چونچ کی مٹی سے دریا کی طغیانی کیسے رک سکتی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ایک فرشتہ ہوں اور اللہ کے حکم سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا ہے کہ اے ہمارے محبوب ﷺ آپ کی ساری امت کے گناہ ہمارے دریائے رحمت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے اس دریا کے سامنے میری چونچ کی مٹی۔ پھر آپ کیوں غمِ اُمت میں مبتلا ہیں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ خوش ہوگئے۔

۶۲۔ ایسی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام مہدی ؑ کا ظہور ہونے والا ہے آپ حسینی ؓ ہوں گےاور آپ کے والد ماجد کا نام نامی عبداللہ ہوگا اور آپ کا اسمِ گرامی محمد ہوگا۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوگی اور ظہور مکہ معظمہ میں ہوگا اور ہجرت بیت المقدس میں ہوگی اور وہیں رحلت فرمائیں گے۔ زمانہ بڑا عجیب و غریب ہوگا۔ آپ کے زمانے میں بڑی خیرو برکت ہوگی۔ ایک سیر ایک من کا کام دے گا۔ آپ کے دائیں بازو پر ایک نشان ہوگا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بازو پر نشان تھا۔ آپ کے سیدھے رخسار پر تل ہوگا۔ آپ جب ارشاد فرمائیں گے تو آپ کی زبان پر لکنت ہوگی جب جوش میں زبان رکے گی تو دایاں ہاتھ بائیں ران پر ماریں گے۔ رنگ آپ کا گندمی ہوگا۔ بہت حسین و جمیل ہوں گے۔لوگ پوچھیں گے کہ آپ کے مہدی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ جس پرندے کی طرف اشارہ کریں گے آکر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ جائے گا۔ راستہ چلیں گے تو ابر آپ پر سایہ کرے گا۔ کسی ٹہنی کو زمین سے لگادیں گے تو اسی وقت مکمل ہوکر پھل دینے لگے گی۔ بے پناہ فتوحات آپ کو حاصل ہوں گے۔ حضرت جبرئیل امین ؑ آپ کے ہمرکاب ہوں

گے اور بے شمار فرشتے ساتھ ہوں گے وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے اعلیٰ اور افضل ہوگا۔ زمین اپنے خزانے اگل دے گی وہ عجیب دور ہوگا۔ انسان اتنا مالدار ہوجائے گا کہ کوئی زکواۃ اور خیرات لینے والا نہ ہوگا۔ پھر لوگ عیش و عشرت میں مبتلا ہوجائیں گے پھر ناقص دور آنا شروع ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر رکھے اور ایمان پر ہی خاتمہ فرمائے۔

۶۳۔انسان وہی انسان ہے جس کے قلب میں ایمان ہے۔ ایمان تو محبتِ رُسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔ مومنین' مخلصین' محبین درگاہ رسالت ﷺ کے محتاج ہیں۔ بندگی بندگی ہے لیکن طریقہ بندگی دربار رسالت ہی سے عطا ہوتا ہے۔قلب مومن کعبہ ہے۔ ماسوا اللہ اس میں غیر کو آباد نہ کرو۔ اس کعبے کی صفائی کرو۔ اسے غیروں سے پاک اور صاف کرو۔ کیونکہ اس کعبے میں نور معتکف ہوتاہے۔ جس سے اسرارِ رحمانی پیدا ہوتے ہیں۔ جس قلب میں اسرارِ رحمانی پیدا ہوں اسی کو تو رب کا ساجد کہتے ہیں۔ کعبے کے قریب مقام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ یہ نور کی تجلی گاہ ہے۔ مرکزِ نور ہے۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ ہمیں کیسے ملا؟ دعائے ابراہیم علیہ السلام سے۔ دعائے ابراہیم علیہ السلام کیا ہے؟ ظہور مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ظہور مصطفیٰ ﷺ کیا ہے؟تجلی رب العالمین ہے۔ تجلیّ ربِ العالمین کہاں ہے۔ شہر نبیؐ کریم ﷺ میں۔ اس تجلیّ گاہ کو مدینہ طیبہ کہتے ہیں۔ یہی جلوہ گاہ رب العالمین ہے۔ یہیں سے نور تقسیم ہوتا ہے اولیاء اللہ اسی حوض سے سیراب ہوتے ہیں۔ یہی وہ حوض ہے جس میں ہم مراقبے میں غوطہ زن ہوتے ہیں نورِ مصطفیٰ ﷺ کہاں ہے؟ قلب مومن میں۔ قلب کی صفائی کرو اس کی حقیقت سے آشنا ہوجاؤ گے۔ ذکر کا مقام قلب ہے۔ نگاہ مصطفیٰ ہرمومن کے قلب پر ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے ایک عینک کی ضرورت ہے۔ اس عینک کا نام شیخ طریقت ہے۔ شیخ کی محبت کا چشمہ لگالو تو یہ نور نظر آجائے گا۔ جب یہ نورِ نظر آجائے تو اس میں سماجاؤ۔ اسی کا نام فنا فی الشیخ ہے۔ فنا فی الشیخ شفاعت ہے۔

۶۴۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب جذبہ الٰہی میں ذوق و شوق ہوا تو مراقبہ فنا کیا اور آسمانوں پر پہنچ گئے۔ عالمِ جبروت میں پہنچے تو ایک فرشتے نے پوچھا حضرت آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ کہا میں اللہ تعالیٰ کو تلاش کررہا ہوں۔ فرشتے نے کہا حضرت ہم نے تو سنا ہے کہ وہ بایزید بسطامی

ﷺ کے دل میں رہتے ہیں۔

۶۵۔ مراقبہ کے چار مقام ہیں۔ محبت' مشاہدہ' معرفت اور حقیقت یا فنا۔ محبت ایک ایسی آگ ہے کہ جب کسی کے سینے پر اس کا مقام ہوتا ہے تو ایک اضطراب انسان کو گھیرے ہوئے ہوتاہے۔ اور جب محبت قلب پر مقام کرتی ہے تو فنا ہوتی ہے۔ جب نفس پر مقام کرتی ہے تو لاشہ ہوتی ہے اور جب روح پر مقام کرتی ہے تو بقا ہوتی ہے۔ محبت کا پہلا مقام خیال کا کسی طرف رجوع ہوناہے۔ آہستہ آہستہ اس خیال میں جاذبیت اور لذت پیدا ہوتی ہے۔ کسی پر نگاہ پڑی وقتی طور پر بھاگیا لیکن چلے آئے۔ بعد میں خیال آیا' پھر خیال آیا اور حصول کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس وقت مقام سینہ ہے جہاں خناس ہے جس میں فاسد خیال پیدا ہوتے ہیں لیکن محبت اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ دل محبوب کی طرف متوجہ ہوا۔ اب جیسا محبوب ہوگا ویسی ہی عاشق کی حالت ہوجائے گی۔ شیخ کا قلب اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے۔ جب گھر نظر آیا تو دروازے پر گھر والے کو آواز دی یعنی اللہ کو پکارنا شروع کردیا۔ اس خیال کا غلبہ صفاتی فنا کا فعل ہے۔ نفس کسی اچھی شے کا طلبگار نہیں۔ اس لئے کہ اللہ کا ذکر اس کی موت ہوتی ہے۔ نفس میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ذاکر اپنے خیال میں محو ہوتا ہے نفس کی سنتا ہی نہیں۔ نفس دنگا فساد مچاتا ہے پھر اس کی پٹائی ہوتی ہے پھر یہ دم توڑدیتا ہے۔ پٹائی کا نام مجاہدہ ہے۔ جب محبت روح میں مقام کرتی ہے تو اس کے رگ و ریشے میں سماجاتی ہے۔ روح کو چین نہیں پڑتا۔ وہ محبوب کو دیکھنا چاہتی ہے۔ دنیا بھر کی نصیحتیں اور مشورے بیکار ہوجاتے ہیں۔ اب اگر محبوب باقی ہے تو محبت کرنے والا بھی باقی ہوجاتا ہے اور اگر محبوب فانی ہے تو محبت کرنے والا بھی فانی ہوجاتاہے۔

پہلا مقام تصورِ شیخ ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے مکان دیکھ کر دستک دی یا آوازیں دیں۔ سلیقہ اور طریقہ آواز کا جدا ہے۔ تصور شیخ دستک ہے اور ذکر پکارہے۔ مکین کو آواز دینے کے بعد گھر میں داخلے کی اجازت مل جاتی ہے تو مشاہدہ کرایا جاتاہے یعنی گھر کے اندر کی سیر کرتاہے۔ اسے مشاہدہ کہتے ہیں۔ اب جیسا مکان والا ہے ویسی ہی اس کے پاس چیزیں

رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہیں۔ اُن کے خزانوں اور علوم کی حد نہیں۔ اہل مشاہدہ جب دیکھتے ہیں تو پہچان جاتے ہیں۔ اسے معرفت کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت سے صحیح واقفیت حاصل ہوتی ہے تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔

۶۶۔ تصورِ شیخ روحانی بجلی ہے۔ مرید صادق جس مقام پر بھی شیخ کا تصور کرتا ہے شیطانیت سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ حلقہ بناکر اس لئے ذکر کرایا جاتا ہے کہ اگر ایک کا دل بیدار ہے تو تمام غافل دلوں کو بیدار کر دیتا ہے۔ حلقے لینا اور ذکر کرانا صوفیائے کرام کا یہی مشغلہ اور ذوق وشوق ہے اولیاء اللہ کی صحبت انسان کو انسان بنا دیتی۔ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر جیسی اسے تعلیم و تربیت ملتی ہے ویسا ہوجاتا ہے۔

۶۷۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں۔ ایک صفت رنگنے والا ہے۔ جسے جیسا چاہے رنگ دے۔ رنگنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ رنگ بنانے والا' رنگ جمانے والا اور رنگ قبول کرنے والا۔ یہ رنگ کارخانۂ قدرت میں تیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رنگنے کا اختیار اپنے حبیبِ پاک جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیا ہے۔ جتنی ہی حضور ﷺ کی محبت ہوگی اتنا ہی رنگ چڑھے گا حضور ﷺ کی محبت سے کالا گورا ہوجاتا ہے' حبشی رومی ہوجاتا ہے۔ رنگین انسان صورتوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ اپنے طالبین کو دربار رسالت میں پیش کردیتے ہیں جہاں سے وہ اپنے ذوق و شوق کے مطابق رنگے جاتے ہیں۔ جس کے ہاتھ میں دامن شیخ آگیا اس کے ہاتھ میں دامن مصطفیٰ ﷺ آگیا۔

۶۸۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے پہلے پہل آنکھ کھولی اور عرش اعظم پر نگاہ ڈالی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نام نامی اسمِ گرامی کے ساتھ جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی لکھا دیکھا۔ عرض کی باری تعالیٰ آپ کے نام کے ساتھ جو اُسم لکھا ہے وہ کس کا ہے۔ ارشاد ہوا اے آدم علیہ السلام یہ میرے محبوب ہیں۔ عرض کی باری تعالیٰ ان کی جھلک دکھادیں۔ ارشاد ہوا کہ اے آدم علیہ السلام اپنے انگوٹھوں میں دیکھو۔ دیکھا تو نورِ مصطفیٰ ﷺ انگوٹھوں میں نظر آیا۔ چوم کر آنکھوں سے لگالیا۔ یہ ادب باری تعالیٰ کو پسند آیا اور ارشاد فرمایا جو میرے چاہنے والے ہوں گے وہ

ایسا ہی عمل کریں گے۔

۶۹۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر سے امتحان لیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے بھی امتحان لیا گیا۔ آپ امتحان میں کامیاب رہے۔ فرشتوں نے پوچھا اے باری تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا عمل کیا۔ ارشاد ہوا انہوں نے خانہ کعبہ بنایا' اللہ کا گھر بنایا۔ وہاں ہر مسلمان کا حج قبول ہوگا اور ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ کا ثواب ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ پر کھڑے ہوکر اعلان کر دو کہ اللہ کا گھر تعمیر ہوگیا ہے اے لوگو اب حج کے لئے آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی باری تعالیٰ میری آواز تمام مخلوق تک کیسے پہنچے گی۔ ارشاد ہوا آپ آواز دو۔ مخلوق تک آواز کا پہنچانا ہمارا کام ہے۔

۷۰۔ ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کی اجازت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا امتحان لینے آئے۔ انسانی شکل میں خانہ کعبہ پر کھڑے ہوکر بڑی دلنشیں اور پُرسوز آواز میں پکارا "اللہ"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تڑپ اٹھے اور فرمایا اے پکارنے والے ایک دفعہ پھر اسی پرسوز آواز میں میرے رب کا نام پکارو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ مجھے کیا دیں گے۔ فرمایا میری سب بھیڑ بکریاں لے لو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک دفعہ اسی سوز بھری آواز سے کہا "اللہ"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تڑپ اٹھے اور کہا ایک دفعہ اور پکارو۔ کہا اب کیا دیں گے۔ فرمایااب میرا تمام گھربار لے لو۔ انہوں نے پھر پکارا۔ پھر کہا ایک دفعہ اور پکارو۔ فرمایا اب کیا دیں گے۔ کہا میری جان حاضر ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں تو جبرئیل علیہ السلام ہوں مجھے آپ کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں تو آپ کا امتحان لینے آیا تھا۔ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے عاشق ہیں۔

۷۱۔ ایک بادشاہ بمعہ اپنے مصاحبین ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کھڑے ہوکر تعظیم کی۔ اس کے بعد وہ ایک اور بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بالکل پروا نہ کی کہ کون آیا کون گیا۔ پھر وہ بادشاہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا انہوں نے بھی اٹھ کر بادشاہ کی تعظیم کی لیکن جب اس کا وزیر آیاتو اس کی تعظیم نہ کی۔ پھرجب بادشاہ کا چوبدار آیا تو اس کی بھی کھڑے

ہوکر تعظیم کی۔ بادشاہ نے سارا ماجرا بیان کیا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وضاحت چاہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے آپ جس بزرگ کے پاس گئے وہ توحید وجود کی منزل میں تھے جہاں ہر شے میں اللہ نظر آتا ہے۔ اس لئے آپ میں بھی انہیں اللہ جل شانہ نظر آئے اس لئے انہوں نے آپ کی تعظیم کی۔ دوسرے بزرگ توحید شہود کی منزل میں تھے جہاں انسان اللہ جلّ شانہ کے جلوؤں میں گم ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں خبر نہ ہوئی کہ کون آیا کون گیا۔ پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک دنیا دار انسان ہوں آپ وقت کے بادشاہ ہیں اس لئے تعظیم کی۔ آپ کا وزیر راشی ہے اس لئے اِس کی تعظیم نہ کی جبکہ آپ کا چوبدار حافظ قرآن ہے اور تلاوت کرتا رہتا ہے اِس لئے اس کی تعظیم کی۔

۷۲۔ ایک مقام پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''من کنت مولیٰ فعلی مولیٰ'' یعنی جس کا میں صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ ہوں اس کا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ ہے اور ایک مقام پر فرمایا کہ میں مولیٰ نہیں اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے۔ ایک مقامِ محبوبیت ہے اور دوسرا مقامِ رسالت ہے۔

۷۳۔ عاشقوں کا مقام عالموں سے بڑھ کر ہے، مومنوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ وصالِ مبارک سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جبہ مبارک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا اور فرمایا میرے وصال کے بعد یہ جبہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاکر دینا اور اسے کہنا کہ میری امت کے لئے دعا مانگیں۔ چنانچہ بعد وصال یہ جبہ مبارک اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچایا گیا۔ آپ امت کے لئے دعا مانگنے میں مشغول ہوگئے۔ جب کافی دیر ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا پاؤں ہلادیا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوش میں آگئے اور کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ تھوڑی دیر اور پیر نہ ہلاتے تو پوری امت کو بخشوالیتا۔ یہ مقام عشق ہے ورگرنہ امت کو تو حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی بخشوائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی جبہ مبارک بھجوایا۔ جب جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مُبارک شہید ہوا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُن کر اپنے تمام دانت نکال دیئے۔ ادھر دانت نکل رہے ہیں اِدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہورہی ہے۔

۷۴- راہ سلوک کے دو مقام ہیں- ایک عاشق ایک معشوق- عاشق کا مقام تلوین ہے- تلوین سے مراد تغیر و تبدل انقلاب' کیفیات' لذات' کبھی تڑپنا' کبھی رونا' کبھی ہنسنا- معشوق کا مقام تمکین ہے یعنی سکون پاگئے' قرار پاگئے' مراد حاصل ہوگئی- جب عاشق معشوق ہوجاتا ہے تو دو کا ایک ہوجاتا ہے- یہ بڑا نازک مقام ہے- اس مقام پر منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے انا الحق کہہ دیا اور حضرت بایزید بسطامی سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "سبحانی ما اعظم شانی"- اس مقام پر پہنچ کر عارفین خود کو خود سے پاتے ہیں اور خود سے خود ہی باتیں کرتے ہیں اور خود میں گم ہوجاتے ہیں یہ مقام تمکین ہے یعنی قرار پاجانا-

۷۵- جہاں دنیا کا مال ہوتا ہے وہاں چوروں کی نگاہ ہوتی ہے اور جہاں ایمان ہوتا ہے وہاں شیطان کی نگاہ ہوتی ہے اے عزیز من عقیدت کی نقد رقم دے کر اپنے ایمانوں کا بیمہ کرالو- ایمان کی حفاظت کرنے والی ایک بیمہ کمپنی ہے- جو اس دنیا سے مقام آخرت تک تمہارے ایمانوں کی حفاظت کرتی ہے اس کا ہیڈ کوارٹر مدینہ طیبہ ہےاور اس کی برانچیں بغداد شریف' اجمیر شریف اور کلیر شریف میں موجود ہیں اور ان برانچوں کے کارکن ہر جگہ ملتے ہیں- یہ ایسا بیمہ کرتے ہیں کہ ایمان کو صحیح سلامت اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ میں پہنچادیتے ہیں ان حضرات کو مظہر حق اولیاء اللہ' اللہ کے جاننے اور پہچاننے والے کہتے ہیں- پس عقیدت کی نقد رقم دے کر اپنے ایمانوں کا بیمہ کرالو- دنیا کی کمائی کبھی برباد بھی ہوجاتی ہے کبھی غبن بھی ہوجاتی ہے- لیکن جو کمائی آخرت میں بھیج دی جاتی ہے نہ لٹتی ہے نہ برباد ہوتی ہے اور نفع کثیر ملتا ہے- جو نفع ایمان والوں کو آخرت میں ملے گا وہ انسان کے خواب و خیال میں بھی نہیں-

۷۶- فنا فی اللہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نفسانیت کو مردہ کرکے تمہیں اپنے ساتھ زندہ رکھے- فنا فی اللہ کا مقام یہ ہے کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے' زبان شریف اور تمام اعضاء سب اللہ کے ہیں- جب فنا ہوتا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ضرب لگاکر ملکہ بلقیس کا تخت ایک آن واحد میں لے آتا ہے- حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خانہ کعبہ بناکر آواز لگائی کہ آؤ طواف کرلو-

آج تک طواف ہورہا ہے۔ وہ خدا کی آواز تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی خوشبو مصر سے سونگھ لی۔ فنا ہونے والوں کی سماعت اور بصارت کا کوئی کیا اندازہ لگاسکتا ہے کہ یہ کس کی زبان سے بولتے ہیں اور کس کے کانوں سے سنتے ہیں۔

۷۷۔ آخرت کے مقامات اور منازل طے کرنے والے کو اہل سلوک کہتے ہیں۔ زمین پر رہ کر زمین کی تمام نمائشی اور دلفریب چیزوں سے قلب ہٹا کر معبود کی محبت کا غلبہ حاصل کرے' یاد الٰہی میں مبتلا ہوجائے اور دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب ہو۔ ایسے حضرات کو اہلِ سلوک کہتے ہیں۔ دنیا میں نفس امارہ اور شیطان کے خلاف جہاد کرنے سے راستہ طے ہوتا ہے۔ اہل سلوک کے دل میں جنت کی ایسی محبت پیدا ہوجاتی ہے کہ دنیا کی ہرشے ان کی نگاہوں سے گرجاتی ہے۔

۷۸۔ جو دنیا کی تمام کارروائی دیکھنے کے بعد اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اپنے قلب میں رکھیں وہ اہل سلوک ہیں۔ سلوک فوقانی اسے کہتے ہیں جو عالم بالا کی منزلیں طے کریں۔ عالم بالا کی منزلیں بھی اس عالم دنیا میں طے ہوتی ہیں۔ سلوک کیا ہے؟ علم' پھراس پر عمل' عمل کے ساتھ عقیدہ' عقیدے کے ساتھ پختگی۔ پختگی کے ساتھ شیخ کی نگرانی۔ علم پر عمل اہلِ تصوف کا اصول ہے۔اس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اس کے بعد ضرورت ہے علم فقہ کی یعنی وہ درس و تدریس یا مسائل جن سے اسلامی زندگی کا صحیح اصول اور ضابطہ معلوم ہوجائے۔ عقیدے سے علم و عمل میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ جب علم و عمل کے ساتھ عقیدے کی قوت شامل ہوتی ہے تو کشف شروع ہوجاتاہے۔کشف کا متواتر ہونا مکاشفہ ہے۔مکاشفہ وہ مقناطیسی قوت اور طاقت ہے جس سے بصیرت بڑھتی ہے۔ پھر انسان اپنی قوت ارادی' قوت ایمانی اور توجہ شیخ سے اس روشنی کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس کے اندر ہے۔ اس روشنی کا مشاہدہ کرنے والے کو اہل مکاشفہ کہتے ہیں۔ پھر یہ روشنی قلب کے میدان میں آجاتی ہے۔ پھراہل مکاشفہ روشنی کے اندر آجاتے ہیں۔ پھر جو بھی کسی مقام پر اہل مکاشفہ کا تصور کرتا ہے وہیں روشنی پاتا ہے بظاہر شیخ انسان ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر ایسی شمع روشن ہے کہ مرید صادق جس مقام پر تصور شیخ کرکے کچھ عرض

کرتا ہے تو شیخ کو قریب ہی پاتا ہے۔

۷۹۔ جنت کے چاہنے سے مالک کو چاہنا بہتر ہے۔ مالک کو چاہنے سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ مالک کو دیکھنے کے لئے عینک کی ضرورت ہے۔ پہلے نمبر کی عینک شیخ سے ملتی ہے جس سے دیدارِ شیخ ہوتا ہے۔ دوسرے نمبر کی عینک دربارِ مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے جس سے دیدارِ خداوندی نصیب ہوتا ہے۔

۸۰۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت انسان تو مجسم پانی ہے۔ پانی وہی اچھا ہے جو حرکت میں رہے۔ پانی کو حرکت دینا ہی اچھا ہے۔ سفر کرنا اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا سمندر بن جا۔ سب ندی نالے اسی میں مدغم ہوجاتے ہیں پھر بھی خاموش رہتا ہے۔ سمندر بن جائے تو اپنے مقام پر رہے۔

۸۱۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے علم ظاہر سکھانے کے لئے عطا فرمایا۔ اس قانون شریعت کا سیکھنا اور سمجھنا عبادت اور ثواب ہے۔ اور اپنے مالکوں کو راضی کرنا ہے۔ لیکن راز کی باتیں اور علومِ سینہ مجمع عام میں نہیں بتائے جاتے۔ اس کے لئے تخلیئے میں' اندھیری رات میں بلایا گیا۔ شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے پاس بلا کر علوم سینہ عطا فرمائے۔ حضور ﷺ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں چپکے چپکے باتیں کیا کرتے تھے اور تلقین فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ رازِ سینہ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعے پہنچانا گوارا نہیں فرمایا۔ راز تو سینہ بہ سینہ ہی ہوتا ہے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے قریب بلایا اور قرآن شریف میں ارشاد ہوا "فاوحی الی عبدہ ما اوحی"۔ یہ علم سینہ ہے' علم پنہاں ہے۔ اہل ظاہر اپنی قابلیت کا کتنا ہی زور لگائیں اس میں ان کا زور نہیں چل سکتا۔ یہ علم تو نگاہوں سے' خیال سے' خدمت سے' تصور سے' دعا سے' عطا ہوتا ہے۔

۸۲۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو خرق عطا فرمایا۔ علمائے ظاہر اسے خرقہ سمجھے۔ خرقہ تو پہننے کی چیز ہے اور خرق قوت والی' عطا ہونے والی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو معجزات یعنی خرق معہ مختار متصرف کرکے عطا فرمایا۔ اکمل اور مکمل کرکے عطا فرمایا۔

معجزہ نبی کی ذات سے صادر ہوتا ہے۔ اور کرامت درویش کی ذات سے صادر ہوتی ہے۔ یہ سب سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ جب تک حضور ﷺ سے تعلق نہ ہوگا نہ خرق ہوگا نہ درویش ہوگا نہ علم سینہ ہوگا۔ جو کچھ امام الاولیاء حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا وہ انسان کی عقل ناقص میں نہیں آسکتا۔

۸۳۔ کاغذ پر سیاہی سے لکھے ہوئے الفاظ میں نور نہیں۔ نور کسی کی نگاہ میں ہے، زبان میں ہے، سینے میں ہے، توجہ میں ہے۔

نواں باب

حقیقتِ سماع

۱۔ جو سماع اللہ کے ذکر کے ساتھ سنا جاتا ہے وہ عبادت ہے اور جو اپنے نفس کی خاطر سنا جاتا ہے وہ ناجائز ہے۔ اولیاء اللہ باوضو ہوکر اللہ کی محبت میں سنتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت سنتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کی شان و عظمت سنتے ہیں تو محو ہوجاتے ہیں اور جھومنے لگتے ہیں جیسے درخت کی ٹہنیاں ہوا میں جھومتی ہیں اور آپس میں ملتی ہیں۔ ان حضرات کو اپنے رب کا وہ لذت والا ارشاد یاد آجاتا ہے کہ جب روحوں کو پیدا فرماکر ارشاد باری تعالیٰ ہوا ""الست بربکم؟"" اور تمام روحوں نے کہا ""بلیٰ"" بے شک تو ہمارا رب ہے۔ جب انہیں وہ لذت والا ارشاد یاد آتا ہے تو یہ جھومنے لگتے ہیں۔ اہل نظر کو ان جھومنے والوں میں ایک عجب مستی نظر آتی ہے اور جو اس لذت کو بھول چکے ہیں انہیں ہنسی آتی ہے۔

۲۔ اولیاء اللہ نے اس سماع کو جائز قرار نہیں دیا جس میں نفس اور شہوت کا ذکر ہو۔ عورتوں کو بٹھا کر سماع سننا بھی جائز نہیں۔ یہاں نفس کے ذوق کی ضرورت نہیں' قلب کے ذوق کی ضرورت ہے۔ جسے سماع میں خدا یاد آگیا اسے سچا کیف اور سچا وجد حاصل ہوا۔ اے عزیز من سچا وجد خدا تک پہنچاتا ہے۔ جو کسی اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں انہیں اس کیف و مستی میں مقام حاصل ہوتے ہیں اور انکے قلب کی حالت اور کیفیت بدل جاتی ہے۔ پھر ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ یہ صوفی حضرات' یہ صاحب کیف' روح کے بازوؤں سے پرواز کرتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قریب سے قریب تر ہوجاتے ہیں۔ سماع عارفوں اور اہل طریقت کا مقام محبت ہے۔ جسے عطا ہوتا ہے وہی اس حال کو سمجھتا ہے۔ بالغوں کے لئے سماع سننا جائز ہے' نابالغوں کے لئے نہیں۔ اس کا بالغ آٹھ سال میں بھی ہوجاتا ہے اور سو سال میں بھی نہیں ہوتا۔ ان کے کیف و سرور کو دیکھ کر' ان کے فراق کے تڑپنے کو دیکھ کر نابالغ ہنستے ہیں اور بالغ روتے ہیں۔ بالغوں کی روحانیت بڑھتی ہے اور نابالغوں کا نفس موٹا ہوتا

ہے۔ عارف جب دوست کا ذکر سنتے ہیں تو ان کا عشق اس قدر جوش مارتا ہے کہ ان میں پرواز کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے۔ روح لطیف ہے اس کا فعل پرواز کرنا ہے۔ جسم کثیف ہے۔ جب روح پرواز کرتی ہے توجسم کثیف بھی اس کے ساتھ ہوجاتاہےاور انسان اڑنے لگتا ہے۔ ایک پرواز تو وہ ہوتی ہے کہ انسان زمین اور آسمان کے درمیان اڑتا ہوا جاتا ہے اور ایک پرواز وہ ہے کہ فقیر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے اور جس مقام کا خیال کرے اس مقام پر پہنچ جائے۔ان حضرات کی روحانیت جب ترقی کرتی ہے تو روح لطیف کے ساتھ جسم بھی لطیف ہوجاتا ہے۔ پھران کی پرواز روح کے بازوؤں سے ہوتی ہے۔ جو روح کے بازوؤں سے اڑتا ہے وہ اللہ کے قریب سے قریب تر ہوجاتا ہے۔ صرف اتنا سا فرق رہتا ہے کہ جیسے ایک باریک سا پردہ۔ بس محمل کو اٹھا دیاجائے اور جلوہ دکھا دیا جائے۔اے عزیز من سماع کے معنی لوگوں نے کھیل تماشہ رکھا ہے یا نفس کی غذا رکھا ہے۔ صوفیاء حضرات نے سماع کو ذکر تصور کیا ہے اور ذکر ہی کی حقیقت ان کے سامنے آتی ہے۔ اے عزیز من اب دنیا ایسے لوگوں سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ اب نفس کے بندے اور گمراہ رہ گئے ہیں۔ نفس شیطان کا دوست ہے اور اللہ کا ذاکر اللہ کا دوست ہے۔ جھوٹا صوفی بے عمل ہوتا ہے اور بے عمل صوفی گمراہ ہوتا ہے نہ ہی اس کا کوئی حال ہوتا ہے۔ دنیا صوفیاء حضرات سے خالی نہیں ہوئی' ابھی موجود ہے۔ رب کا کلام پڑھے اور عمل پیدا نہ ہو؟ کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ بے عمل لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔اے عزیز من سچا کیف اور سچا وجد تو خدا سے ملا دیتا ہے۔ خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ﷺ کا وصال سماع میں اس شعر پر ہوا :

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

۳۔ ہمارے پیغمبر محبوبِ رب العالمین' سردارِ دارین' تاجدارِ کونین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ وہ اللہ کے محبوب ہیں۔ محبوبوں کی صحبت سے محبوب ہی بن جاتا ہے گو وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ چلتا وہ دنیا میں ہے اور اس کے پیروں کی آواز جنت میں آتی ہے۔ سننے والے محبوب اور سنانے والا رب۔ جی تو چاہتا ہے کہ ان کی رحمت کو میں عریاں

کر دوں، سب تو ممکن ہی نہیں کچھ تو عریاں کر دوں۔ اے عزیز من صاحب حال کی محفل میں بیٹھنے ہی سے حال حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہم پر ان کی ایک ہلکی سی نگاہ پڑ گئی تو نہ معلوم ہمیں کس حال میں پہنچا دیں۔ اسی کا نام وجد ہے۔ اے عزیز من سچا وجد خدا تک پہنچاتا ہے۔

۴۔ اے عزیز من سچّے صاحب حال بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ رنگے ہوئے ہوتے ہیں لیکن سفید نظر آتے ہیں۔ انہیں کی صحبت سے چین بھی ملتا ہے، مستی بھی ملتی ہے، سرور بھی ملتا ہے اور قلبِ حضور بھی ملتا ہے۔ صاحبِ حال کی صحبت سے سچا وجد حاصل ہوتا ہے۔ سچا وجد خدا سے ملا دیتا ہے۔ عشق قریب و دور کو نہیں دیکھتا۔ محبت کے تار جس جگہ سے چاہو جوڑ لو۔ خواہ ہزاروں میل کا فاصلہ ہو، تار جڑ جاتے ہیں۔ ہم نے تو ایسے اہل محبت بھی دیکھے ہیں کہ فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں اور عرش پر تار جڑے ہوئے ہیں۔ عشق کی بلند و بالا شان سمجھنے کے لئے ایک مثال حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ تپتے ہوئے میدان میں کھینچے جارہے ہیں اور یا رُسول اللہ ﷺ زبان پر جاری ہے۔ یہ ہے عشق اور اس کا کرشمہ بھی عجیب ہے۔ جب سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر چلتے تھے تو جنت میں آپ کے پیروں کی آواز آتی تھی۔ حدیثِ رسُول اللہ ﷺ ہے کہ میں نے جنت میں دیکھا جیسے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرہے ہیں۔ میں نے کہا یہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں آگئے۔ یہ ہے صحیح معنوں میں نسبت۔ اہل نسبت جس مقام سے تار جوڑ دیں گے جڑ جائیں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن کے عشق میں ہم مبتلا ہیں وہ سامنے ہی ہیں۔ اسے کہتے ہیں حضوریٔ قلب۔ حضوریٔ قلب کی ہر عبادت مقبول ہے۔

۵۔ نماز ایسے پڑھ کہ حالت نماز ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "سجدہ کر اور قریب آجا" اے عزیز من سماع کی حقیقت بھی یہی ہے کہ خدا یاد آجائے۔ جس کلام سے خدا یاد آجائے اسی کا نام ذکر ہے۔ جسے لوگ سماع کہتے ہیں اہل سلوک اسے ذکر کہتے ہیں۔ اہل سلوک وہی ہیں جو دنیا کی راہیں طے کرنے کے بعد آخرت کی راہیں تلاش کرتے ہیں اور آخرت کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ دنیا کی منزل کا نام عالمِ ناسوت ہے۔ اور اس سے اوپر جو آسمانی حالات ہیں اس عالم کا نام عالمِ ملکوت

ہے۔ اور اس سے جو بلند مقام ہے اسے عالمِ جبروت کہتے ہیں اور اس سے بھی بلند مقام کو عالمِ لاہوت کہتے ہیں۔ اور اُس سے بھی بلند مقام جو ہے اسے ہاہوت کہتے ہیں اور اس سے بھی جو بلند مقام ہے اسے حجابِ اکبر کہتے ہیں۔ یہ مقامات اولیاء اللہ طے کرتے ہیں۔ جس عقیدے اور محبت سے انسان ذکر کرتا ہے یعنی سماع سنتا ہے وہی حال اس پر وارد ہوجاتا ہے۔ جب کلامِ رب سنا جائے' اولیاء اللہ کی شان اور ان کے مقامات سنے جائیں تو ان کی اتباع لازم ہوجاتی ہے۔ اتباع اسی کو حاصل ہوتی ہے جسے محبت ہوتی ہے۔ محبت ہی کا نام اتباع ہے۔ اے عزیزمن بزرگوں کی اتباع کرو یہ خدا سے ملنے کا راستہ بتادیں گے۔

۶۔ نفسِ امارہ کافر ہے اور اس کا دوست شیطان ہے۔ روح مومن ہے اور اس کا وزیر فرشتہ ہے۔ ان دونوں میں موافقت نہیں ہوسکتی۔ یا تو نفس روح کے ساتھ ہوجائے یا روح نفس کے ساتھ ہوجائے۔ ہمارے پیشواؤں نے نفس کو روح کے تابع کردیا ہے۔ انسان کا جسم کثیف اور روح لطیف ہے۔ اس کثیف جسم میں لطیف روح رہتی ہے جو رب کے احکامات بجالاتی ہے۔ نفس ہر اطاعت کے وقت مخالفت کرتا ہے۔ لیکن جب اللہ کے ذکر سے یہ ذاکر شاغل بندے نفس کو مردہ کردیتے ہیں تو پھر روح نفس پر غالب آجاتی ہے۔ روح کا فعل ہے پرواز کرنا۔ ہم آپ جو بول رہے ہیں' چل رہے ہیں یہ بھی ایک پرواز ہے لیکن یہ عالمِ ناسوت کی پرواز ہے۔ ذاکروں کی پرواز عالمِ ناسوت کے مقام طے کرنے کے بعد عالمِ ملکوت طے کرتی ہے۔ عالمِ ملکوت فرشتوں کا مقام ہے جہاں فرشتے رہتے ہیں۔ جب اس کا متحمل ہوجاتا ہے تو پھر اسے عالمِ جبروت کی سیر کرائی جاتی ہے۔ یہ ارواح کا مقام ہے جہاں تمام ارواح رہتی ہیں۔ جب یہاں کی سیر کا متحمل ہوجاتا ہے تو پھر اسے عالمِ لاہوت کی سیر کرائی جاتی ہے۔ یہ ہو کا میدان ہے۔ ہُو کے میدان میں کیا دیکھتا ہے کہ نہ اس کا ہاتھ نظر آتا ہے نہ اس کی کوئی چیز حرکت میں آتی ہے۔ بس یہ سمجھتا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں لیکن وجود نہیں پاتا۔ بس اپنے وجود کو نہ پانا' یہی وہ مقام ہے جسے کہتے ہیں کہ انسان نے اپنے وجودِ کثیف کو لطیف کردیا۔ جب یہ لطیف ہوگیا تو پرواز بڑھے گی۔ روح کے سارے مقام اور قوتیں پرواز کی ہیں۔ جب اس سے آگے پرواز کرتا ہے تو وہ ہاہوت آجاتا ہے۔ ہاہوت میں اسے نور کی

جھلک آتی ہے۔ جب جھلک آتی ہے تو وہ حجاب اکبر ہوتا ہے۔ وہاں نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں۔ زبان کام کر نہیں سکتی۔ کوئی چیز حرکت میں آ نہیں سکتی۔ جب وہ کرم پر آتے ہیں تو خفیف سا پردہ ہٹادیتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ کی پرواز ہے۔ حلقہ بگوش ہوکر اور ایک دوسرے سے مل کر ذکر کرنا اسکی ابتدا ہے اور روح کی پرواز کا حجاب اکبر تک پہنچنا اس کی انتہا ہے۔ یہ سب دعائے شیخ ہوتی ہے۔ ان مقامات کو ذاکر شاغل طے کرتے ہیں۔ ان مقامات کی سیر کا کوئی اندازہ لگا نہیں سکتا اور نہ یہ بیان کرنے میں آتی ہیں۔ ہاں اہل محبت کو دکھائی جاتی ہیں۔

۷۔ اے عزیز من سماع کا منشا یہ ہے کہ ازل سے جو نعمت لے کر آیا ہے اس کی یاد تازہ ہوجائے۔ ازل کے دن اللہ تعالیٰ نے جو پکارا "الست بربکم"۔ جس نے اس لذت والی آواز کو سن کر دل میں اتارا اسے سن کر کیف و سرور پیدا ہوگیا۔ یہ کیف و سرور آپ کی طرف سے تصدیق ہے کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ سماع یہی ہے کہ دنیا کی محبت قلب سے نکل جائے اور وہی لذت والی آواز سن لیں جو ازل میں سنائی گئی تھی تاکہ وہی کیف و سرور پیدا ہوجائے۔ یہ بھید کسی کو معلوم نہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کو پیدا فرمایا تو مختلف ذوق کے انسان پیدا ہوگئے۔ جس کا سبق یاد ہوا وہ سماع کی محفل میں ایسی لذت اور کیف و سرور حاصل کرتا ہے کہ اسے دیکھنے سے بھی لوگوں کو کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ یوں سچا کیف اور سچا وجد خدا سے ملا دیتا ہے۔ صاحب وجد کا اگر کوئی اعضاء بھی کاٹ کر لے جائیں انہیں پتہ نہیں چلتا۔ جب یہ دنیا کو بھول جاتے ہیں تو اس کی یاد میں جان دینے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ اے عزیز من جس قدر بھی یہ صاحبِ کیف اولیاء اللہ ہوتے ہیں انہیں دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے۔ اولیاء اللہ کہتے ہی ان حضرات کو ہیں جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔ ان کی صحبت سے بہت سی گندگیاں دور ہوجاتی ہیں یوں سمجھ لو کہ غسل صحت ہوجاتا ہے۔ قلبِ مومن گذرگاہِ رب العالمین ہے۔ محبت میں مقام بڑے ہی باادب ہیں۔ جس دل میں وہ بس جاتے ہیں ادب سکھادیتے ہیں۔

۸۔ سب سے افضل عبادت نماز ہے۔ اس افضل عبادت میں قرآن

شریف پڑھا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں کہیں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان ہورہے ہیں کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان ہورہے ہیں۔ اسی طرح کہیں فرعون کے واقعات ہیں کہیں عاد و ثمود کے۔ کیا کفار کے ذکر سے آپ کی نماز خراب ہوگئی؟ اسی طرح آپ نماز کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے ہیں، صالحین پر سلام بھیج رہے ہیں۔ نماز میں یہ سب ذکر ہورہے ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کا ذکر، کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کبھی اللہ کی بارگاہ کے مقبولین کا۔ یہ سارے ذکر رب ہی کروارہا ہے۔ یہ سب ذکر کرنے سے نہ آپ نماز کے میدان سے باہر آتے ہیں نہ ہی مشرک شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح سماع میں اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور اپنے پیشواؤں کی منقبت سننا یہ سب عبادت ہے۔

۹۔ فرشتے سب اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ ان میں ایک عجب کیف و سرور پیدا ہوتا ہے یہ فرشتے سب نوجوان اور خوبصورت ہیں۔ تمام فرشتے ایک دائرہ بنالیتے ہیں اور مل کر ذکر کرتے ہیں۔ اس دائرے کی صفِ اول میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہوتے ہیں اور ذاکرین کی صف اوّل میں حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوتے ہیں۔ ان کی آواز بڑی لذت والی ہے۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام ذکر کرتے ہیں اور رب کی شان و عظمت بیان کرتے ہیں تو سب فرشتے اپنا ذکر چھوڑ کر ان کا ذکر سننے لگتے ہیں اور لذت سے جھومنے اور رقص کرنے لگتے ہیں۔ جب فرشتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو پھر انسان کو کیوں پیدا فرمایا؟ رب کا منشا یہ تھا کہ ایسی مخلوق پیدا کروں جو عبادت معہ محبت کے کرے اور محبت میں رقت بھی ہو۔ روتے بھی جائیں اور عبادت بھی کرتے جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان کی آڑ میں زمین پر اتارا تو آپ تین سو برس روتے رہے۔ ایک دن ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ اے جبرئیل علیہ السلام معلوم تو کرو کہ ہمارا آدم علیہ السلام کیوں رورہا ہے۔ وحی آئی کہ آدم علیہ السلام کیوں رورہے ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ فرشتوں کا لذت والی آوازوں کے ساتھ ذکر کرنا، رقص کرنا اور جھومنا یاد آتا ہے تو روتا ہوں کیونکہ وہ کیف و لذت اب حاصل نہیں۔ معلوم ہوا جو لذت دے کر چھین لی جاتی ہے اسی پر رونا آتا ہے، جب جلوہ دکھا کر پردہ ڈال دیا جاتا ہے تو رونا آتا ہے۔ صوفیاء حضرات کا سماع سننا اور جھومنا یہ اس دنیا کا ذوق نہیں بلکہ ذوقِ آخرت

ہے۔ یہ وہی کیف و سرور اور لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کا
سماع سننا عبادت ہے۔ اہل دنیا تو لہو و لعب کے لئے گانا سنتے ہیں اور اہل
ذکر کیف و سرور اور لذت حاصل کرنے کے لئے سنتے ہیں۔